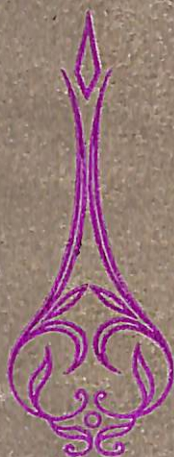






ڈاکٹر محمد عقیل رضوی

اِنتخابِ کلامِ داغ

مرتب

ڈاکٹر محمد عقیل
شعبۂ اُردو الہ آباد یونی ورسٹی

ہندستانی اکیڈمی
اتر پردیش الہ آباد

پہلی اشاعت سنہ ۱۹۶۰ء
تعداد ۱۰۰۰

پبلشر
ہندستانی اکیڈمی اترپردیش
الہ آباد

پرنٹر عبدالمجید اسرار کریمی پریس الہ آباد

प्रकाशकीय

विगत वर्षों में हिन्दुस्तानी एकेडेमी ने उर्दू के मूर्द्धन्य कवियों के काव्य संग्रहों को प्रकाशित करने का निश्चय किया था। उसी निश्चय के अनुसार डाक्टर एजाज़ हुसेन द्वारा सम्पादित 'इंतख़ाब कलाम आतश' का प्रकाशन हुआ था। इसी परम्परा में डाक्टर मोहम्मद अक़ील द्वारा सम्पादित उर्दू के प्रसिद्ध शायर नवाब मिर्जा खाँ 'दाग़' की चुनी हुई कविताओं का संग्रह 'इंतख़ाब कलाम दाग़' के नाम से प्रस्तुत है।

बीसवीं सदी के पूर्वार्द्ध में "दाग़" को लेकर बड़ी चर्चा और बहसा-बहसी रही है। सम्भवतः उर्दू साहित्य के अन्तर्गत "दाग़" ही एक ऐसे शायर हुये हैं जिन्हें सम्मान मिला और आलोचना के कड़ुवे घूँट भी पीने पड़े। जहाँ दाग़ के शिष्यों ने उनकी अतिशय प्रसंशा की है वहाँ उनके विरोधियों ने "दाग़" को बाजारू स्तर पर उतारने की कोशिश की है। इतना होते हुए भी यह एक सत्य है कि "दाग़" उर्दू शायरी की एक कभी न बुझने वाली चिराग़ हैं। उनके कलाम का अध्ययन किए बिना उर्दू शायरी के प्राचीन और अर्वाचीन रूपों का सम्यक् ज्ञान होना कठिन है।

डाक्टर अक़ील ने जिस तत्परता और परिश्रम से यह संग्रह प्रस्तुत किया है, वह सराहनीय है। आशा है, साहित्यिक क्षेत्र में इस संग्रह का समादर होगा।

हिन्दुस्तानी एकेडेमी
इलाहाबाद

विद्या भास्कर
मन्त्री तथा कोषाध्यक्ष

صاحبو!

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے، نواب مرزا داغ کے کلام کا انتخاب ہے اس بانکے ترچھے، تیکھے اور منہ زور شاعر نے کیا کچھ اپنے دواوین میں پیش نہیں کیا مگر اس دورِ پُرشغب میں کسے اتنا دماغ ہے کہ بیٹھ کر دفتر کے دفتر پڑھے۔ چند اشعار اور گھسی پٹی باتیں اور روایتیں جو اس غریب نواب مرزا سے متعلق کر کے مشہور کر دی گئی ہیں انھوں نے لوگوں کو اس سے اس قدر بددل کر دیا کہ اس بیچارے کا کہیں درخور ہی نہیں رہ گیا۔

سو حضرات! اس عاجز نے حسب الحکم ارباب حل و عقد ہندوستانی اکیڈمی، اس نواب مرزا کے کلام کا انتخاب پیش کرنے کی ہمت کی۔ کہہ نہیں سکتا کہ اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں۔ صاحبانِ ذوق ہی اس کا فیصلہ کریں گے۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اس بندہ کو بُرا بھلا کہیں گے مگر مجھے اس انتخاب سے بڑا اطمینان

ہے کہ میں نے نواب مرزا کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے

اس کتاب کے سلسلے میں جن لوگوں نے اس بندہ کی اعانت فرمائی ہے، ان کا شکریہ ادا کرنے کی طاقت بھلا اپنے میں کہاں پاتا ہوں تاہم ان کا نام لے کر آپ کو بھی ان کے رحم و کرم کا قائل کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلا نام ڈاکٹر اعجاز حسین صاحب صدر شعبۂ اُردو کا ہے جن سے میں نے خامہ فرسائی کا فن سیکھا۔ دوسرا نام سید اختر عباس صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نینی تال کا ہے جن کے گھر پر بیٹھ کر نینی تال میں جھیل کے نیلے پانی اور چینا پیک (Cheena Peak) کی بلندی کا لطف اٹھا اٹھا کر اس انتخاب کا مقدمہ لکھا۔ تیسرا

نام عزیزہ رضیہ محمود کا ہے جنھوں نے اس انتخاب کے
نقل کی زحمت اس وقت اٹھائی جب الہ آباد فی النّار
وَالسّقر تھا۔ اور چوتھا نام، فراقؔ صاحب کا ہے جن سے
بحث و مباحثہ کر کے میں نے بہت کچھ سیکھا اور جو داغؔ کو کبھی
تو شیکسپیر اور مولیر کا ہم پلّہ بتاتے ہیں مگر جب بگڑ جاتے ہیں تو
فرماتے ہیں ع۔

یہ کمبخت بکتا ہے واہی تباہی

دیکھئے آپ اس انتخاب کو پڑھنے کے بعد داغؔ کے
متعلق کیا رائے قائم کرتے ہیں۔

سید محمد عقیل

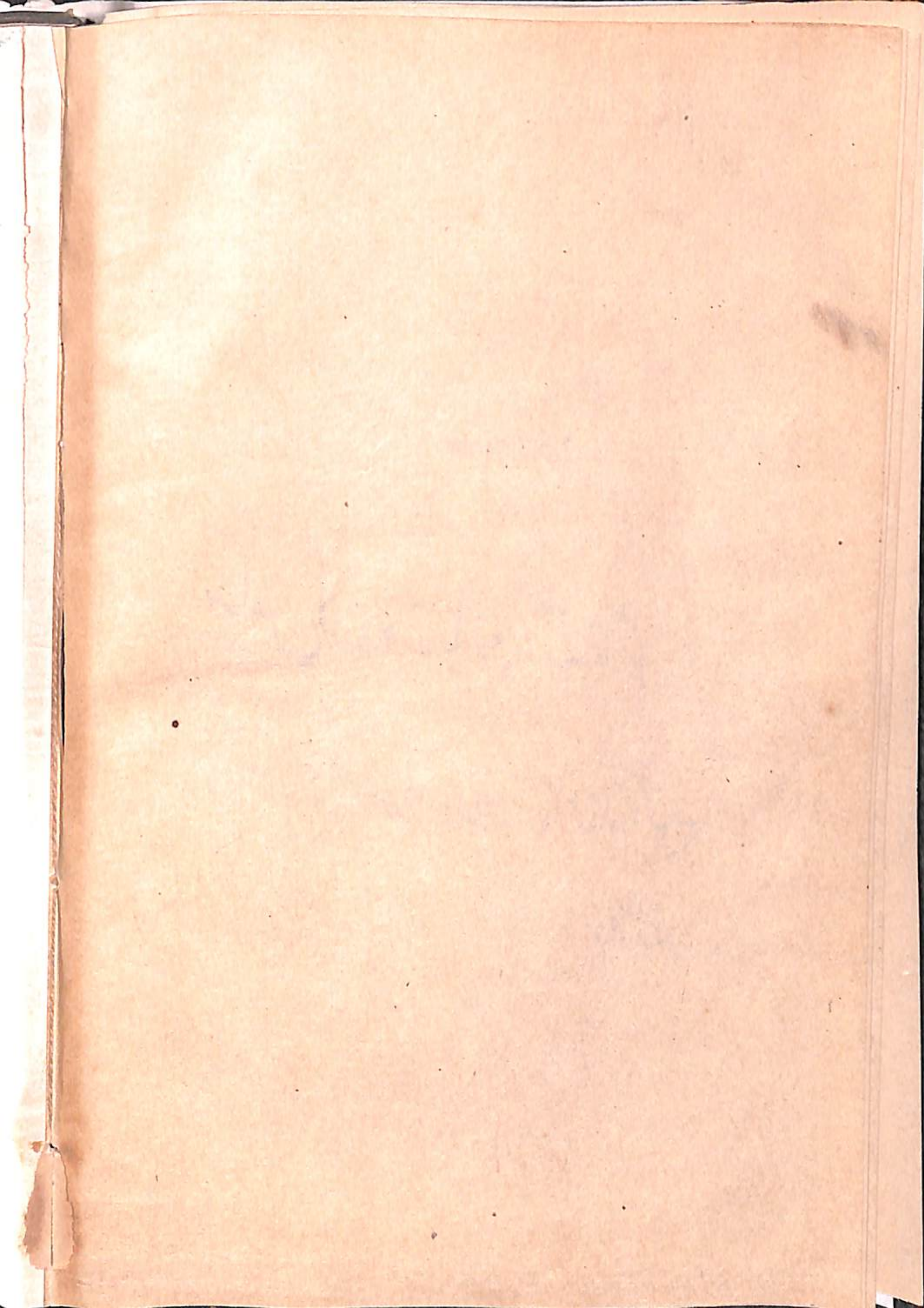
شعبۂ اُردو
الہ آباد یونیورسٹی

فہرست

بیکس اُردو زبان کے نام

"جو شعر و نغمہ کے خلد زاروں میں آج کوئل سی کوکتی ہے"

محمد عقیل



رخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے


Mazhar



آج سے ۱۲۷ سال قبل اور غدر سے ۲۶ سال پہلے ۱۸۳۱ء میں ۲۵ مئی کو بدھ کے دن داغ نے چاندنی چوک دلی میں آنکھ کھولی[1]۔ دلی مٹتی ہوئی جاگیردارانہ تہذیب، زبان اور علم و ادب کا مرکز تھی۔ چاندنی چوک، جہاں کی جامع مسجد کی سیڑھیوں سے اردو غزل نے میر و سودا سے لے کر غالب تک کی زبان سے شعر و سخن کا راگ الاپا تھا۔ جہاں کی مرکزیت سارے ہندوستان میں مسلم تھی۔ داغ نے یہیں اپنی زندگی کے ابتدائی چند سال اپنی ماں وزیر بیگم عرف چھوٹی بیگم جو ایک کشمیری النسل عورت تھیں، کے گرد و پیش گزارے۔

دلی اس وقت اپنی اس تہذیبی زندگی کے زوال کی آخری سیڑھی پر پہنچ چکی تھی۔ نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی، اور مرہٹوں کے ذریعہ لوٹی ہوئی دلی

---

(۱) جلوہ داغ ص۳ مصنفہ احسن مارہروی

کی آخری آن بان قلعہ معلیٰ کے احاطے اور اس کے گرد و پیش کے باہر کہیں نہیں رہ گئی
تھی۔ بادشاہ نے بجائے زمام حکومت سنبھالنے کے قلم سنبھال لیا تھا اور شعر و
سخن کا چرچا گلی کوچوں میں، بادشاہ کے مذاق کو دیکھ کر ایسا عام ہو گیا تھا کہ میدان
جنگ کے بجائے میدانِ مشاعرہ میں امتیاز و افتخار حاصل کرنا ہر ادنیٰ سے ادنیٰ
شہری کا مطمح نظر تھا۔ غالب، مومن، ذوق، شیفتہ، ظفر اور ان کے شاگردوں
کی ایک فوج تھی جس نے شعر و سخن کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ دوسری طرف صوفیائے
کرام اور سجادہ نشین تھے جو دلق پوشی اور دنیا سے بیزاری کا سبق دیتے اور نظام
الدین اولیاء کی درگاہ کو اپنا مرجع جانتے۔ اطاعت اور ضبط نفس کی تعلیم دیتے
اس لئے کہ انھوں نے اپنے آباؤ اجداد سے یہی سیکھا تھا۔ اور اپنے گرد و پیش کی
دنیا کو روز بروز سمٹتے دیکھتے چلے آتے تھے۔ سیلاب حوادث کو اپنی قسمت کا لکھا سمجھ
کر ان میں شناوری کرنے اور انھیں عبور کرنے کے بجائے ساحل پر خاموشی سے بیٹھ
کر محض نظارہ کرنے میں ہی اپنی فلاح و بہبود سمجھتے۔ دلّی کی تنگ و تاریک گلیوں میں
جتنی وسعت ہو سکتی تھی اتنی ہی وسعت اس دور کے لوگوں کے ذہنوں میں تھی
نئی زندگی روز بروز نئے راستوں پر گامزن تھی مگر پرانی تہذیب کے نام لینے
والے اپنی مٹتی ہوئی تہذیب کا ماتم کرتے ہوئے ان گلیوں کے بالا خانوں پر
دنیا سے آنکھیں پھیر کر غروب ہو جاتے اور محض لمحاتی سکون میں اپنی پرانی
زندگی کی چمک دیکھ کر آسودہ ہو لیتے۔ تقریباً تمام امراء و رؤسا کا یہی وتیرہ بن گیا
تھا۔ اور عوام جو نقال زیادہ ہوتے ہیں ان کے اس رنگ میں خود بھی رنگ جانے
کو باعث اعزاز و افتخار سمجھتے۔ چنانچہ طوائفوں کے کوٹھے تعلیم و تہذیب کا مرکز

بن گئے۔ ان کے لئے بھی جو اس ذوق میں اپنی رئیسانہ "اَنا" کی آسودگی پاتے اور ان کے لئے بھی جو طاعت اور ضبط نفس کے لئے مجاز کی مشق سے حقیقت تک پہونچتے۔

تاریخوں اور تذکروں کو اگر رہبر بنا لیا جائے تو داؔغ کی ماں کردار کے لحاظ سے کوئی بلند کردار عورت نہ تھیں۔ دلّی کا متذکرہ بالا مذاق اور رڈسا کی ایسی دلچسپیاں انھیں اس ماحول سے الگ نہ رکھ سکیں، وہ خود بہت حسین تھیں چنانچہ ان کا شمار دلّی کی مخصوص حسین عورتوں میں ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نظربازوں کی نگاہیں ان پر پڑنے لگیں۔ سب سے پہلے فیروزپور جھرکہ کے رئیس نواب شمس الدین احمد کی نظر انتخاب ان پر پڑی اور وہ ان کے ساتھ رہنے لگیں[۱] داؔغ کی پیدائش کے بعد داؔغ کی ماں کا ربط ضبط دلّی کے ایجنٹ گورنر جنرل مسٹر فریزر سے بڑھا۔ نواب شمس الدین احمد اسے برداشت نہ کر سکے اور ۲۲ مارچ ۱۸۳۵ء کو مسٹر فریزر قتل ہو گئے۔ اکتوبر ۱۸۳۵ء میں نواب شمس الدین احمد کو اسی قتل کی سازش کے سلسلے میں پھانسی ہو گئی[۲] یہ دور داؔغ اور ان کی ماں کے لئے بڑی آزمائش کا دور تھا۔ داؔغ کے دو چچا ضیا الدین احمد خاں اور امین الدین

---

[۱] تذکروں میں داؔغ کے باپ کا نام نہیں بتایا جاتا ولدیت میں ماں کا نام لکھا جاتا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ چھوٹی بیگم منکوحہ بیوی نہ تھیں داشتہ تھیں نساخ کی عبارت ہے" داؔغ تخلص۔ نواب مرزائے دہلوی ولد چھوٹی بیگم شاگرد شیخ ابراہیم ذوقؔ ملازم رام پور" سخن شعرا مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ اور لطف یہ ہے کہ نساخ نے داؔغ کے اکثر دیوانوں پر تاریخ بھی کہی ہے اسلئے ہم نساخ کو داؔغ سے بددل بھی نہیں کہہ سکتے۔ [۲] واقعات دارالحکومت دہلی از مولوی بشیر احمد دہلوی۔

احمد خاں اس وقت برسر اقتدار تھے، لوہارو کی ریاست ان کے قبضہ میں تھی مگر انھوں نے داغؔ کی طرف توجہ نہیں کی اس زمانہ میں داغؔ سن شعور کو پہنچ رہے تھے اور انھوں نے مولوی غیاث الدین، صاحب غیاث اللغات سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔ چھوٹی بیگم کی کفالت اس درمیان میں نواب یوسف علی خاں نے، جو اس وقت شہزادے تھے، شروع کر دی۔ داغؔ کی خالہ عمدہ خانم سے بھی انھیں کچھ دلچسپی تھی۔ چنانچہ یوسف علی خاں نے داغؔ کی تربیت میں بھی دلچسپی لینا شروع کیا اور انھیں سے داغؔ نے سکندر نامہ پڑھا۔[1] اسی درمیان میں داغؔ اپنی خالہ عمدہ خانم کے ساتھ رام پور چلے گئے اور چار سال تک رام پور میں قیام کیا۔ ۱۸۴۱ء میں چھوٹی بیگم نے پھر آغا تراب علی سے تعلقات بڑھانے شروع کئے اور ان سے شادی کر لی۔ ۱۸۴۴ء میں ان سے بھی سبکدوش ہو کر بہادر شاہ ظفرؔ کے ولی عہد مرزا فخرو سے اپنا رابطہ مضبوط کر لیا۔ اور ان سے شادی کر لی۔ مولانا آزادؔ دیباچہ دیوان ذوقؔ میں اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

> "مرزا فخرو شاہزادے اواخر سلطنت میں ولی عہدی کے حقدار ہوئے۔ وہ بھی استاد سے اصلاح لیتے تھے۔ شہر میں چھوٹی بیگم نام ایک حسین صاحب جمال، اپنے ہنر میں باکمال تھیں۔ عمر کی دوپہر ڈھل چکی تھی اور کتنے ہی امیروں کو مار کر ہضم کر چکی تھیں اس پر بھی لڑکپن کی

---

[1] "جب نواب یوسف علی خاں بہادر والئی رام پور دہلی میں بہت عرصہ رہے تھے حضور ممدوح سے داغؔ صاحب نے سکندر نامہ پڑھا تھا" آئینۂ داغؔ جلد اوّل مصنفہ نثار علی شہرت۔

کی کلیاں چنتی تھیں۔ مرزا فخرو کی ۲۴، ۲۵ برس کی عمر تھی۔ رنڈی کو نوکر رکھ کر غلام ہو گئے۔ مرزا نے ایک دن استاد کو بلا بھیجا۔ یہ گئے انھوں نے غزل عنایت کی اور کہا استاد اسے یہیں اصلاح دیدیجئے۔ استاد غزل بنانے لگے۔ مرزا نے ایک تصویر صندوقچہ سے نکالی۔ اسے دیکھا اور کہا استاد ذرا اسے دیکھئے۔ استاد سمجھ گئے کہ اسی کی تصویر ہے کہا بہت خوب۔ مرزا کی خاطر جمع نہ ہوئی، پھر کہا دیکھئے تو سہی [۱]"

چھوٹی بیگم نے مرزا فخرو ہی تک اکتفا نہیں کی۔ ان کے انتقال کے بعد ایک انگریز بلاک صاحب سے ان کا سلسلہ ہو گیا۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مسیح جان عرف بادشاہ بیگم ہوا۔[۲]

جب چھوٹی بیگم نے مرزا فخرو سے شادی کر لی تو داغ بھی قلعہ معلیٰ میں پہنچ گئے وہاں شعر و شاعری کے چرچے کے ساتھ حسین اور طرحدار عورتوں سے بھی ان کا سابقہ پڑا۔ اس وقت نواب مرزا کی عمر ۱۳ اور ۱۴ سال کی تھی۔ ماں کی زندگی نے انھیں بچپن ہی سے معاملات حسن و عشق میں ہوشیار کر دیا تھا۔ بچپن سے لے کر جوانی تک جنس کی اہمیت شعوری اور غیر شعوری دونوں طریقوں سے ان پر عمل اور اثر کرتی رہی۔ ان کے ذہنی ارتقا پر جنس کے نقوش بہت گہرے پڑے اور ساتھ ہی ساتھ

سے۱ دیباچہ دیوان ذوق صد۱۱

سے۲ "خفی تخلص۔ مسیح جان عرف بادشاہ بیگم نام۔ دختر بلاک صاحب انگریز۔ صاحب وقار و مادرش بنت محمد یوسف کشمیری۔۔۔۔۔ ایں ہمشیرہ اخیافی نواب مرزا خاں داغ است۔" تذکرہ ماہ درخشاں مصنفہ ابوالقاسم محتشم۔

"تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی"، کا سبق اچھی طرح ان کے ذہن نشین ہوتا گیا۔ داغؔ کی نفسیات ماں کے اس کردار سے باغی ہونے کے بجائے اس کی ہمنوا ہو گئی۔ اسے معاشی دقتوں کا اثر سمجھ لیا جائے یا پریشانیوں میں سکون کا جواز۔ داغؔ کے خیالات "اک نہ اک ہم لگائے رکھتے ہیں"، ان کی اس زندگی کا پورا عکس ہیں جو ان کی ذات میں جذب ہو کر اپنے شباب میں یوں پھوٹ نکلا۔

غدر کے بعد جب دہلی اور قلعہ معلیٰ کی زندگی کا تقریباً خاتمہ ہو گیا، تمام زمزموں اور چہچہوں کی محفلیں برباد ہو گئیں اور لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے تو داغؔ کو بھی دلّی میں پناہ نہ مل سکی۔ دلّی کے بہت سارے ارباب فن اور اہالیان کمال کی طرح ادھر ادھر بھٹک کر داغؔ بھی رام پور جا پہنچے اور کچھ دنوں بعد دربار سے وابستہ ہو گئے[1]۔ رام پور میں بھی انھیں وہی قلعہ معلیٰ کا ماحول مل گیا۔ نواب یوسف علی خاں اور کلب علی خاں کے دربار میں زبان بازاری کی کثرت تھی۔ جس سے پورا رام پور متاثر تھا[2]۔ راگ و نغمہ کا یہ ماحول اور رنگ لایا۔ ۱۸۶۵ء میں نواب کلب علی خاں نے بے نظیر کے میلے کی بنیاد ڈالی جس میں دور دور سے طائفے اور ارباب نشاط آ کر شرکت کرتے تھے۔ اسی بے نظیر کے میلے میں مارچ ۱۸۸۱ء میں منی بائی حجاب بھی آئیں۔ داغؔ کی عمر اس وقت پچاس سال کی تھی۔ یہیں

---

[1] داغؔ کے ورود رام پور کے سلسلے میں ملاحظہ ہو نگار داغ نمبر مطبوعہ فروری ۱۹۵۳ء صفحہ ۴۲، ۱۵، ۱۲ اور عرشی صاحب کا مضمون مطبوعہ نگار ۱۹۵۲ء

[2] مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو مثنوی فریاد داغؔ، مرتبہ تمکین کاظمی کا مقدمہ صفحہ ۱۵ و ۱۶۔ یہ کتاب میں نے مقدمہ لکھ لینے کے بعد دیکھی۔

[3] نگار فروری ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۵

ان کے عشق کی آگ بھڑکی اور بے قرار ہو کر "آرام پور" سے کلکتہ ۱۸۸۲ء میں حجاب سے ملنے روانہ ہوئے۔ مثنوی فریادِ داغ انھیں ایام کی یادگار ہے۔

نواب کلب علی خاں کے دم تک داغ بڑے عیش و آرام سے رہے مگر ۱۸۸۷ء میں ان کی وفات کے بعد یہ محفلِ عیش و نشاط پھر درہم برہم ہو گئی۔ کم از کم داغ کے لئے رام پور میں ٹھہرنا ممکن نہ ہو سکا اور وہ جولائی ۱۸۸۷ء میں استعفا دے کر رام پور سے چلے آئے

رام پور میں داغ کا علمی و ادبی ماحول بہت اچھا تھا۔ زمانے کے ہاتھوں دہلی اور لکھنؤ کے تمام باکمال شعرا رام پور میں جمع ہو گئے۔ مظفر علی اسیر، امیر مینائی ضامن علی جلال، امیر اللہ تسلیم، منیر شکوہ آبادی، بحر لکھنوی جان صاحب ریختی گو احمد علی رسا، حسین علی خاں شاداں نبیرۂ غالب، قلق لکھنوی وغیرہ۔ اس ماحول نے داغ کی شاعری اور ان کے ادبی ذوق کو اور نکھارا۔ ایک طرف تو حسن و عشق کے تجربے ہوتے اور دوسری طرف مشاعروں میں ان کے اظہار کا موقع ملتا۔ اور پھر شاعرانہ چشمک و رقابت۔ ان تمام چیزوں نے روز بروز داغ کے فن کو ابھارنے میں کافی مدد دی۔ نواب یوسف علی خاں خود بھی شاعر تھے اور ناظم تخلص کرتے تھے۔ شاگرد تو وہ مومن کے تھے مگر لکھنوی شعرا کی بھی بڑی قدر کی اور بعد کو امیر اور اسیر سے بھی اصلاحیں لیں۔ یوسف علی خاں کے بعد نواب کلب علی خاں ان سے زیادہ ادب دوست نکلے اور مشاہیر شعرا کو اپنے دربار میں جمع کرنے کا انھیں اور زیادہ شوق ہوا۔ دربار میں لکھنوی اور دہلوی شعرا کی آپس میں چوٹیں چلتیں جن کا ذکر مختلف مقامات پر مل جاتا ہے

عبدالرؤف عشرت لکھنوی کے تذکرہ اور سوانح عمری امیر مینائی از جلیل میں اس کا اچھا تذکرہ ملتا ہے۔

نواب کلب علی خاں کے بعد یہ ادبی محفل درہم برہم ہوگئی اور داغ دلّی واپس آگئے۔ کچھ دنوں اجمیر اور آگرہ میں بھٹکتے پھرے آخر ۱۸۸۸ء[1] میں حیدرآباد پہنچے اور نظام کے استاد مقرر ہوگئے۔ حیدرآباد میں داغ کو تفریح اور فراغت کے تمام سامان مہیا ہوگئے۔ گو علمی اور ادبی محفلیں جو رام پور میں تھیں وہ تو یہاں میسر نہ آسکیں مگر ایک بڑے شاعر ہونے کے باعث خود ان کے احباب اور شاگردوں کا ایک ایسا مجمع ان کے گرد اکٹھا ہوگیا تھا کہ ان کا ذوق شعر و سخن پژمردہ ہونے نہیں پایا۔ میر محبوب علی خاں والیٔ دکن کو بھی شعر و شاعری سے ذوق تھا۔ داغ کو انھوں نے بعد میں اپنا استاد بھی بنا لیا تھا اور غزلوں پر اصلاح لیتے۔

حیدرآباد میں، گو داغ کی عمر کافی ہو چکی تھی مگر شاہد پرستی اور رقص و موسیقی سے ان کی دلچسپیاں، جو ابتدائی سن و سال سے وابستہ ہوگئی تھیں، یہاں بھی برقرار رہیں۔ ابتدا میں تو وہ گانے والیوں کو بلا کر گھنٹہ دو گھنٹہ ان سے گانا سنتے مگر رفتہ رفتہ ان کا ذوق اور ان کی تنخواہ، دونوں جب کافی بڑھ گئے تو دو تین طوائفیں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر نوکر رکھ لیں۔ سب سے پہلے آگرہ کی رہنے والی ایک طوائف صاحب جان کو ملازم رکھا۔ اس کے بعد عمدہ جان

---

[1] داغ۔ مصنفہ نوراللہ محمد نوری ص۹

میرٹھ والی ملازمت میں آئی۔ مگر کچھ دنوں بعد وہ تائب ہوگئی۔ داغ نے اس کے بعد ایک سورت کی طوائف اختر جان کو دوسو روپیہ ماہوار پہ ملازم رکھ لیا۔ اختر جان کے سلسلے میں داغ کچھ دنوں تک پریشان بھی رہے۔ آخر مہاراجہ کشن پرشاد نے اختر جان کی تنخواہ میں مزید اضافہ کر کے پھر داغ کا ملازم کرا دیا۔

اسی زمانے میں رام پور کے بے نظیر کے میلے کی ہیروئن منی بائی حجاب بھی حیدرآباد میں نازل ہوگئیں اور داغ کے ساتھ رہنے لگیں۔ گو رام پور سے واپسی کے بعد حجاب کا خیال، داغ کے دل سے محو ہو گیا تھا مگر دکن کے حالات نے پھر ان کے دل میں گدگدی پیدا کی۔ داغ نے حجاب کو بہ مشکل تمام نکاح کر لینے کی شرط پر حیدرآباد بلایا یہ قصہ ۱۹۰۱ء کا ہے۔ تھوڑے دنوں بعد حجاب نے اپنے تمام لواحقین کو بھی حیدرآباد بلا لیا۔ اور داغ پر سب کا بار آ پڑا۔ داغ کی آمدنی اتنی وسیع نہ تھی کہ ان تمام لوگوں کی کفالت کر سکے۔ روپیہ کم ملنے کے باعث حجاب ان سے آزردہ رہنے لگیں۔ اس پہ ستم یہ ہوا کہ اختر جان کی ملازمت حجاب کو اور کھلی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حجاب آزردہ ہو کر کلکتہ واپس چلی گئیں۔ مگر داغ، حجاب کو اپنی زندگی تک برابر خرچ بھیجتے رہے۔ ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء میں ۷۶ سال کی عمر پا کر، حیدرآباد میں بلبل ہندوستان، فصیح الملک نواب مرزا خاں داغ اس دنیا سے چل بسے۔

داغ ایک جیۂ غم انسان تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد خوش باشی رہا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں جس قدر عیش و آرام اٹھانا ہو اٹھا لو اس لئے کہ پھر دوبارہ اس دنیا میں نہیں آنا ہے اور پھر جب ہم نہ ہوں گے تو ہماری بلا سے، دنیا میں

کتنی ہی دلچسپی کیوں نہ ہو۔

ہم نہیں اے آہ! تو سارا زمانہ ہیچ ہے ۔۔۔ پھونک دے سب کو زمیں ہو آسماں ہو کوئی ہو
نہیں مرنے کا اپنے غم، یہ غم ہے ۔۔۔ کہ پھر آنا نہ ہوگا اس جہاں میں

ان کی تفریحی زندگی اور ان کے ایسے مشاغل کی بنیاد انھیں خیالوں پر تھی مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ داغ کا کوئی کردار نہ تھا وہ اوباش اور بدچلن قسم کے انسان تھے وہ شباب کی ترنگ میں بھرپور ڈوب جانا چاہتے تھے جو ایک صحت مند انسان کی جسمانی زندگی کی صحیح تحریک ہوتی ہے انھوں نے واعظوں اور اہل ثقہ سے اس سلسلے میں جو سوال کر لیا ہے اس کا جواب کسی سے بن نہیں آتا۔

پوچھے کوئی تو حضرت واعظ سے اتنی بات ۔۔۔ ایسے ہی تھے جناب بھی عہدِ شباب میں

ان تمام باتوں کے ساتھ وہ ایک صحیح زندگی کے دوسرے اصولوں کے بھی پرستار تھے۔ اپنی روزمرہ زندگی میں وہ بہت زندہ دل، نفاست پسند، خدا ترس، با اخلاق اور بذلہ سنج انسان تھے۔ اور اپنے تمام اصولوں کی انسانی حد تک پابندی کرتے رہے۔ نازک مزاج اور نفاست پسند وہ بے انتہا واقع ہوئے تھے۔ مولانا احسن مارہروی کے بیان کے مطابق روزانہ سہ پہر کو لباس تبدیل کرتے اور قیمتی و بہترین سلا ہوا کپڑا پہنتے۔ بچوں کی طرح چہلیں کرتے اور کبھی بڑھاپے کا احساس اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ یہی چونچال پن ان کے کلام میں جا بجا انھیں زیادہ سنجیدہ ہونے نہیں دیتا۔ وہ زندگی کی کلی سے پورا رس چوس لینا چاہتے تھے۔ انھیں زندگی جس قدر پیاری تھی اُردو کے اس دور کے شعرا یا شعرائے ماقبل

نے بھی شایداِن سے زیادہ اس کا اظہار نہیں کیا۔ وہ مادہ پرست تھے تصوف سے انھیں کوئی لگاؤ نہ تھا اور اس میں زمانے نے بھی ان کی مدد کی کہ انھیں پراگندہ دل نہیں ہونے دیا۔ زندگی سے بیزاری کا اظہار کیسے کرتے۔ وہ کسی حالت میں مرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور یہی ایک صحت مند انسان کے دل کی آواز ہوتی ہے داغ دوسروں کی طرح اپنے جذبات کی پردہ پوشی نہیں کرتے تھے۔ ان کا ظاہر و باطن ہمیشہ ایک تھا اسی وجہ سے اپنے ان خیالات کو انھوں نے اپنے اشعار میں بارہا ظاہر بھی کر دیا ہے۔

وقت آخر ہوا مگر اے داغ — ہوس زندگی نہیں جاتی

اے داغ نہ دے جان محبت میں کرنا داں — پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا

وعدہ حشر آپ کرتے ہیں — چار دن بعد یہ شباب کہاں

داغ فراری کسی حالت میں نہیں بن سکے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انھیں مصائب کا وہ سامنا نہیں کرنا پڑا جو فانی اور میر کو کرنا پڑا تھا۔ مگر انتزاع دلی کے بعد ان کی پریشانیاں کچھ کم نہیں تھیں۔ شہر آشوب اور چند غزلیں یہ بھی واضح کر دیتی ہیں کہ داغ اس معاملہ میں بے حس بھی نہ تھے مگر وہ نہ تو قنوطی تھے اور نہ ہی خود بخود کڑھتے اور الجھتے رہنا اُن کا مزاج تھا۔ وہ گویا ایک چھوئی موئی تھے جسے تھوڑا سا دھکا تھوڑی سی دیر کے لئے مرجھا دیتا ہے مگر تازہ ہوا اور روشنی کی لہریں پھر اسے باغ و بہار بنا دیتی ہیں۔ داغ بالکل اسی طبیعت کے انسان تھے۔ وہ زندگی زہر سہی، تلخ سہی، سم ہی سہی، مگر پھر بھی جینا ہے، سے متفق تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

اے داغؔ صدمۂ غم ہجراں بجا درست
یہ سب سہی مگر ہمیں جینا ضرور تھا

اپنے دم کو آدمی ہردم غنیمت جان لے
خاک کا پھر ڈھیر ہے، بعد فنا کچھ بھی نہیں

داغؔ رند شاہد بازان معنوں میں نہ تھے جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے ان کے متعلق ایک خاص خیال قائم کر لیا ہے ان کی رندی اور تفریحی زندگی میں لفنگے پن کا نہ اثر ہے اور نہ ان کی شاعری سے کہیں بھی اس کا انکشاف ہوتا ہے اپنے مذہب کے وہ سختی کے ساتھ عمر بھر پابند رہے۔ عمر بھر کبھی شراب نہیں پی مگر اسے انھوں نے اپنی شخصیت ہی تک محدود رکھا تھا۔ ملّا اور واعظین کی طرح اس کو تمام دنیا پر محیط کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے دل میں رشک و حسد کا مادہ نہ تھا۔ وہ دوسروں کے کلام اور فن کو سراہتے بھی تھے اور خاطر خواہ داد بھی دیتے تھے۔ مگر ان کے ہم عصر ہمیشہ ان کو رشک و حسد کی نظروں سے دیکھا کئے جس کی ذمہ دار ان کی مقبولیت تھی۔

○



مغلیہ اقتدار کی آخری شکست کئی معنوں میں ہندوستان کی تہذیبی اور
ثقافتی زندگی کے لئے اہم ثابت ہوئی۔ اگر ہندوستان انگریزوں کے قبضہ
میں نہ چلا گیا ہوتا تو کیا ہندوستانی زندگی جس زینہ پر کھڑی تھی اس میں تبدیلی
کا ہونا ممکن تھا یا نہیں، کیا دنیا میں عقلیت اور مادیت کا بڑھتا ہوا سیلاب
ہندوستان میں کوئی معاشی یا ذہنی انقلاب لاتا، کیا مغل اقتدار بہادر شاہ
کے بعد پھر زندگی کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دیتا جو کسی بہتری کا پیش خیمہ
ہوتا، ان تمام باتوں کا جواب دینا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ ہندوستان
کا کلچر (جو یقیناً مختلف مقامات پر اپنی مقامی خصوصیات اور مقامی تہذیب
کے باعث بدلا ہوا تھا۔) اس وقت آزمائش اور آویزش کے دور میں تھا۔
مشرق میں جدید علوم لوگوں کی ذہنیت بدل رہے تھے تو اودھ میں زرو
جواہر اور عیش و نشاط کی آخری تانیں زندگی سے آخری رس بھی چوس لینے کی
دعوت دے رہی تھیں۔ دہلی میں اپنی شکست کا احساس اور زندگی میں سے چونچال پن غائب ہونے

کے ساتھ پژمردگی کا احساس روز افزوں ترقی کر رہا تھا۔ جس پر قلعہ معلی کی مصنوعی ترنگ کی زندگی پردہ ڈال کر تھوڑی دیر کے لئے ایک کیف آور فضا پیدا کر رہی تھی۔ ذوقؔ اور غالبؔ بہادر شاہ ظفرؔ کی شان میں لمبے لمبے قصیدے کہہ رہے تھے مگر اس محدود زندگی کے دامن کو روز بروز سمٹتے اور سکڑتے بھی دیکھتے جاتے تھے جس کی حدیں روز بروز قلعہ کی دیواروں کے نزدیک چلی آرہی تھیں اور دلّی کی گلیوں کے باہر جس کا قیام مشکل دکھائی دیتا تھا اور یہی چیز اس دور کے لئے غالبؔ کی زبان میں دار و رسن کی آزمائش تھی۔ غالبؔ، مومنؔ، شیفتہؔ، آزردہؔ، مجروحؔ، نیرؔ، ظفرؔ اور سیکڑوں شعرا رات دن مشاعروں سے ایک ادبی فضا پیدا کئے ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ فضا قائم رہے مگر دل سب کے یہی کہہ رہے تھے کہ "نے وہ سرور و سور نہ جوش و خروش ہے" اور یہ سب درست تھا اس لئے کہ صرف فصاحت اور زور بیان پر جہان آباد کی بنیاد کا قیام تو ممکن نہ تھا۔ نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی، غلام قادر رہیلہ اور مرہٹے اس بات کو بارہا ثابت کر چکے تھے مگر شہد کی مکھیاں تھیں کہ چھتہ اجڑ جانے کے بعد محض بنیاد ہی سے لپٹ کر اسے مکمل چھتہ سمجھ رہی تھیں۔ داغؔ نے ایسے ہی ادبی اور سیاسی ماحول میں اپنی ادبی اور شعوری آنکھیں کھولیں۔

داغؔ نے شاعری کی ابتدا کی تو اس وقت غالبؔ اور مومنؔ، ذوقؔ اور بہادر شاہ ظفرؔ کا طوطی بول رہا تھا۔ یہ لوگ اپنے فن کی نہ صرف آخری منزلوں پر پہنچ رہے تھے بلکہ اپنے ساتھ انھوں نے پورے ادبی ماحول کو اس طرح ڈھال

لیا تھا جس کی تقلید کرنا اس دور کے ہر شاعر کا مطمح نظر بن گیا تھا۔ نئی راہیں نکالنا بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے اور خاص طور پر ایسے دور میں جب کہ لوگ غالبؔ کی گت بنتے دیکھ چکے ہوں۔ سنگلاخ زمینوں اور پیچیدہ خیالات کا چکر ایک طرف، لکھنؤ کی نئے طرز کی شاعری، دوسری طرف، نئی دنیا کے تقاضے تیسری طرف اور اپنا ماحول چوتھی طرف۔ اُردو شاعری عجیب شش و پنج میں گھری ہوئی تھی۔ استادی اور شاگردی کی روایت نے ہمیشہ اُردو شاعری کو تباہ کیا۔ اور اس وقت بھی یہی کام انجام دے رہی تھی حالانکہ لوگ جانتے تھے کہ تقلید کرنے والے نہ کبھی میرؔ بن سکے، نہ سوداؔ، نہ انشاؔ، نہ مصحفیؔ اور نہ مومنؔ غالبؔ اور ذوقؔ کا کوئی ہمسر ہو سکا، داغؔ نے ذوق کی شاگردی اختیار کی ماں کے گرد و پیش کا مطالعہ کیا، قلعہ معلیٰ کی تفریحی زندگی میں غوطے کھایا کئے اور ہوشیار ہونے کے باعث یہ بھی سمجھ گئے کہ شاعری کی بساط پہ اگر زندہ رہنا ہے تو کوئی نئی چال چلنی چاہیئے۔ چنانچہ جیسے جیسے ان کی زندگی اور تجربات بڑھتے گئے ان کی شاعری تقلید سے روز بروز ہٹتی گئی اور کیسا بھی سہی مگر اپنے لئے ایک نیا راستہ تلاش کرتی گئی جس میں موضوعات اور بیانات سب کا انداز بدلا بدلا سا نظر آنے لگا۔

اردو غزل میں موضوعات کے سلسلے میں نئے تجربے کرنا جدید دور سے پہلے تقریباً ممکن نہ تھا۔ زندگی کا جو ڈھانچہ میرؔ و سوداؔ کے زمانے میں تھا داغؔ کے دور تک پہنچ کر اس میں کوئی ایسی واضح تبدیلی نہیں ہوئی تھی جسے دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ داغؔ کے لیئے نئے راستے پیدا ہو گئے تھے۔ وہی وصل و ہجر کی داستانیں

رقیبوں کے تذکرے، معشوق کی بے وفائیاں اور اس پر فنا ہو جانے کے جذبے
بار بار گھوم پھر کر آتے اور جب اس میں صوفیانہ درخشندگی پیدا کی جاتی تو اس
پسپائیت میں افتخار کی جھلک بھی نمایاں ہو جاتی۔ یہ ایک طرح کی یکسانیت تھی۔
جس کی وجہ ہر دور میں محض روایت پرستی اور تقلید رہا کی ہے۔ داغؔ کے دور
میں بھی یہ چیز اسی طرح عام تھی۔ خانقاہوں میں بیٹھنے والے معشوق کے عشوہ
وغمزے، شراب وشاہد کا تذکرہ کرتے مگر ان راستوں اور اندازسے کماحقہ واقف
نہ ہوتے۔ ہجر کے تذکروں میں اثر انگیزی، عبادت الٰہی میں زندگی بسر کرکے ممکن
نہ تھی اس کا اظہار اسی سے ممکن تھا جو واقعی ان منزلوں سے گذرا ہو۔ داغؔ کے یہاں
ان کا تجربہ اور ادراک تھا۔ چنانچہ ان کے ایسے بیانات، روایت سے بالکل الگ
ہو گئے اور جب انھوں نے اسے دیدہ دلیری سے بیان کرنا شروع کیا تو سبھی ان
کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ماں اور خالہ کی زندگی، خود اپنے ابتدائی عشق میں کامیابیاں اور کبھی کبھی
محرومی، دربار رام پور میں طوائفوں کا ہجوم، بے نظیر کا میلہ، حجاب، نقاب اور
اختر جان سے قربت، نواب شمس الدین احمد خاں کے خاندانی اثرات اور پھر
زندگی میں فارغ البالی، انھیں تمام چیزوں سے داغؔ کی شاعری کا ہیولیٰ تیار
ہوا تھا۔ ان کی غزلوں میں انھیں تجربات اور تلخیات کی بازگشت گونجتی پھرتی
ہے۔ ظاہر ہے کہ ان معاملات میں موضوع کو کوئی بہت بڑا میدان ہاتھ نہیں
آسکتا تھا مگر داغؔ نے اس محدود موضوع میں جس قدر وسعت پیدا کرنے کی
کوشش کی وہ کوشش اگرچہ داغؔ کو بہت بڑا شاعر تو نہ بنا سکی مگر اس نے

لوگوں کو ان کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

داغ کے کلام میں ایسی باتیں ملنے لگیں جو دلی کے پٹے ہوئے طرز سے بہت کچھ مختلف تھیں ان سے پہلے معشوق کے اشاروں پر چلنا۔ اس کے لئے ذلیل و خوار ہونا، اس کی جھڑکیاں اور گھڑکیاں سہنا اور منھ سے کچھ نہ کہنا، غزلوں کا عام مذاق بنا ہوا تھا۔ صرف مومن کبھی کبھی معشوق سے برافروختہ ہو جاتے مگر داغ نے لوگوں کو معشوق سے باتیں کرنے کا نہ صرف طریقہ سکھایا بلکہ غزل کو معشوق سے برابر کی منزل پر ملنے کا سبق دیا۔ چنانچہ معشوق کی بارگاہ میں جب وہ آئے تو اپنے اور معشوق کے درمیان ایک ایسی منزل کے خواہاں ہوئے جہاں دوستی، اشتیاق اور شوق و ملاقات کا اظہار ہر دو جانب سے اس طرح ہونے لگا کہ مرد کی مردانہ شان بھی قائم رہے اور معشوق بھی محکوم معلوم نہ ہو۔ اردو شاعری میں یہ انداز تخاطب ولی سے لیکر داغ تک اور قدیم طرز میں داغ کے بعد بھی کہیں مجموعی طور سے نہیں ملتا۔ مومن نے اپنے بیان میں وہ تلخ نوائی پیدا کی کہ معشوق کو اچھا خاصا دشمن بنا لیا اور اس بے اعتنائی و سخت گیری کو خودداری سمجھ بیٹھے۔ مگر داغ نے جس انداز تخاطب اور رسم کی بنیاد رکھی وہ ان باتوں سے الگ تھی۔ رسم محبت نبھانے میں چرب زبانی سے کسی کے دل میں گھر پیدا کر لینا اور پھر اس کی دلجوئیوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ظاہر نہ ہونے دینا کہ عاشق اس کا کسی طرح محکوم ہے یا اس کے قبضہ میں نامناسب حد تک ہے، اس سے کسی حالت میں الگ نہیں ہو سکتا۔ ان تمام باتوں کا بھرم بھی توڑتے رہنا، یہ سب کا کام نہیں۔ داغ نے ان تمام راز دنیا زاور تجربات کی منزلوں کو اس

طرح طے کیا کہ اُردو شاعری میں اس کا جواب نہیں ملتا۔

ناروا کہئے ناسزا کہئے ۔۔۔ کہئے، کہئے، مجھے بُرا کہئے

دباؤ کیا ہے سُنے وہ جو آپ کی باتیں ۔۔۔ رئیس زادہ ہے داغ آپ کا غلام نہیں

دل دیں گے تو سو طرح کے دعوے بھی کریں گے
کس کا ہے اجارہ یہ کسی اور سے کہئے

کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو ۔۔۔ خوبرویوں سے جہاں خالی نہیں

تم کہتے ہو معشوق کا نوکر نہیں ہوتا ۔۔۔ عاشق بھی تو معشوق اطاعت نہیں کرتے

چاہت کا مزہ بعد ہمارے نہ ملے گا ۔۔۔ ہر شخص سے تم آپ کہو گے ہمیں چاہو

موت کو اے دلِ حزیں اور بہانے ہیں بہت
آئے جو اس کے ہاتھ سے، میری قضا کو کیا غرض

کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں ۔۔۔ دل بہل جائے گا کہیں نہ کہیں

جواب اس طرف سے بھی فی الفور ہو گا ۔۔۔ دبے آپ سے وہ کوئی اور ہو گا

جیسی مثالیں کہیں کہیں سے نہیں لی گئیں۔ جس نے بھی داغ کا کلام پڑھا ہے وہ ان کے انداز سے بخوبی واقف ہو گا۔ داغ کو یہ سبق چاہے مومن سے ملا ہو یا غالب

اور ذوق سے مگر داغ نے اپنے اس طرز بیان اور تمام بیانات میں اپنے لئے ایک نیا راستہ پیدا کر لیا۔ جو "لو اور سے اب لگائیں گے ہم جوں شمع تجھے جلائیں گے ہم"، "مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم"، سے بہت نازک فرق کے ساتھ الگ ہے۔ داغ اس للکار اور رجز کے قائل نہیں۔ وہ اپنا مطلب بہرحال نکالنا چاہتے ہیں ہاں اگر اس مطلب براری میں معشوق کو اپنے حسن کا احساس بددماغی کی حد تک پہنچانے لگتا ہے تو اسے تہدید یہ انداز میں داغ اپنے کمالات اپنی رسائی اور طبیعت کے انداز اور اس کی حقیقت سے بھی واقف کر دیتے ہیں اور یہ واقفیت معشوق کو اس طرز میں بہم پہونچاتے ہیں کہ ساری کدورت ہنسی میں تبدیل ہو کر ملاپ کی صورت میں ظاہر ہو جائے۔ اس کے لئے کبھی وہ رقیب کا سہارا لیتے ہیں کبھی معشوق کے ہرجائی پن سے اسے شرمندہ کرتے ہیں اور کبھی اپنی عظمت کا احساس دلاتے ہیں۔

تھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو
اور ہوتی ہے خطاوار کی صورت کیسی

پارسائی کا یقیں غیر کو دلواتے ہو
کہیں بھولے سے نہ آجائے تبسم مجھ کو

آپ کے سر کی قسم داغ کو پروا بھی نہیں
آپ سے ملنے کا ہوگا جسے ارماں ہوگا

نہیں ہوتی بندے سے طاعت زیادہ
بس اب خانہ آباد، دولت زیادہ

معشوق اور اس کے خریدار ہو گئے
اب داغ تیرے ہاتھ سے اے رشک مہ گیا

تم کو ہے وصل غیر سے انکار؟
اور جو ہم نے آکے دیکھ لیا!

تمھیں کہو کہ کہاں تھی یہ وضع، یہ ترکیب
ہمارے عشق نے سانچے میں تم کو ڈھال دیا

جو گذرتے ہیں داغ پر صدمے آپ بندہ نواز کیا جانیں

کیا کہا ؟ پھر تو کہو، ہم نہیں سنتے تیری
نہیں سننے، تو ہم ایسوں کو سناتے بھی نہیں

اس قدر ناز ہے تمھیں گویا کوئی دنیا میں خوبرو ہی نہیں

اے داغ اپنی وضع ہمیشہ یہی رہی کوئی کھینچا، کھنچے، کوئی ہم سے ملا ملے

ناز اعدا اٹھے گا مشکل سے دل بدل لیجئے مرے دل سے

اب کے کچھ منھ سے جو نکلا تو تمھیں جانو گے
داغ پھر مجھ کو نہ کہنا جو برا بھر نہ کہوں

چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لئے

ملاتے ہو اسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے
مری جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

غالباً اپنے اسی انداز کے لئے انھوں نے کہا تھا۔

میرا طریقِ عشق جدا ہے جہان سے چلتا ہوں چھوڑ چھوڑ کے ہر رہ گزر کو میں

"طریقِ عشق کیا جُدا تھا، حقیقت یہ ہے کہ اس کی پیش کش اور اس کا برتنا ضرور ایسا جُدا تھا کہ اُردو غزل گویوں کو اس کا احساس داؔغ کے بعد شعوری طور پر ہوا گو اس احساس کے بعد بھی اس طرح بنھا نہ سکے۔

داؔغ کے لئے کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے کلام میں مومنؔ کے طرز کی جھلکیاں ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ داؔغ بھی مومن کی طرح، معشوق کو جلی کٹی سنانے کے عادی تھے، اس سلسلے میں ابھی کچھ باتیں پہلے کہی گئیں۔ نہیں یہی نہیں بلکہ دونوں شعرا کی زندگی اور تجربات عشق میں بھی معتد بہ فرق تھا۔ مومنؔ کے عشق کی تمام کہانیاں تقریبًا پردہ نشینوں سے عشق کی کہانیاں ہیں مگر انھوں نے اپنے بیانات میں ان کی اس طرح پردہ دری کی ہے کہ مومنؔ کے گرد جو عظمت، اخلاق اور تہذیب کا ہالہ ہے وہ شگافتہ ہونے لگتا ہے۔ بعض اوقات تو بیانات کے جزئیات یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ مومنؔ، میر اثرؔ اور نواب مرزا شوقؔ[1] سے بھی آگے بڑھتے نظر آتے ہیں۔ داؔغ، مومنؔ سے بڑے شاعر نہیں ہیں۔ مگر معاملات عشق کے بیان میں انھوں نے بہرحال کافی احتیاط سے کام لیا اور ایک طوائف کی داستان بھی اس طرح بیان کی ہے کہ پوری مثنوی فریادِ داؔغ میں "شام" سے صبح تک وصال کے لطف
صبح سے شام تک جمال کے لطف

---

[1] ایک خیال یہ بھی ہے کہ شوق نے اپنی مثنویوں کی بنیاد، مومنؔ ہی کی مثنویوں پر رکھی تھی۔ ملاحظہ ہو تذکرۂ شوق مصنفہ عطاء اللہ۔ یہاں ہمیں صرف تقابل منظور ہے۔

سے آگے نہیں بڑھتے اور کیوں بڑھتے اس لئے کہ انھیں اپنی حسرتیں نکالنے کے موقعے
برابر ملتے رہتے۔ آگے وہی بڑھتے ہیں جو پرورشن PERUERSION کا
شکار ہوتے ہیں اور محض جنسیات کے کھلے ڈھکے تذکروں سے اپنے دلوں کو تسکین
دے لیتے ہیں۔ اگر داغ، منی بائی، حجاب، نقاب یا اختر کا تذکرہ اسی طرح
مزہ لے کر بیان کرتے تو کون ان کا قلم پکڑ سکتا تھا جبکہ اردو شاعری میں ایسی
مثالیں بھی موجود تھیں اور داغ عیاش، رنڈی باز سمجھے بھی جاتے تھے۔
حقیقت یہ ہے کہ جنسی کجردی اور مریضانہ ذہنیت انھیں لوگوں میں زیادہ
ملتی ہے۔ جو بہ ظاہر اخلاق و تہذیب کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں مگر ان کے
دلوں میں بدمعاشی کرنے کا چور دبا بیٹھا ہوتا ہے۔ آدمی ہر حال میں گوشت و
پوست کا مجموعہ ہے۔ وہ فرشتہ نہیں ہو سکتا۔ جب بھی وہ فرشتہ بننے کا دعویٰ
کرنے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے اپنے عیوب اور خواہشات نفسانی
پر ظاہری خول چڑھا لیا ہے۔ داغ کے یہاں اس بات کا نہ کہیں دعویٰ ملتا
ہے اور نہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کو الگ کرنا چاہتے تھے۔ ان کے یہاں عریانیت
کے موقع بھی آتے ہیں مگر انھیں اس طرح اشاروں اور کنایوں میں بنھاتے
ہیں کہ صرف مریضانہ ذہنیت اور "پرورٹڈ" انسان ہی کوئی گندہ خیال لا سکتے
ہیں۔ داغ کے تمام دواوین الٹ ڈالنے پر بھی کوئی شعر ایسا نہیں ملے گا
جسے ہم لذتیت اور فحاشی کی مثال کہہ سکیں۔ انتہا پسند خیالات کا تو کہیں
جواز نہیں۔ کچھ لوگوں کو محض غزل کا نام ہی جنسیات کے تمام منزلیں
طے کرا دیتا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک غزل میں اس کے علاوہ

اور کسی چیز کا بیان نہیں ہوتا۔ داغ بیچارہ اپنی جسارت کے باعث فحش گو اور رنڈی باز شاعر مشہور رہ کر رہ گیا۔ کسی نے اپنے اخلاق کا پول کھلتے دیکھ کر اسے بدنام کیا۔ کوئی اپنی شہرت ختم ہوتے دیکھ کر اسے بُرا بھلا کہنے لگا۔ اور بہت سے اس کی طرح اپنے بیانات میں گرمی نہ پیدا کر سکنے کے باعث اس کے دشمن بن گئے۔ انصاف اس کے ساتھ کسی نے نہ کیا۔ داغ کو اگر، اس کی نفسیات، ماحول اور زمانے نے چھوڑ دیا ہوتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں بڑے شاعر ہونے کی صلاحیتیں نہیں تھیں تاہم جس میدان کو غلط صحیح اس نے اپنایا، آج بھی اس میں وہ مرد میدان بنا ہوا کھڑا ہے۔

ہاں تو مومن کے معشوق اور داغ کے معشوق میں بس یہی فرق ہے۔ مومن بگڑتے ہیں تو ہر طرح سے اپنی خفگی کا اعلان کرتے ہیں ملتے ہیں تو بوس و کنار سے بند شلوار تک پہونچ جاتے ہیں اور داغ کی خفگی "کہئے کہئے مجھے بُرا کہئے"، کہہ کر معشوق کو جھینپاتی بھی ہے۔ صاف کہہ دو کسی سے ملنا تھا، کہہ کر اس کے ہرجائی پن کو بھی ثابت کرتی ہے۔ اور "بہت دیر کی مہرباں آتے آتے" کہہ کر اس سے اپنا رشتہ بھی توڑنا نہیں چاہتی وہ معاملات عشق کے بیان میں کہیں کیس ہسٹری نہیں بیان کرنے لگتے۔ ایک ماہر جنسیات مول (MOLE) کا خیال ہے کہ انسان میں جنسی خواہش صرف دو باتوں کے لئے پیدا ہوتی ہے ایک تو مادہ کے اخراج اور دوسری جسمانی ملاپ کی خاطر اور جب ان دونوں کی تکمیل ہو جاتی ہے تو جسم کے تناؤ میں ایک طرح کا سکون محسوس ہونے لگتا ہے اور شدت کم ہو جاتی ہے

اکثر یہ تناؤ فحشیات کے بکنے سے بھی کم ہو جاتا ہے۔ داغ کی زندگی میں ان دونوں باتوں کی تکمیل ہو چکی تھی اور برابر ہوتی رہتی تھی اسی واسطے آبرو، جرأت، انشا، اور رنگین کی طرح انھیں ایسی باتوں کو لذت لے کر بیان کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ہاں بوس وکنار کی شاعری داغ کے یہاں ضرور ملتی ہے۔

داغ کوئی بلند نظریہ حیات نہیں رکھتے تھے اور نہ رکھ سکتے تھے۔ وہ فلسفی نہ تھے صرف شاعر تھے اور وہ بھی جذبات کے شاعر، ایسے جذبات جن میں زیادہ گہرائی نہ تھی۔ زندگی کی وسعت اور پھیلاؤ، اس کی گوناگوں صلاحیتیں اُن کو بروئے کار لانا اور انھیں کسی تعمیری مقصد کے لئے استعمال کرنے کا خیال اسی کو ہو سکتا ہے جو زندگی کی تگ ودو میں عمل کی چٹانوں سے ٹکراتا رہتا ہو یا ٹکرایا ہو۔ داغ کو نہ کبھی اس کا موقع ملا اور نہ کبھی ان کی زندگی میں ایسے نشیب و فراز آئے یہی وجہ ہے کہ گو انھوں نے غالب کی آنکھیں دیکھی تھیں مگر ان کی فکری روایات کو برقرار نہ رکھ سکے انھیں اگر کچھ غم ہستی تھا تو بس اس قدر کہ کس طرح "وہ سراپا حجاب ہم سے ملے"، یا یہ کہ افسوس اب اس دنیا میں یہی سب لذتیں حاصل کرنے دوبارہ نہ آسکیں گے۔ وہ محض اپیکیور (EPICURE) تھے۔ اس دنیا کے بعد ان کے سارے مزوں اور ان کی ساری لذتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی دوسری دنیا ہے تو اس میں یہ تابانی، یہ درخشندگی اور رنگینی ممکن نہ ہوگی۔ وہ چاہے حور اور جنت کے بھلے ہی قائل رہے ہوں۔ مگر اس بات کے یقیناً منکر تھے کہ جنت میں انسانی دنیا کے بھی عیش و مزے

ہو سکتے ہیں۔ انھیں اس مادی دنیا سے جتنا پیار تھا اتنا جنّت سے نہ تھا۔ اس سلسلے میں ان کی غزلوں میں تمام اشعار بکھرے پڑے ہیں جو نہ رندی اور شوخی کے اظہار کے لئے کہے گئے ہیں نہ شاعرانہ روائتوں کو برتنے کے لئے۔

لاگ ہو یا لگاؤ ہو، کچھ بھی نہ ہو تو کچھ نہیں
بن کے فرشتہ آدمی، بزم جہاں میں آئے کیوں

بتوں کے بدلے جو حوریں ملیں تو خاک ملیں
ہمارے واسطے باغ ارم میں کچھ بھی نہیں ہے

کیوں آدمی کو عالم بالا کی ہو ہوس — بڑھ کر نہیں زمین سے کچھ آسماں کی سیر

فرشتے بھی دیکھیں تو کھل جائیں آنکھیں — بشر کو وہ جلوے دکھائے گئے ہیں

خواب میں دیکھ لیا خلد کو ہم نے واعظ — اجی بس بیٹھو وہاں لطفِ بشر کچھ بھی نہیں

نہ اندر کا اکھاڑہ ہے، نہ ایسی قاف کی پریاں — حسینوں کا اکھاڑہ خوب نینی تال میں دیکھا

ہزاروں تارک دنیا جہاں میں دیکھے ہیں
جہاں میں تارک جنّت، وہ کون ہے؟ میں ہوں

بہت جلائے گا حوروں کو داغ جنّت میں — بغل میں اس کے دہاں ہند کی پری ہوگی

کرنا ہے کارخانۂ دنیا میں کچھ نہ کچھ — انسان کو پڑی ہوئی روز جزا کی ہے

شوق میں جنت کے ہے مٹی خراب　　چین سے دنیا میں کیا آدم رہے

کب تری طرح میسر ہوئے دنیا کے مزے　　آنکھ کھولی تو فقط حور نے جنت دیکھی

کون تسنیم کی چھینٹوں پہ عبث شاد رہے　　کچھ کمی یاں کبھی نہیں میکدہ آباد رہے

حوروں سے ملا لوں میں کسی شوخ کی صورت
دم بھر کو اگر چرخ سے جنت اتر آئے

واعظ یہی نہ کہہ دے کہ پیدا ہی کیوں ہوئے
دنیا میں آئیں اور رہیں یا کہا نہ ہم!

جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں　　ایسی جنت کو کیا کرے کوئی

نہیں مرنے کا اپنے غم، یہ غم ہے　　کہ پھر آنا نہ ہوگا اس جہاں میں

زندگی میں اگر کوئی چیز ان کے لئے پریشان کن ہو سکتی ہے تو وہ عارضی طور پر بے زری کا خیال مگر یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ جب حیدرآباد میں فانی کو آسودگی نہ مل سکی وہاں داغ گلچھرے اڑاتے رہے کلکاریاں بھرتے اور "بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد است"، کے رنگین خیالات سے افکار کے دفتر بے معنی کو اختر بائی اور منی بائی کی محبت کی شراب میں ڈبوتے رہے ایسی صورت میں زندگی کے متعلق کوئی سنجیدہ اور الگ نظریہ کیسے قائم کرتے۔

اُن کا نظریۂ حیات، جاگیردارانہ سماج اور دربار سے مستنبط تھا جو کبھی کبھی اپنی سطح سے ایک محدود دائرے میں بلند ہو جاتا مگر اپنی پرواز نامناسب سمجھ کر پھر اسی میں مدغم ہو جاتا۔

داؔغ کا سماج ایک ایسا سماج تھا جہاں شخصیت پرستی اور خود غرضی کا سبق ملتا تھا، جہاں فرد کی اہمیت ہر جماعتی نظام سے برتر سمجھی جاتی اور انگریزی حکومت اسی میں اپنی بقا بھی سمجھتی۔ داغ، عورت کو سوا سرمایۂ تفریح کے اور کبھی کچھ نہ سمجھے، اس کا سبب یہی سماج تھا جہاں عورت کی یہی منزل متعین کی گئی تھی۔ زندگی کی ہر منزل پہ سماج کے ساتھ ساتھ پیداواری رشتوں اور کسبِ معیشت کرنے والوں ہی کو اہمیت حاصل ہوا کرتی ہے۔ عورتوں کا کام چہار دیواری میں بند رہنا —— مردوں کی کمائی پہ بسر کرنا اور ان کی خوشی اور نفرت میں اپنی خوشی اور نفرت بھی شامل کر دینا تھا جیسا کہ آج بھی ہے۔ یہی عورت کی سماجی قدر و قیمت تھی اور اس وقت تک رہے گی جب تک کہ مردوں کی طرح کسبِ معیشت میں ان کا ہاتھ بھی نہ ہوگا۔ داؔغ بھلا اُس دور میں کیسے عورتوں کی سماجی اہمیت کا ادراک کر لیتے جیسا کہ ہمارے کچھ نقادوں کو داؔغ سے شکایت ہے۔ داؔغ نے یہ ضرور کیا کہ عورت کو میرؔ اثر کی زبان میں "لڑ بھڑ کے صاف ہو جانے سے آگے بھی اہمیت دی۔ زندگی کو داؔغ جس عینک سے دیکھ رہے تھے اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا۔ وہ نہ کوئی بڑے مفکر تھے، نہ سیاست داں اور نہ ماہر سماجیات اور نہ ان میں ان تمام باتوں کی صلاحیت تھی۔ وہ یہ بھی

نہیں سوچ سکتے تھے کہ زندگی کسی منظم سانچے کے تحت تبدیل ہو سکتی ہے۔ اتفاقات اور سماجی رشتے نظام زندگی کو درہم و برہم کیا کرتے ہیں اور جو اس چکر میں آ گیا اس کا بننا یا بگڑنا لازمی ہے۔ کبیر سے لے کر غالب تک یہی کچھ ہندوستانی دیکھتے اور سنتے چلے آتے تھے مگر ان قوتوں کو کسی سائنٹیفک طریقہ سے نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ مقدر اور اتفاقات کہہ کر اپنی تسکین کر لیا کرتے اور تصوف کا شکار ہو جاتے۔ داغ بیچارے اپنی زندگی اور طرز زندگی کے ہاتھوں تصوف تک نہ پہنچ سکے۔ ان میں نہ وہ سنجیدگی تھی اور نہ اتنی پہنچ اور اچھا ہی ہوا کہ انھوں نے اس کی کوشش بھی نہیں کی ورنہ ان کا بھی وہی حال ہوتا جو استاد ناسخ کا ہوا تھا جنھوں نے ڈنڑ بیٹھک اور اپنی چار پانچ سیر خوراک چھوڑ کر فاقہ کشی اس لئے شروع کر دی تھی کہ ان کی شاعری میں درد پیدا ہو جائے۔

عورت داغ کے لئے ضروریات (NEED) نہیں رہ گئی تھی بلکہ عیش و نشاط (LUXURY) میں تبدیل ہو گئی تھی۔ یوں دنیا کی ہر نفیس اور خوبصورت چیز سے انھیں پیار تھا مگر خوبصورت عورت کو ان تمام چیزوں پر تفوق حاصل تھا۔ ان کی آخری عمر جب جنسیات کے سلسلے میں ہلکی ہونے لگی تو چند حسین طوائفوں کو انھوں نے نوکر رکھ لیا تھا اور محض گانا سن کر بہ تلذذ حاصل کر لیتے مگر اس کے بغیر ان کی زندگی میں بے پناہ بے کیفی پیدا ہو جاتی۔ وہ کہیں بھی کسی ایک عورت پر ہمیشہ کے لئے مرمٹنے کے قائل نہ تھے۔ شاید اس جذبہ کو بھی وہ ایک طرح کی جنسی بیماری

سمجھتے تھے۔ ان کے یہاں عشق کی کڑیوں کا ایک تسلسل ضرور ہے۔ ایک وقت میں ایک عشق کا ایک مخصوص کینوس بھی ہے اور اس درمیان میں رخنہ اندازی نہیں کی جا سکتی مگر ایک تسلسل کی تکمیل کے بعد رفتہ رفتہ وہ دوسری منزل میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اس کا تسلسل انھیں تکمیل تک کھینچ لے جاتا ہے۔ اس درمیان میں ان کے انہماک میں وہی شان اور تڑپ رہتی ہے جو مثالی عاشق کے نمونوں میں کبھی کبھی مل جاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ داغؔ اپنے کو ہرجائی کہتے ہوئے بھی ہرجائی نہیں ہوتے اور عشق کا معصوم جذبہ تحقیر و تذلیل کی سرحدوں میں قدم رکھنے سے بال بال بچ جاتا ہے۔ وہ ایک وقت میں ایک ہی عشق کے قائل ہیں۔ حجاب، نقاب، اختر بائی اور عمدہ جان سب کے عشق کی منزلیں اسی طرح طے ہوتی ہیں۔ اگر تسلسل کی یہ کڑیاں اپنے اختتام پر فطری طور پر نہ پہنچتیں تو داغؔ کی شاعری میں نہ یہ اثر ہوتا نہ ایسا چونچال پن، نہ وہ باتیں جو کبھی کبھی دلوں میں اتر کر گریبان گیر ہو جاتی ہیں۔

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے	اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے
مٹ گئے عشق میں گھر سیکڑوں ویراں ہو کر	پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوراں ہو کر
کہو کیا کروگے میرے وصل کی	جو مشہور جھوٹی خبر ہو گئی
اس کی چتون نظر میں پھرتی ہے	اک چھری سی جگر میں پھرتی ہے
دل چرا کر نظر چرائی ہے	لٹ گئے، لٹ گئے دہائی ہے

رہ گیا عرش سے آگے جا کر | ہائے عالم مری تنہائی کا
لے شبِ وصل غیر بھی کاٹی | ہم کو تو آزمائے گا کب تک

جیسے اشعار اسی محدود اور متعین انہماک کا نتیجہ ہیں۔

داغؔ کی شاعری محض جذبات اور رمز وکنایات کی شاعری نہیں ہے۔ جذبات کی اس میں فراوانی ضرور ہے۔ جو اکثر سطحی ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ جیسے بھی ہوتے ہیں ان کی غزلیں ان سے خالی نہیں ہوتیں۔ عام طور پر یہ عشقیہ جذبات ہی ہوا کرتے ہیں۔ جو ایک سیال حالت میں داغؔ کی غزلوں میں دوڑتے پھرتے ہیں۔ جنھیں طرح طرح سے رنگ بدلتے دیکھ کر پڑھنے والا کبھی بچوں کی طرح اچھل پڑتا ہے، کبھی آزردہ ہو جاتا ہے۔ کبھی ان خیالات کو اپنے دل کی گہرائیوں میں ڈھونڈھنے لگتا ہے اور کبھی داغ کی بے پایاں شہرت مگر ان کی شاعری میں تفکر کی کمی اُسے مایوسی کا شکار بنا دیتی ہیں۔ احساسات کی گہرائی اور فکری عناصر ان کی غزلوں سے مجموعی طور پر ہمیشہ دور نظر آتے ہیں مگر ان کی غزلیں، پڑھنے والے کی کشش کا مرکز بنی رہتی ہیں۔ حالانکہ نہ اس میں تجسس کی وہ CRAVING ہے اور نہ کہانی کا 'پھر کیا ہوا' ہے۔ ایک کہانی بے چارے نے لے دے کر فریادِ داغؔ میں شروع کی تو اس میں بھی ان تمام باتوں کا دور تک پتہ نہیں ملتا۔ خود ہی بیان کرتا ہے اور ماتم کے الفاظ میں خود ہی ہنس لیتا ہے۔ پڑھنے والا اکثر پریشان ہو جاتا ہے کہ باغ کی ہم بہار لوٹیں گے داغؔ کی ہم بہار لوٹیں گے، میں دھرا ہی کیا ہے مگر داغؔ کے ساتھ چلتا ہی رہتا ہے۔ اقبالؔ نے اس کی توجیہہ

"تھی زباں داغ پر وہ آرزو جو دل میں ہے، یعنی یہ لیلیٰ وہاں بے پردہ یاں محمل میں ہے"
کہہ کر کی تھی۔ مگر اس کے علاوہ داغ کی شاعری میں دلکشی کا سبب ایک خاص قسم کا انداز بیان ہے جس نے ایسے محدود اور سطحی موضوع کو جسے داغ نے اپنے طرز میں اپنایا، اس خوبی سے پیش کیا کہ داغ کو گالیاں دینے والا بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آخر داغ نے یہ انداز بیان سیکھا کہاں سے؟ ذوق، غالب اور قلعۂ معلیٰ نے تو اسے شاعری کی راہ پر لگا دیا۔ قاموس و لغات کا ایک ذخیرہ دے دیا۔ اور روزمرّے سکھا دئے۔ خود شاعری کر کے اور سُنا کے، شعر و سخن میں استادی کی راہ پر چلنا بتا دیا۔ داغ نے سب کی باتیں سنیں، کچھ سیکھیں بھی مگر جب برتنے کا وقت آیا تو ایک نئے راستے پر کیوں چلے گئے؟ اس کا جواب بھی داغ کی زندگی، داغ کی طبیعت کا بے ساختہ پن اور چونچال پن ہی دے گا۔ غالب کا یہ جملہ داغ کے لئے ایسے موقع پر نہیں بھولنا چاہئے۔

"داغ نہ صرف اردو کو پال رہا ہے بلکہ اُسے تعلیم بھی دے رہا ہے۔"[۱]

داغ کی جو زندگی تھی اس میں بے ساختہ پن، حاضر جوابی اور ساتھ ہی ادب و آداب کو بڑا دخل تھا۔ اس کے علاوہ طرفین کو دل کے چور کی پردہ پوشی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ نہ رسوائی کا وہاں سوال اٹھتا تھا اور کھلنے کھِلنے میں کوئی فائدہ مترتب ہوتا نظر آتا تھا۔ بقول شخصے "کھری مزدوری خاصہ کام"

---

[۱] آئینۂ داغ صفحہ ۲۲ مصنفہ نثار علی شہرت۔

ہی اس محفل میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو حجاب آخر عمر میں نکاح کر لینے کے بعد بھی محض وافر رقم نہ پہنچ سکنے پر داغؔ کو اس حالت میں چھوڑ کر کلکتہ نہ چلی جاتیں۔ سورت کی اختر جان اتنی تنخواہ پانے کے باوجود ایک دوسرے شخص کے ساتھ، جہاں آمدنی کی زیادہ گنجائش ہو سکتی تھی، نہ بھاگ جاتی۔ پھر داغؔ آخر پردہ داری سے کیوں کام لیتے نتیجہ یہ تھا کہ اس طرح سے سوچنا اور لکھنا، ان کی فطرت ہی بن گیا تھا۔ اپنے جذبات کا ابال، اپنے اسی مخصوص انداز میں جس کا سکہ ان کے معشوقوں کی محفل میں رائج تھا اور جس انداز تخاطب اور جن کنایوں کو وہ سمجھ سکتے، داغؔ نے پیش کیا۔ داغؔ بیچارے میرؔ کا نظریۂ عشق اور ان کا انداز بیان لے کر کیا کرتے۔ نہ زمانے نے انھیں مصائب کی بھٹی میں تپنے کا موقع دیا، نہ پراگندہ روزی پراگندہ دل رہے اور نہ ان کی اپنی دنیا میں محبت سلیقے سے نبھائی جا سکتی تھی "تم نہیں اور سہی، اور نہیں اور سہی"، ہی اس دنیا کا وتیرہ تھا۔ تفکر اور گہرائی کی کوشش کر کے داغؔ گھاٹے میں رہتے۔ ان کا کام صرف چلتی ہوئی زبان اور باتوں سے حل ہونا تھا۔ کبھی کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ داغؔ کو مقصد برآری، اپنی شاعری سے زیادہ عزیز تھی میرؔ کو اپنے فن کی عظمت کا احساس تھا۔ وہ اپنے فن کو کسی قیمت پر نہیں بیچ سکتے تھے۔ داغؔ نے فن کو اپنے حصول مطلب کا ذریعہ بنایا تھا۔ زمانے کا لحاظ ان کی نظر میں کوئی وقعت نہ رکھتا کیونکہ اس سماج میں داغؔ کی نسلی حیثیت اتنی مستحکم بھی نہ تھی کہ وہ نواب شمس الدین احمد خاں کے جائز فرزند تصور کیے جاتے۔ داغؔ کے ذہنی پس منظر میں یہی سب باتیں

کام کر رہی تھیں۔ یہ بے دھڑک پن یہیں سے ابھرا تھا اور لوگ اسی لئے داغ کے ہم نوا ہو جاتے کہ ہم یہ باتیں نہیں کہہ سکتے مگر ایک شخص ہے جو ہماری باتوں کو اسی مزے کے ساتھ بیان کرتا جاتا ہے جس مزے سے ہم اسے محسوس کر رہے ہیں۔

لے لئے ہم نے لپٹ کر بوسے ۔۔۔ وہ تو کہتے رہے ہر بار یہ کیا

جلوے کے بعد وصل کی خواہش ضرور تھی ۔۔۔ وہ کیا رہا جو عاشق دیدار ہی رہا

ہائے وہ دن کہ میسر تھی ہمیں رات نئی ۔۔۔ روز معشوق نیا روز ملاقات نئی

ہم ساتھ ہو لئے تو کہا اس نے غیر سے ۔۔۔ آتا ہے کون اس سے کہو یہ جُدا چلے

ناز اعدا اٹھے گا مشکل سے ۔۔۔ دل بدل لیجئے مرے دل سے

اس طرح کے اقرار اور بیانات میں داغ کو قطعی تکلف نہیں ہوتا۔
غزل داخلی شاعری ہے۔ اس میں پراگندگی بھی ہے اور پریشاں نظری بھی۔ ایسی حالت میں اس صنف میں دلچسپی اور وابستگی پیدا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ قاموس و لغات یا بہت بڑے فن کا استعمال ہی عظمت منوا سکتا ہے اور جب یہ فن عوام کے دلوں کو دکھ درد اور ذوق سلیم کے ساتھ چھو لیتا ہے تو جگ بیتی بیان کر کے لوگوں کے دلوں میں ایک نشتریت کے ساتھ اتر جاتا ہے لوگ سر دھننے لگتے ہیں۔ اور اس سر دھننے میں دل کی بلند آہنگی، کراہ، شاعر کی عظمت سب کچھ سننے والوں میں نظر آتے ہیں۔ سننے والا کبھی ایک آہ

کر کے خاموش بھی ہو جاتا ہے۔ یہ سب باتیں بہت بڑی چیز ہیں سہی مگر انسان ہر وقت اسی احساس میں نہیں ڈوبا رہ سکتا۔ احساس کی اس کشیدگی کو کم کرنے کے لئے کبھی کبھی محض دل بستگی کی بھی ضرورت ہوتی ہے چاہے وہ تھوڑی ہی دیر کے لئے کیوں نہ ہو، جو زندگی کے ان گوشوں کو بھی منور کر دے جو نیم مردہ ہو رہے ہوں۔ مگر غزل میں یہ کام سخت مشکل ہے اس لئے کہ ذرا سا قدم ڈگمگایا اور شاعر یا تو ظریف ہو جائے گا یا ہزال۔ جو یہ بھی نہ چاہتا ہو اور بلند آہنگی اس کے بس کا کام نہ ہو وہ کیا کرے۔ داغ کے لئے یہی سب دقتیں درپیش تھیں۔ بلند آہنگی، میرؔ، دردؔ اور غالبؔ کے بعد ان سے ممکن نہ تھی۔ ان کے موضوع اور فن کا نظریہ ایپکیورین۔ شاعر وہ غزل کے، مثنوی نگار ہوتے تو بہر حال واقعات ہی کا سہارا لے کر سنبھالے جاتے۔ چنانچہ غزل میں انھوں نے اپنا مطلب، چند مخصوص چیزوں پر زور دے کر اور ایک تسلسل پیدا کر کے، حاصل کر لیا جس نے چھیڑ چھاڑ، کا روپ دھار لیا۔ داغ کی غزلوں کو مسلسل پڑھتے جائیے تو رقیب، معشوق، عاشق اور خود داغ کے مذاق کی ایک سیریز سی تیار ہو جاتی ہے جو ایک قصہ نما خاکے کی طرح ان کی غزلوں میں متحرک نظر آتی ہے اس خاکے کے بننے والے یہی دو چار کردار ہیں جو عام ہونے کے باوجود داغ کے یہاں ایک خاص رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔

داغ کے یہاں رقیب کی آمد کا اہتمام اپنے پیشروؤں سے زیادہ ہے۔

ان کا رقیب بہ سبیل تذکرہ یا محض ویلن (VILLAIN) کا پارٹ ادا کرنے نہیں آتا۔ اس میں بہت سی اچھی باتیں بھی ہیں جن کی داغ تعریفیں بھی کرتے

ہیں۔ معشوق سے وہ ملتا ہے، اکثر داغ کے مقابلے میں اسے ترجیح بھی دی جاتی ہے
مگر کبھی کبھی وہ اپنی حماقت سے یہ سمجھتا ہے کہ معشوق اس سے محبت کرتا ہے
اور نادانی میں اس کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے۔ داغ اس پر رحم کھاتے ہیں۔
اور اسے معشوق کی عادتوں سے واقف کرتے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی اس کے
دوست بھی بن جاتے ہیں۔ کبھی رقیب کو بھی داغ کی حالت دیکھ کر صدمہ
ہوتا ہے۔ اور نالہ وشیون میں وہ ان کا مددگار بن جاتا ہے۔ انسانی ہمدردی
کا یہ رخ داغ کی غزلوں میں شعوری طور پر ابھرتا ہے۔ داغ غالبًا یہ محسوس کرتے
ہیں کہ اس میں رقیب کا کیا قصور ہے آخر اس کے سینے میں بھی دل ہے۔ داغ
کا معشوق اگر پردہ نشین ہوتا، یا وہ سلیقہ سے محبت نبھا کر تمام عمر اپنے کو ناکامیوں
کے حوالے کر دیتے تو شاید رقیب میں انھیں یہ دلربائیاں نظر نہ آتیں۔ حقیقت
یہ ہے کہ عشق کی جس دنیا سے داغ کا تعلق تھا وہاں کتنے ہی سودے اس طرح
کے ہوا کرتے یہاں تک کہ رقابت کا احساس کم از کم سوہان روح نہ رہ جاتا۔
ہر وقت یہ خیال رہتا کہ معشوق آج نہیں تو کل کسی نہ کسی کے گھر پڑ ہی رہے گا۔
اس لئے کہ طوائفوں کی دنیا میں آخری اور انتہائی دور اندیشی کا سودا یہی
سمجھا جاتا ہے کہ جب جوانی کی دوپہر ڈھلنے لگے تو کوئی موٹی اسامی دیکھ کر
اس کے گھر پڑ رہو۔

داغ نے اور لوگوں کی طرح محض خیالی تصور رقیب کا نہیں پیدا کیا تھا۔
بلکہ اس طرح کے واقعات ان پر گذر چکے تھے۔ خود منی بائی، حجاب، جن کے
عشق و محبت کی داستان داغ نے ہر جگہ بیان کی ہے۔ انھوں نے داغ

سے بے وفائی کی اور بالاعلان نواب حیدر علی خان والئی بلسی ضلع بدایوں سے تعلقات بڑھائے اور یہی نہیں بلکہ مولوی آل احمد نامی شخص کے گھر پڑ رہیں جس کا تذکرہ داغ نے اپنے ایک خط میں کیا ہے جو ملکہ جان مادر گوہر جان کو کلکتہ لکھا گیا تھا[1]۔ یہی وجہ ہے کہ داغ کے یہاں رقیب کا تذکرہ بہت جاندار ہے۔

جب وہ ناداں عدو کے گھر میں پڑا
داغ، اک داغ کے جگر میں پڑا

کچھ اور دل لگی نہیں اس خوش نصیب سے
ہم جانتے ہیں کھیلتے ہو تم رقیب سے

کچھ تذکرہ رنجش معشوق جو آیا ::
دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے

بلائے عشق تو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو
مرا رقیب بھی رویا گلے لگا کے مجھے

محشر میں کون ہوگا کرم کا ترے گواہ
گر غیر بھی ہمارا طرف دار ہو گیا ::

وہ اس ادا سے وہاں جا کے شرمسار آیا
رقیب پر مجھے بے اختیار پیار آیا

زمانہ دوستی پر ان حسینوں کے نہ اترائے
یہ عالم دوست اکثر دشمن عالم بھی ہوتے ہیں

سنتے ہیں اے داغ ہم اس بت سے بگڑا ہے رقیب
غیب سے سامان دیکھو تو خدا نے کیا کیا

ہرا دران کو (حجاب کو) میں نے ملنے کو بلایا۔ لکھتے لکھتے انگلیاں گھس گئیں، دفتر سیاہ ہو گئے مگر وہ نہ آئیں۔ مجبوراً ایک زمانۂ دراز کے بعد اپنے دل بہلانے کی صورتیں بہت سی نکال لیں اور وہ بھی مولوی آل احمد صاحب کی پابند ہو گئیں۔ یاس کلی ہو گئی (ملاحظہ ہو زبان داغ، مرتبہ رفیق مارہروی صفحہ ۲۷)

داغؔ کا رقیب مشین کی طرح کام نہیں کرتا۔ اس میں ہمدردی کا جذبہ بھی ہے جس سے داغ اکثر فائدہ اٹھالیتے ہیں۔ وہ معشوق سے خفا بھی ہو جاتا ہے جو داغؔ کے حق میں بھلائی کا کام ہوتا ہے۔ اس میں کافی لچک بھی ہے۔

اسی طرح ان کے معشوق کی جو تصویر ابھرتی ہے وہ محض ظالم اور سفاک، دل چھین لینے والے اور وعدہ وفا نہ کرنے والے ہی کی تصویر نہیں ہوتی جس کے غم میں عاشق ہر وقت روتا، بسورتا رہے۔ داغؔ کا معشوق وعدہ بھی وفا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ داغؔ کی شاعری میں غم ہجراں کے بادل شاید کبھی گہرے نہیں ہوتے۔ یہ صرف ایک مقنع کی طرح لہراتے ہیں۔ جس کے پیچھے کامیابی کا مسکراتا ہوا چہرہ اچھی طرح دیکھا جا سکتا ہے۔

داغؔ نے آخر اردو غزل کی روایت کو کیوں نہیں اپنایا۔ اس کے معنی یہ تو نہ ہوئے کہ جو غم ہجراں کا رونا روتے تھے انھیں کبھی وصل نصیب ہی نہ ہوا ہوگا۔ جنسی تسکین بہت کچھ شدت کو کم کر دیتی ہے اور اس کی تشفی تو شاید ہی نہ ہوتی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کچھ تو یہ رونا محض مشاعرہ بازی کے لئے ہوتا، کچھ تصوف کے ناتے اور کچھ اپنے دل کے چور کو شاہراہ عام پر لاتے ڈرتے رہنے کے سبب تھا۔ داغ بیچارہ اس افلاطونیت کا قائل نہ تھا۔ وہ جو کچھ اپنی روزانہ کی زندگی میں ایسے لمحات میں کرتا اسے ایک حدِ اعتدال کے ساتھ آپ کے گوش گذار کر کے شاید اپنی کامیابی کی داد بھی چاہتا تھا۔ اگر داد نہیں تو کم از کم اپنی خوشی میں آپ کو شریک تو کر ہی لینا چاہتا تھا اور اگر کوئی شریک نہ ہونا چاہے تو کم از کم اس

کیساتھ ایک زوردار قہقہہ تو لگا ہی لے۔ داغ نے جو تصویریں، اپنی، معشوق کی، رقیب کی پیش کیں وہ کچھ اسی قسم کی تھیں جن کی تکمیل کے لئے اس نے اپنے مخصوص بیان اور لہجہ کے ساتھ اس زبان کا بھی سہارا لیا جو اس کے ایسے مقاصد کو اسی زور اور شدت کے ساتھ بیان کر سکے۔ اور اس زبان پر ایسی کڑی نظر رکھی کہ بعض حلقوں میں اسے محض زبان طرز ادا اور محاورات ہی کا شاعر سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہ سرمایہ اس سے لے لیا جائے تو بعض لوگوں کے نزدیک وہ شاعر بھی مشکل سے رہ جاتا ہے۔

داغ کی زبان واقعی ایک الگ اور اہم موضوع ہے۔ دلّی کی زبان کو ہمیشہ سربلندی اس وجہ سے حاصل رہی کہ اردو شاعری نے اسی گرد و نواح میں اسی زبان میں ارتقا کی منزلیں طے کیں۔ شعرائے دہلی کو اسی سبب سے اجتہاد کا خیال روز نئے نئے تجربے کرنے پر مائل کئے رہتا اس لئے کہ نفسیاتی طور پر یہ اس احساس میں گرفتار نہ تھے کہ کہیں ہم ایسی زبان استعمال نہ کر بیٹھیں جو اب اسٹینڈرڈ نہ ہو اس لئے کہ یہی اسٹینڈرڈ کے بنانے والے تھے۔ ہر دور کچھ تو انقلاب زمانہ کے ہاتھوں بدلتی ہوئی زندگی کے ساتھ اور کچھ اس جذبے کے ماتحت کہ ہم زبان کے بنانے والے ہیں، دہلی کی زبان میں تبدیلی لاتا رہتا۔ خواجہ میر درؔد اور میر تقی میرؔ و سوؔدا نے اسے ایہام و گنجلک پن کے ماحول سے نکال کر اپنے خیالات کو بلند کرنے اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں تک پہنچانے کے لئے عام بول چال میں اس طرح تبدیل کیا کہ زبان سننے والوں پر براہ راست اثر ڈالنے

لگی ۔ غالب و ذوق تک پہنچتے پہنچتے پھر دلّی والوں کو جدت کا خیال ہوا
اور غالب و ذوق زبان کو پھر اس الجھاوے میں لے گئے، جہاں، اگر اپنا
کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے، جیسے طنز انھیں سننے پڑے مگر تبدیلی بہرحال جزو
لازم سی چیز ہو گئی تھی اور اجتہاد کا جذبہ تیز تر تھا لہٰذا شعرا نے کسی کی پروا
نہ کی اور زبان کو چیستاں و پہیلی بنانے میں کسر نہ اٹھا رکھی ۔ فارسیت کا غلبہ
علمی قابلیت کا اظہار اسی طرح سمجھا جاتا جیسے آج کے ہندوستان میں
اردو ہندی کے جاننے والے بھی انگریزی میں تقریر کر کے اپنی قابلیت کا
سکہ بٹھانا چاہتے ہیں ۔ داغ اسی دور میں سانس لے رہے تھے ۔ لہٰذا ان کیلئے
اور کوئی راستہ رہ ہی نہیں گیا تھا ۔ یا تو وہ اپنے دور کے ساتھ ہو جاتے جو
ایک نئی زندگی سے ہم آہنگ ہو کر ایک تیسری شکل میں رونما ہو رہا تھا ۔
اور یا پھر درد اور میر کا اتباع کرتے ۔ پہلی صورت سے وہ اپنی انفرادیت
کے باعث اتفاق نہ کر سکتے ۔ اور دوسری ان کے بس کی بات نہ تھی اس
لئے کہ ان کے خیالات، تجربات، نظریات زندگی سب محدود تھے وہ
میر اور درد کے طرح بڑے شاعر بھی نہ تھے چنانچہ انھوں نے جدید و قدیم
طرز کو ملا کر اردو غزل کو ایک نئی زبان اور نیا انداز بیان دیا ۔ ایسا انداز
ایسی زبان جو ان کے جنسی اور مادی عشق کی اسی طرح ترجمانی کر سکے
جس طرح انھوں نے محسوس کیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ باتیں سامع پر بھی
اسی طرح اثر ڈال سکیں جس طرح کہنے والا محسوس کر رہا تھا ۔ داغ نے اسی
لئے سادہ اور سلیس زبان کو اپنے استعمال میں رکھا مگر اُن کی سادگی میر کی

سی سادگی نہ تھی وہ درد سے زیادہ چنچل پن کے قائل تھے۔ وہ مزہ لے کر
لکھتے تھے اور اسے محسوس کرانے کے لئے لکھتے تھے۔ سننے والا وجد میں نہ آئے
بلکہ کسی حد تک رقص میں آئے اور چٹخارے لینے لگے۔ ان کی زبان سرِ تسلیم خم
کرنے پر کبھی تیار نظر نہیں آتی بلکہ جب معشوق کی عشوہ طرازیاں اپنی حد سے
گذرنے لگتی ہیں تو جل کر جو جی میں آتا ہے داؔغ اسے سنا جاتے ہیں۔ ان کا
یہی تیکھا پن، ان کی سب سے بڑی خوبی بن گیا۔ داؔغ نے ایسی زبان
استعمال کر کے اپنے مخاطب کی قدر و قیمت کا بھی احساس دلانا چاہا تھا۔
زبان ہمیشہ اپنے مخاطب کی قدر و منزلت کو نظر میں رکھ کر ہی استعمال
کی جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ عاشقی میں ذات اور منصب کا سوال نہیں
اٹھتا مگر منزلت کا احساس زبان کو بہت کچھ بدل دیتا ہے۔ طوائف اور
غیر طوائف سے باتیں کرتے وقت عام آدمی بھی الفاظ کا سیٹ بدل دیتا
ہے۔ ساتھ ہی ساتھ الفاظ کے استعمال میں مخاطب کی حسیات کا بھی خیال
رکھنا پڑتا ہے۔ داؔغ کو عشق کی منزلوں میں جن لوگوں سے سابقہ پڑا تھا انھیں
چاہے جس خانے میں رکھا جائے مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ داؔغ
کی نفسیات پر اُن کے مرتبہ کا احساس اچھی طرح حاوی تھا۔ ان کی زبان
کے بیدھڑک پن کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کبھی کبھی غزل کی دنیا میں
سہل انگاری، جذبات میں بجھا کر نشتریت کے لئے بھی استعمال ہوتی رہی ہے
جس پر ہمدردی، ترحم اور استعاروں کی دبیز چادر ڈالدی جاتی کہ مخاطب
کی توجیہہ دوسرے طریقوں سے بھی ہو سکے۔ داؔغ نے اس کی کبھی کوشش

نہیں کی۔ وہ معشوق کو براہ راست مخاطب کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس تخاطب کو لوگوں پر واضح کرنے کے لئے محاورات، روزمرے اور بولی ٹھولی کو ہلکی سی کراہ کی چاشنی دے کر پیش کرتے ہیں اور کبھی کبھی اس تڑپ کے ساتھ برس پڑتے ہیں کہ سننے والا کٹ کر رہ جاتا ہے جس میں نہ الفاظ کی چادر ہوتی ہے اور نہ استعاروں کا پردہ۔

تجھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو
اور ہوتی ہے خطاوار کی صورت کیسی

کہو کیا کروگے مرے وصل کی
جو مشہور جھوٹی خبر ہو گئی

تری آرزو جن کو ہے ان کو ہے
خدا کی قسم ہم کو حسرت نہیں

کہہ چکے غیر تو افسانے سب اپنے اپنے
مجھ کو کیا حکم ہے سرکار کہوں یا نہ کہوں

مری التجا پر بگڑ کر یہ کہنا
نہیں مانتے اس میں کیا ہے کسی کا

سادگی، بانکپن، اغماض، شرارت شوخی
تو نے انداز وہ پائے ہیں کہ جی جانتا ہے

منھ اندھیرے مجھ کو غافل دیکھ کر شوخی سے وہ
چپکے چپکے اٹھ کر چل دئے۔ پہلو میں تکیہ رکھ گئے

انکار سے کسی نے مجھے کیا مزہ دیا
سینہ پہ اس نے چڑھ کے مُنھ کو ٹھم پلادیا

شکوۂ مہر و وفا کس نے کیا، کس نے سُنا
پھر وہی آپ میرا نام لئے جاتے ہیں

تمام رات کہیں ہو، کہیں ہو سارے دن
تمھاری طرح بھی ہوگا نہ کوئی ہرجائی

جو مرے دل میں ہے کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے
گدگدا لوں تو کہوں، پاؤں دبا لوں تو کہوں

دروازہ گھر کا نیم ہے وا، اور نیم بند
چوری سے کوئی رات کو نکلا ہے دیکھئے

وہ دنیا تھی کہ ہم کو دیکھ کر تم منھ چھپاتے تھے
یہ محشر ہے، یہاں عاشق سے پردہ ہو نہیں سکتا

اردو غزلوں میں ترنم اور موسیقیت کا بہت کچھ انحصار اس بات پر رہا ہے کہ بیان کیا ہے اور اس بیان کیلئے زبان کیسی منتخب کی گئی ہے اور آخر میں زمین، ردیف، اور قافیئے کیسے استعمال کئے گئے ہیں کبھی کبھی تمام باتوں کے باوجود صرف بحر، زمین اور ردیف و قافیئے کا غیر مترنم انتخاب ہی غزلوں کو غیر مترنم بنا دیتا ہے۔ اچھے سے اچھا خیال، عمدہ، شستہ اور سادے الفاظ، یا اچھی بحر نہ ملنے کے باعث خاک میں مل جاتا ہے۔ غالب اور میر بھی کبھی کبھی ایسی اوگھٹ گھاٹی میں آ پھنستے ہیں۔ داغ کے لیئے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی تمام تر شاعری مترنم ہے مگر یہ ضرور ہی، کہا جا سکتا ہے کہ ان کی شاعری میں ترنم کو اچھا خاصہ دخل ہے۔ ان کے الفاظ، ان کی بحروں، ردیف اور قافیوں میں ایک طرح کا بہاؤ ہے جس میں سنگلاخیت و سُست روی

کا موقع کم آنے پاتا ہے۔ اول تو ان کے بیانات نے ہی ان کو تفکر اور گہرائی تک جانے نہیں دیا جس سے کسی طرح کی خشکی ان کے خیالات میں آئے جو انھیں رنگین اور جھنکار دار الفاظ کے استعمال سے باز رکھ سکے۔ دوم یہ کہ ان کو تقریباً ساری زندگی اربابِ نشاط سے سابقہ پڑتا رہا جنھوں نے ان کے سامعہ اور ذہن کو موسیقیت سے اس قدر بھر دیا تھا کہ وہ غیر شعوری طور پر ایسے الفاظ منتخب کرتے جو موسیقیت سے خالی نہ ہوتے۔ پھر بھی نہیں ان کی غزلیں تان کی سان پر بھی چڑھتی رہتی تھیں۔ اگر ان الفاظ کے جادو، موسیقیت، ترنم اور اثر کا خیال نہ رکھا جاتا تو موسیقار کا ہیولیٰ ہی صرف سننے والوں کو اتنا متاثر نہ کر سکتا۔ داغ نے میر، غالب، مومن، ذوق سبھوں کی غزلوں پر غزلیں لکھیں مگر ہوشیاری یہ کی کہ زیادہ تر مترنم زمینوں ہی کو اپنے لئے منتخب کیا۔ اور اسے اپنی جادو بیانی اور لذت لسانی میں اسطرح ڈبو کر پیش کیا کہ ہر طرف ان کے بیان کا ڈونکا بجنے لگا۔ اور آج بھی اس فن میں کوئی ان سے آگے نہیں جا سکا۔

زبان اور محاورات، اپنے دور کے لحاظ سے ہمیشہ تبدیلی کی طرف مائل رہتے ہیں۔ میر کی دلی اور داغ کی دلی میں بڑا فرق پیدا ہو گیا تھا۔ جس طرح داغ کی دلی اور آج کی زبان میں کافی تبدیلی ہو گئی ہے تاہم زبان کے معاملے میں جو لوگ سختی کے ساتھ دلی اور لکھنو کی ٹکسال کے قائل ہیں، ان کے لئے داغ نے بہت سی کار آمد چیزیں چھوڑی ہیں۔ زبان کے سلسلے میں انھیں مجتہد کا درجہ حاصل تھا چنانچہ کہتے ہیں۔ ع "اُردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں"، اور اس خیال کے ماتحت انھوں نے پرانے طرز تکلم میں کافی تصرف کیا۔ وہ زبان

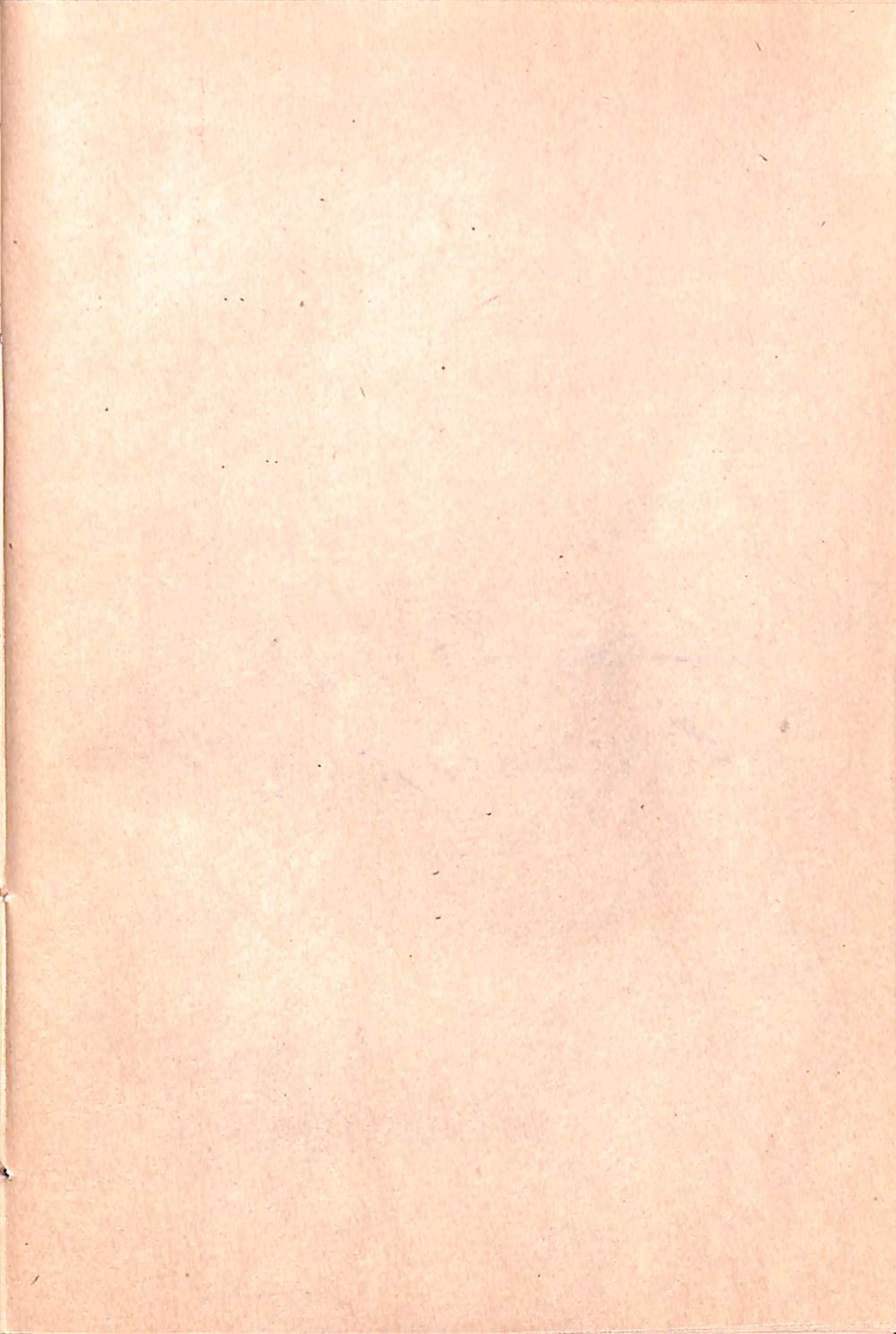
کو قاموس و لغات کے پھندوں سے نکال کر عوام کے نزدیک سے نزدیک لانا چاہتے تھے انھوں نے اردو کو الفاظ اور محاوروں کا ایسا استعمال بتایا جس پر آج بھی لوگ کبھی کبھی چونک پڑتے ہیں۔ ان کے یہ محاورے، الفاظ، افعال اور تمرکیبیں ان کی غزلوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ جس نے بھی داغ کی غزلوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اسے ان کی غزلوں میں، "آپی آپ"، بجائے آپ ہی آپ، "تمر بھرہ" بجائے تمر بتر، یا غصہ ہونے کے لئے، درد مند ہو آبیٹھا، بجائے درد مند بیٹھا، غضب آنا، مصیبت آنے کے لئے "بازو ہونا مددگار کے معنی ہیں، حال منھ پر رکھنا، بجائے حال کہنے کے، خبر جانا، بجائے مرنے کی خبر جانا، بل بے، جزاک اللہ کے معنی میں، سناٹا گذر جانا، بمعنی سناٹے میں آجانا، آپ بمعنی خود، ہوش بکھرنا، بجائے ہوش اڑنا، دہلیز، بمعنی دروازے کے نیچے کا حصہ، صفا کہنا، ہر جانا، بجائے ہار جانا، مشورت، کا مونث نظم کرنا، خماری، بمعنی مخمور، ہو چکنا، بمعنی ختم ہو جانا، وارا نیارا، بمعنی وارپار اور فیصلہ ہونے کے کہوانا، بجائے کہلوانا، لگّا لگانا، بمعنی شروع کرنا، اُجالنا، بمعنی روشن کرنا، اور، رکھائی، بمعنی بے رخی، نِی نکلنا، بمعنی نکہ لگنا یا خرابی پیدا ہونا پالا ڈالنا، بجائے پالا پڑنے کے، خرام اور بانکپن، کا استعمال تانیث میں ملے گا۔ ایسے الفاظ و محاوروں سے وہ بارہا گذرے گا اور یہی فصیح الملک، بلبل ہندوستان کا اجتہاد بھی ہے اور سبق بھی۔

سید محمد عقیل

نینی تال

جون ۱۹۵۶ء

نشانِ داغؔ سخن گو کی قبر کا ہے یہی
بجائے سبزہ زمیں سے زباں نکلتی ہے



گلزارِ داغ

دیوانِ اوّل

مطبوعہ ۱۸۷۸ء

میرا طریق عشق جدا ہے جہان سے

چلتا ہوں چھوڑ چھوڑ کے ہر رہ گذر کو میں

عدوئے سامری فن دیکھے اعجاز رقم میرا
عصائے موسوی ہے حمد خالق میں قلم میرا

برنگ بوئے گل ہے ہر نفس یاد الٰہی میں
قیامت تک بھرے گی دم نسیم صبح دم میرا

سلامت منزل مقصود تک اللہ پہنچا دے
مجھے آنکھیں دکھاتا ہے ہر اک نقش قدم میرا

یہ دود شمع دل راتوں کو لیتا ہے تعلی کی
خجل کہتا ہے زلف حور کو بھی پیچ و خم میرا

کہیں سودائیان عشق کو تفریح ہوتی ہے
بہت چھانا ہوا ہے باغ فردوس وارم میرا

مجھے آباد کرتا ہے مجھے برباد کرتا ہے
خدایا دین و دنیا میں کرم تیرا، ستم میرا

سُنا جب سے یہ دولت آدمی کو تو نے بخشی ہے
نہیں پھولا سماتا خاطرِ غمگین میں غم میرا

چلوں گا حشر تک اے داغؔ میں سوزِ محبت میں
نہ دے گی ساتھ تا روزِ جزا، شمعِ حرم میرا



یہاں بھی تو، وہاں بھی تو، زمیں تیری فلک تیرا — کہیں ہم نے پتا پایا نہ ہرگز آج تک تیرا
ترے فیض و کرم سے نار و نور آپس میں یکدل ہیں — ثنا گر یک زباں ہر ایک ہے جن و ملک تیرا
کسی کو کیا خبر کیوں خیر و شر پیدا کئے تو نے — کہ جو کچھ ہے خدائی میں وہ ہے لاریب بےشک
دعا ہے یہ کہ وقتِ مرگ اسکی مشکل آساں ہو
زباں پہ داغؔ کے نام آئے یارب یک بیک تیرا



صبر اے زاہد نافہم نہ مے خواروں کا — بخشنے والا بھی دیکھا ہے گنہگاروں کا
دوش پر اپنے جو صیاد نے زلفیں چھوڑیں — اور جی چھوٹ گیا آج گرفتاروں کا
اہلِ الفت کے لئے چاہئے شہرت اے دل — نام بکتا ہے محبت کے خریداروں کا
خبر گذری کہ رہا تا بہ مژہ سیل سرشک — رہ گیا پر وہ ترے کوچے کی دیواروں کا
صبر ایوب کی اے داغؔ نہ کرنا خواہش
کہ محبت میں تو یہ کام ہے بیکاروں کا



گر میرے بُت ہوش ربا کو نہیں دیکھا
اس دیکھنے والے نے خدا کو نہیں دیکھا

رہبر سے غرض کیا ہے جو منزل نظر آئے
کعبے میں کبھی قبلہ نما کو نہیں دیکھا

سمجھا ہے شب ہجر عدو کو وہ قیامت
ظالم نے ابھی روزِ جزا کو نہیں دیکھا

جنت ہے مگر خانۂ دشمن بھی الٰہی
آتے ہوئے اس گھر میں قضا کو نہیں دیکھا

اغیار کے نالے تو بہت تم نے سُنے ہیں
مظلوم کی تاثیر دعا کو نہیں دیکھا

افسوس کہ فرصت میں کبھی غور سے تم نے
افسانۂ ارباب وفا کو نہیں دیکھا

جب داغ کو ڈھونڈا کسی بتخانے میں پایا
گھر میں کبھی اس مرد خدا کو نہیں دیکھا

○

دامن دل کیا بچے اس کے خرام ناز سے
چاک ہو جائے اگر دامانِ محشر زیر پا

قوت رفتار جب اس فتنہ گر کو مل گئی
آ گیا روزِ اجل میرا مقدر زیر پا

دونوں دشمن ہیں بشر کے آسماں ہو یا زمیں
فتنہ گر بالائے سر ہے تو ستمگر زیر پا

○

آج راہی جہاں سے داغ ہوا
خانۂ عشق بے چراغ ہوا

نہ مٹا نقش غیر جی سے تیرے
یہ بھی میرے ہی دل کا داغ ہوا

دل پر خوں مگر ہے جام طلسم
کبھی خالی نہ یہ ایاغ ہوا

عمر جاوید تو خضر کو ملی
عیش جاوید سے فراغ ہوا

آسماں گر گیا نظر سے مری
عرش پر جب ترا دماغ ہوا

بعد استاد ذوق کے کیا کیا
شہرت افزا کلام داغ ہوا

ثبات بحرِ جہاں میں اپنا فقط مثالِ حباب دیکھا
نہ جوش دیکھا، نہ شور دیکھا، نہ موج دیکھی، نہ خواب دیکھا
پڑے ہوئے تھے ہزاروں پردے کلیم دیکھو تو جب بھی عشق تھا
ہم اس کی آنکھوں کے صدقے جس نے وہ جلوہ یوں بے حجاب دیکھا
جو راہ میں تیری آکے بیٹھے وہ فکرِ دیر و حرم سے چھوٹے
کہ تیرے کوچے کے ساکنوں نے بہشت میں بھی عذاب دیکھا
سرور، عیش و نشاط کیسے، بدل گئے رنگ ہی جہاں کے
سنا نہ کانوں سے تھا جو ہم نے، وہ آنکھ سے انقلاب دیکھا

○

آخر کو عشق، کفر سے ایمان ہو گیا
میں بت پرستیوں سے مسلمان ہو گیا
قاتل نہ روک ہاتھ کہ رکتی ہے میری جان
خنجر تو اور دم کا نگہبان ہو گیا
رندانِ بے ریا کی ہے صحبت کسے نصیب
زاہد بھی ہم میں بیٹھ کے انسان ہو گیا
حسرت کسی طرف ہے تمنا کسی طرف
مجموعہ اپنے دل کا پریشان ہو گیا

○

اس بزم میں شریک تو جایا نہ جائے گا
میں جاؤں گا اگر مرا سایہ نہ جائے گا
دل لے کے اس کی بزم میں جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل میں چھپایا نہ جائے گا
اے حشر انتیاز کہ ہم ہیں شہید ناز
مردوں کی طرح ہم کو اٹھایا نہ جائے گا
دل کیا ملاؤ گے کہ ہمیں ہو گیا یقیں
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائے گا
دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسماں، زمیں سے ملایا نہ جائے گا

فتنہ نہیں ہوں جس کو اٹھایا کرے فلک
مجھ سے گرے ہوئے کو اٹھایا نہ جائے گا

○

ستم وہ چشم کافر سے تیرے چلنا اشاروں کا
غضب وہ دل پکڑ کر بیٹھ جانا بیقراروں کا

تمھیں چاہا اگر چاہا، خطا الفت پرستوں کی
تمھیں دیکھا اگر دیکھا گنہ امیدواروں کا

ترا اک وعدہ دیدار اور وہ بھی قیامت پر
پر اس پر جبر اتنا ہائے دل امیدواروں کا

○

جس قدر آج ستانا ہے ستالے ہم کو
روز محشر بھی تو کل اے شب ہجراں ہوگا

آپ کے سر کی قسم داغ کو پروا بھی نہیں
آپ کے ملنے کا ہوگا جسے ارماں ہوگا

○

ہے نسیم صبح کیا کیا عطر افشاں مشک بیز
رات کس کا طرۂ طرار برہم ہوگیا

بن گئی فرقت میں جو کچھ اپنے جی پر بن گئی
ہو گیا جو کچھ ہمارے دل کا عالم ہوگیا

کیوں تغافل ہم سے ہے چشم عداوت ہی سہی
کیا نگاہ ناز میں اب قہر بھی کم ہوگیا

رات بھر کہتے رہے اے داغ ان سے درد کا حال
ایک شب میں اس قدر اخلاص باہم ہوگیا

○

کی ترک مے تو مائل پندار ہوگیا
میں توبہ کر کے اور گنہگار ہوگیا

کس کس کی چاہ کیجئے کس کس کی آرزو
اک دل ہزار غم میں گرفتار ہوگیا

محشر میں کون ہوگا کرم کا ترے گواہ
گر غیر بھی ہمارا طرفدار ہوگیا

وہ فتنہ جس کا حشر پہ رکھنا ہے منحصر
ہر بار تیری چال سے بیدار ہوگیا

○

نالہ ہر اک بشر کے جگر سے نکل گیا
جی ہی نکل گیا وہ جدھر سے نکل گیا

عالم میں ایک تو نظر آیا نظر فریب
عالم تمام اپنی نظر سے نکل گیا

جس دل پہ وہ نگاہ پڑی دل کے پار تھی
یہ نیمچہ ہزار سپر سے نکل گیا

نکلا جدھر وہ شوخ ہوا شور دیکھنا
دل کو جھپٹ کے کوئی ادھر سے نکل گیا

اللہ رے جوشِ گریہ کہ اس جذبِ ضبط پر
دریا ہمارے دیدۂ تر سے نکل گیا

○

سو حسرتیں تو آئیں، گیا ایک دل گیا
ملنا تھا جو مجھے میری قسمت کا مل گیا

میں نے تو اپنے واسطے کی تھی دعائے وصل
الٹا اثر ہوا وہ رقیبوں سے مل گیا

○

یقیں ہے ٹھوکریں کھا کھا کے کچھ سنبھل جائے
کہ اس کی راہ میں ہم نے تو دل کو ڈال دیا

جہاں میں آئے تھے کیا رنج ہی اٹھانے کو
الٰہی تو نے ہمیں کس بلا میں ڈال دیا

خدا کریم ہے یوں تو، مگر ہے اتنا رشک
کہ میرے عشق سے پہلے تجھے جمال دیا

تمھیں کہو کہ کہاں تھی یہ وضع، یہ ترکیب
ہمارے عشق نے سانچے میں تم کو ڈھال دیا

ہمیں خدا نے بہت رنج و غم دیا اے داغ
بتوں کے دل میں نہ تھوڑا سا رحم ڈال دیا

○

تری روشن بیانی داغ روشن ہے زمانے پر
پگھل جاتا ہے مثلِ شمع، دل ہر اک سخن داں کا

○

فرشتوں کو بچانا یا الٰہی ایسے تیروں سے
کہ رخ ہے آسماں کی سمت اس برگشتہ مژگاں کا

بہت آنکھیں ہیں فرش راہ چلنا دیکھ کر ظالم
کف نازک میں کانٹا چبھ نہ جائے کوئی مژگاں کا

○

جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا
مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا
کیا جو ہم نے ظالم، کیا کرے گا غیر منہ کیا ہے
کرے تو صبر ایسا آدمی سے ہو نہیں سکتا
غضب میں جان ہے کیا کیجیے بدلہ رنج و فرقت کا
بدی سے کر نہیں سکتے خوشی سے ہو نہیں سکتا
مزا جو اضطراب شوق سے عاشق کو حاصل ہے
وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا
خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

○

چلنا ہمارے ساتھ ذرا اے شب فراق
دوزخ میں قحط ہو نہ عذاب شدید کا
اے داغ کیوں نہ مجھ کو شفاعت کی ہو امید
میں ہوں محب حسینؑ کا دشمن یزید کا

○

زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا
اس طرف بھی خرام کرنا تھا
نہ میسر ہوئی کہیں خلوت
کچھ ہمیں بھی کلام کرنا تھا

تھی نہ تابِ ستم تو حضرتِ دل — عاشقی کو سلام کرنا تھا
کیوں کیا غیر پہ ستم تو نے — یہ ہمیں پہ تمام کرنا تھا

داغ مہماں سرائے دنیا ہیں
اور چندے قیام کرنا تھا

○

بلا سے اضطرابِ درد ہی بن کر ٹھہر رہنا — کسی صورت سے تم رہنا مرے دل میں مگر رہنا
گیا تھا کہہ کے اب آتا ہوں قاصد کو تو موت آئی — دلِ بیتاب واں جا کر کہیں تو بھی نہ مر رہنا

○

ترے خرام سے برپا ہے شور و شر کیسا — اٹھا یہ فتنہ قیامت سے پیشتر کیسا
تری تو برشِ تیغِ نظر کا کیا کہنا — ہمیں تو دیکھ کہ رکھتے ہیں ہم جگر کیسا
سنبھل سنبھل کے بگڑتا ہے کچھ دلِ بیتاب — الٰہی آج یہ صدمہ ہے جان پر کیسا

○

اور بھی آگ سوا عشق کے بھڑکی تہِ خاک — میں صبا کو جو تری جنبشِ داماں سمجھا

○

ہے مجھ کو خبر، رات کو جو تیرے قریں تھا — میں گرچہ نہ تھا پاس، مرا دل تو وہیں تھا
سب خاک ہوئیں آج مرے دل کی امیدیں — کل تک تو تری ذات سے کیا کیا نہ یقیں تھا
زندہ نہ مسیحا سے ہوا کشتۂ الفت — مردوں کو جلانا تو کچھ اعجاز نہیں تھا

○

جال، زلفِ سیاہ نے مارا — تیر کافر نگاہ نے مارا

ضبط کر درد عشق کو اے دل — اس تری آہ آہ نے مارا
خوش ہے کافر بھی اسکی رحمت پہ — ہائے اس اشتباہ نے مارا
مر گئے ہم تو وضع داری میں — دوستی کی نباہ نے مارا

دیکھ لے داغ اہلِ دنیا کو
ہوس عزّ و جاہ نے مارا

○

تلوار بے تکان اٹھاؤ نہ ہاتھ میں — خلقت کہے گی ناز و نزاکت کو کیا ہوا
منظور ذکرِ غیر سے تھا امتحان دل — دیکھیں تو آپ اپنی طبیعت کو کیا ہوا

○

ہم اب سے لیں گے بوسۂ گل تیرے سامنے — کیا ایسا لعل ہے ترے لب میں لگا ہوا

○

اب خاک میں ملا کر آتا ہے کون ہم تک — آئے نہ آئے کوئی جھونکا کبھی صبا کا
کم ہوگا داغ سا بھی مکار اب جہاں میں — اس بت پہ شیفتہ ہو اور نام لے خدا کا

○

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا — تمام رات قیامت کا انتظار کیا
کسی طرح جو نہ اس بت نے اعتبار کیا — مری وفا نے مجھے خوب شرمسار کیا
تجھے تو وعدۂ دیدار ہم سے کرنا تھا — یہ کیا کیا کہ جہاں کو امیدوار کیا
یہ دل کو تاب کہاں ہے کہ ہو مآل اندیش — انھوں نے وعدہ کیا، اس نے اعتبار کیا
تڑپ پھر اے دلِ ناداں کہ غیر کہتے ہیں — اخیر کچھ نہ بنی صبر اختیار کیا

ملی جو یار کی شوخی سے اس کی بے چینی
تمام رات دل مضطرب کو پیار کیا

نہ اس کے دل سے مٹایا کہ صاف ہو جاتا
صبا نے خاک پریشاں مرا غبار کیا

ہم ایسے محو نظارہ نہ تھے کہ ہوش آتا
مگر تمھارے تغافل نے ہوشیار کیا

رقیب و شیوۂ الفت، خدا کی قدرت ہے
وہ اور عشق، بھلا تم نے اعتبار کیا

ہوا ہے کوئی مگر اس کا چاہنے والا
کہ آسمان نے ترا شیوہ اختیار کیا

جب ان کو طرز ستم آ گئی تو ہوش آیا
برا ہو دل کا برے وقت ہوشیار کیا

فسانۂ شب غم ان کو اک کہانی تھی
کچھ اعتبار کیا، کچھ نہ اعتبار کیا

کچھ آگے داورِ محشر سے ہے امید مجھے
کچھ آپ نے مرے کہنے کا اعتبار کیا

کسی کے عشق نہاں میں یہ بدگمانی تھی
کہ ڈرتے ڈرتے خدا پہ بھی آشکار کیا

فلک سے طور قیامت کے بن نہ پڑتے تھے
اخیر اب تجھے آشوب روزگار کیا

وہ بات کہ جو کبھی آسماں سے ہو نہ سکے
ستم کیا تو بڑا تو نے افتخار کیا

بنے گا مہر قیامت بھی ایک خالِ سیاہ
جو چہرہ داغ سیہ رو نے آشکار کیا

○

یہ سخت جان تو قتل سے ناشاد رہ گیا
خنجر چلا تو بازوئے جلاد رہ گیا

○

چرخ سے جب کی ہوس سروری
سنگ مصیبت مرے سر پہ گرا

شوق نے آوارہ کیا تھا مجھے
خیر ہوئی میں ترے در پہ گرا

صاعقہ اس کی نگہ شوخ کا
دل جو بچایا تو جگر پہ گرا

○

اس نزاکت پر ہمارے قتل کا دعویٰ ہے خوش
دیکھئے لیجئے خبر وہ ہاتھ سے خنجر گرا

شوخیاں اس برق وش کی بزم میں دیکھے کوئی
صاعقے کا طور ہے اس پر گرا اس پر گرا

کیا غضب توڑا نگاہِ خانماں برباد نے
خانۂ دل کیا گرا گویا خدا کا گھر گرا



ڈوب کر سینے میں اس رنگ سے پیکاں نکلا
دل سے بے ساختہ نکلا کہ وہ ارماں نکلا

کب وہاں مجھ سے زبوں حال کا ارماں نکلا
داورِ حشر بھی اچھوں ہی کا خواہاں نکلا

ہم بھی دیکھیں تو کہاں تک ہے تری ہمراہی
قدم اپنا بھی اب اے گردشِ دوراں نکلا

شرمگیں چشم میں اس برقِ نظر کا جلوہ
ایک شعلہ سا تہِ دامنِ مژگاں نکلا

ناتوانوں کی گلوگیر قضا ہو سب جھوٹ
ہم نے جب تار نکالا تو گریباں نکلا



جو اف کی دل جلوں نے تیرے تو یہ خاک داں پھونکا
زمیں کیا آسماں پھونکا، مکاں کیا لامکاں پھونکا

کہاں صیاد کیسا باغباں کس پر گری بجلی
چمن میں آتشِ گل نے ہمارا آشیاں پھونکا

ہمارے دل کے ہوتے طورِ سینا کو جلانا تھا
تری برقِ تجلی نے کسے پھونکا، کہاں پھونکا

سنا جاتا نہیں اے داغ تیرا سوزِ دل مجھ سے
تری آتش بیانی نے تو اے آتش زباں پھونکا



وہ زمانہ نظر نہیں آتا
کچھ ٹھکانہ نظر نہیں آتا

جان جاتی دکھائی دیتی ہے
ان کا آنا نظر نہیں آتا

عشق در پردہ پھونکتا ہے آگ
یہ جلانا نظر نہیں آتا

لے چلو مجھ کو رہروانِ عدم
یاں ٹھکانہ نظر نہیں آتا

○

غیر کے ساتھ دل میں بھی دیکھا
کبھی تنہا نظر نہیں آتا

کوئی دل تیرے عہد میں ظالم
بے تمنا نظر نہیں آتا

○

شبِ فراق جو دستِ دعا بلند ہوا
ندائیں آئیں کہ بابِ قبول بند ہوا

مزا تو یہ ہے کہ آزاد ہو کے سیر کرے
خضر کو رشتۂ عمرِ ابد کمند ہوا

جوابِ روزِ جزا یہ ہے سن لو حضرتِ دل
کہ بے نیاز کو نازِ بتاں پسند ہوا

تم اور مجمعِ اغیار ذکرِ ناز و نیاز
خبر نہیں کوئی بیٹھا ہے دردمند ہوا

○

سینے میں اب کہاں وہ جوش وہ بھی تھا اک وبال سا
بیٹھ گیا کچھ اٹھتے ہی چھوڑ گیا خیال سا

اس کی لچک پہ دم فدا اس کی ادا پہ دل نثار
ہائے وہ شاخ سی کمر ہائے وہ قد نہال سا

فتنۂ حشر کب اٹھا اس کی خرام ناز سے
وہ بھی پڑا ہے میری طرح راہ میں پائمال سا

پوچھتے کیا ہو کون تھا، ہو نہ ہو وہی داغ ہو
در پہ تمھارے تھا مگر کوئی شکستہ حال سا

○

زلف برہم عرق آلودہ جبیں دامن چاک
کس کی آغوش سے تو جان چھڑا کر نکلا
وادیٔ عشق کی سب سیر ہیں کوئی ہم سے پوچھے
خضر کیا جانے کبھی گھر سے نہ باہر نکلا
آفریں داغ تجھے خوب بنا ہی تو نے
مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

○

جوشِ جنوں نے ساتھ دیا جوشِ حسن کا
ٹکڑے اُدھر نقاب اِدھر پیرہن ہوا
زخمِ کہن نے آج رولایا بہت لہو
اتری ہوئی بہار سے تازہ چمن ہوا
جب وہ کلام کرتے ہیں منہ دیکھتی ہے خلق
اٹھتی ہیں انگلیاں کہ وہ پیدا دہن ہوا

○

مُدّتوں سے کبھی نہ وہ حور شمائل آیا
کس جگہ آنکھ لڑی ہائے کہاں دل آیا

○

طور کیوں خاک ہوا نور ترا نار نہ تھا
نا زتھا حضرتِ موسیٰؑ سے وہ دیدار نہ تھا
یا نہ آتے تھے حسینوں کو وہ اندازِ جفا
یا کوئی اگلے زمانے میں خطاوار نہ تھا
جال اس زلف پریشاں نے بچھایا اے دل
لے سنبھل پھر یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ تھا

○

تیر اس کا چلتے چلتے جب پریشاں ہو گیا
تھک کے بیٹھا میرے دل میں اور پنہاں ہو گیا

آپ کی برہم مزاجی کا ٹھکانہ ہی نہیں — یہ تو مجھ کمبخت کا حالِ پریشاں ہو گیا

لے لیا ہاتھوں میں مجھ کو دیکھ کر بے اختیار — آج اُن کا پاسباں میرا نگہباں ہو گیا

سوزنِ عیسیٰ مرہمِ خارِ صحرا ہو گئی — زخمِ دامن دار کس وحشی کا داماں ہو گیا

سینۂ صد چاک سے لپٹا ہی رہتا ہے مدام — تو بھی اے دستِ جنوں میرا گریباں ہو گیا

اس سے بہتر کوئی صورت خود نمائی کی نہیں — جانتا ہوں جس لئے پردہ میں انساں ہو گیا

بوسہ لے کر دل دیا ہے اور پھر نالاں ہیں داغ
کوئی جانے مفت کا حضرت کا نقصاں ہو گیا

○

نہ پوچھئے میرے روزِ سیاہ کی ظلمت — چراغ لے کے بھی ڈھونڈھا تو آفتاب نہ تھا

وہ جب چلے تو قیامت بپا تھی چار طرف — ٹھہر گئے تو زمانے کو انقلاب نہ تھا

نہ پوچھ مجھ سے میرے جرم داورِ محشر — مرے گناہوں کا دنیا میں بھی حساب نہ تھا

ازل میں عشق کے بدلے ملا[1] نہ کیوں دوزخ — اگر عذاب ہی دینا تھا واں عذاب نہ تھا

○

کیونکر اس کی نگہِ ناز سے جینا ہو گا — زہر دے اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہو گا

خلد میں پھر کسی کافر ہی کا دل بہلے گا — گر نہ معشوق و مے و ساغر و مینا ہو گا

چین دیتے نہیں وہ داغ کسی طرح مجھے
میں جو مرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جینا ہو گا

○

بے عشق کے جینا مجھے دم بھر بھی نہ ہوتا — سودا جو نہ ہوتا تو مرا سر بھی نہ ہوتا

[1] غالباً یہ "ملی" ہے۔

عاشق نہ اگر اپنی جبیں رکھتے تو کافر — کعبہ تری دہلیز کا پتھر بھی نہ ہوتا

غارتِ گرِ ایماں تو ہے اے داغ یہ کافر
گر عشق نہ ہوتا کوئی کافر بھی نہ ہوتا

○

فرہاد کے مرجانے کا مذکور نہ کیجئے — کچھ آپ کی تلوار کا احسان نہ ہوگا

○

بشر نے خاک پایا لعل پایا یا گہر پایا — مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اُس نے بھر پایا
نفس کے آنے جانے پر بشر کی زندگی ٹھہری — یہ پوچھو تو مسافر تو نے کیا لطفِ سفر پایا
صبا آتی ہے اس گم گشتہ کی بو آج کچھ تجھ میں — ہمارا نامہ بر پایا کہاں پایا کدھر پایا

رئیس مصطفےٰ آباد[1] کے نوکر ہوئے جب سے
کہیں کیا داغ ہم آرام ہم نے کس قدر پایا

○

کرلیے جمع حسینوں نے ہزاروں فتنے — عرصۂ حشر ہوا گوشۂ ابرو نہ ہوا

مرثیہ ہم دلِ مقتول کا پڑھتے اے داغ
ان کی مجلس میں مگر کوئی بھی بازو نہ ہوا

○

ہم نے ان کے سامنے اول تو خنجر رکھ دیا — پھر کلیجہ رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا
نامہ بر کہتا ہے مجھ سے کیا کرامت ہے تمھیں — جو وہ لکھتے وہ بھی تم نے خط میں لکھ کر رکھ دیا

[1] رام پور کا دوسرا نام

زندگی میں پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا　　قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیونکر رکھ دیا
داغ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق میں
حال دل کمبخت نے سب ان کے منہ پہ رکھ دیا

○

یاں بھی مشتاق کی قسمت میں کوئی جلوہ ہے　　یا فقط حشر ہی پہ وعدۂ دیدار رہا

○

تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام　　تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا
بعد میرے نہ رہا دیکھنے والا کوئی　　تم زمانے کو دکھاؤ رخِ نیکو اپنا
وہی ہم تھے کہ جو روتوں کو ہنسا دیتے تھے　　اب یہ ہے حال کہ تھمتا نہیں آنسو اپنا

○

دیکھنا حشر میں جب تم پہ مچل جاؤں گا　　میں بھی کیا وعدہ تمہارا ہوں کہ ٹل جاؤنگا
آؤ مل جاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی　　میں بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤنگا

○

تری جانب ہی پھر جاتی خدائی　　مگر کافر تجھے اتنا نہ پایا

○

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا　　کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا　　ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا
جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا　　تمھیں منصفی سے کہہ دو تمھیں اعتبار ہوتا
غمِ عشق میں مزا تھا جو اسے سمجھ کے کھاتے　　یہ وہ زہر ہے کہ آخر مئے خوشگوار ہوتا

ملہ رام پور کا دوسرا نام

یہ مزا تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

نہ مزہ ہے دشمنی میں نہ ہے لطف دوستی میں
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

تیرے وعدے پہ ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

یہ وہ دردِ دل نہیں ہے کہ ہو چارہ ساز کوئی
اگر ایک بار مٹتا تو ہزار بار ہوتا

گئے ہوش تیرے زاہد جو وہ چشم مست دیکھی
مجھے کیا الٹ نہ دیتی جو نہ بادہ خوار ہوتا

تمھیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ اختیار ہوتا

○

جلوہ دیکھا تیری رعنائی کا
کیا کلیجہ ہے تماشائی کا

رہ گیا عرش سے آگے جا کر
ہائے عالم میری تنہائی کا

یوں نہ ہو برق تجلی بیتاب
مل گیا رنگ تماشائی کا

یاد آتا ہے وہ رسوا کر کے
رنج کرنا میری رسوائی کا

آئی شوخی میں کہاں سے تمکیں
پڑ گیا صبر تمنائی کا

روز دیدار خدا خیر کرے
معرکہ ہے تری زیبائی کا

منہ سے بولے تو کہا آئینہ
کھیل کھیلے تو خود آرائی کا

ضعف نے دل کو تڑپنے نہ دیا
ہو گیا نام شکیبائی کا

ان کی شہرت بھی مٹی جاتی ہے
کیا ٹھکانہ میری رسوائی کا

کیا تصور بھی نہ آنے دے گی
منہ تو دیکھو شب تنہائی کا

داغ کی قبر مٹا کر بولے
یہ نشاں تھا کسی سودائی کا

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
ڈرتا ہوں دیکھ کر دلِ بے آرزو کو میں
سنسان گھر یہ کیوں نہ ہو مہمان تو گیا
افشائے رازِ عشق میں گو ذلتیں ہوئیں
لیکن اسے جتا تو دیا، جان تو گیا

○

داغ تھا، درد تھا، غم تھا کہ الم تھا کچھ تھا
لے لیا عشق میں جو ہم کو میسّر آیا
عشق تاثیر ہی کرتا ہے کہ اس کافر نے
جب مرا حال سنا سنتے ہی جی بھر آیا
غیر نے آج کیا مہر و وفا کا دعوےٰ
تمھیں انصاف سے کہدو تمھیں باور آیا
وصل میں ہائے وہ اترا کے مرا بول اٹھنا
اے فلک دیکھ تو یہ کون مرے گھر آیا
راہ میں وعدہ کریں جاؤں میں گھر پر تو کہیں
کون ہے کس نے بلایا اسے کیوں کر آیا
داغ کے نام سے نفرت ہے وہ جل جاتے ہیں
ذکرِ کمبخت کا آنے کو تو اکثر آیا

○

کبھی مسجد میں جو وہ شوخ پری زاد آیا
پھر نہ اللہ کے بندوں کو خدا یاد آیا
رات بھر شور رہا ہے ترے ہمسائے میں
کس کے ارمان بھرے دل کو خدا یاد آیا

○

میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا
وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
دی مؤذن نے شبِ وصل اذان پچھلی رات
ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا
میں تمنائے شہادت کا مزا بھول گیا
آج اس شوق سے ارمان سے جلاد آیا

○

جب یقین عشق آیا پھر وہ بت کہاں اپنا — آ گئے غضب میں ہم دے کے امتحاں اپنا
لاکھ آفتیں آئیں لاکھ حسرتیں چھائیں — اک ترے نہ ہونے سے پھر گیا مکاں اپنا
بچ رہے گا کوئی تو برق و باد و باراں سے — ہر درخت پہ باندھا ہم نے آشیاں اپنا
کر دیا مجھے بیخود شوق سجدہ نے کیسا — یہ نہیں خبر یہ ہے سنگ آستاں اپنا
ہم ستم رسیدوں کی زندگی مصیبت ہے — خضر پہ دھرے احسان عمر جاوداں اپنا

○

آسماں سے ترے کوچہ میں بہت زور ہوئے
نہ ہلے ایک قدم ہم نے جو لنگر مارا

○

گو مری شکل سے نفرت ہے مگر بہر خدا — آدمی بھیجتے رہتے ہیں وہ اکثر اپنا
وہ ہمیں تھے کہ ترے جور سے گھبراتے تھے — وہ ہمیں ہیں کہ تقاضا ہے برابر اپنا
وہ زمانہ بھی تمھیں یاد ہے تم کہتے تھے
دوست دنیا میں نہیں داغ سے بہتر اپنا

○

کچھ سعی سے اقبال میسّر نہیں ہوتا — ہر آئینہ گر داغ سکندر نہیں ہوتا
کیا کوئی زمانے میں ستمگر نہیں ہوتا — ہوتا ہے مگر تیرے برابر نہیں ہوتا
رہزن ہی سے ہم پوچھتے ہیں راہِ محبت — جب ہم کو میسر کوئی رہبر نہیں ہوتا
اے داغ نہ دے جان محبت میں کہ ناداں
پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا

رہ سکی ثابت نہ جوشِ حسن سے اسکی نقاب — چاک چاک ایسا ہوا پردہ کہ چلمن بن گیا
میرے مرنے سے کیا ظالم نے گو سامانِ عیش — پر لبِ مطرب پہ آ کر نغمہ شیون بن گیا

○

یہ قیدِ محبت اک آزادگی ہے — مگر کوئی جانے بھی محبوس رہنا
الٹ دے ذرا روئے روشن سے پردہ — یہ کیا شمع ساں زیرِ فانوس رہنا

○

انداز کچھ ملاتے لگا جورِ یار کا — اب لطف دیکھنا ستمِ روزگار کا

○

ہم بوسہ لے کے ان سے عجب چال کر گئے — یوں بخشوا لیا کہ یہ پہلا قصور تھا
شب کو جو تم نہ آئے تو پہونچا کہاں کہاں — کیا طبع بدگماں کو ہمارے عبور تھا

اے داغ صدمۂ غمِ ہجراں بجا درست
یہ سب سہی مگر تمھیں جینا ضرور تھا

○

اس کی رفتار نے کی اور قیامت برپا — اٹھنے پایا بھی نہ تھا فتنۂ محشر پورا

○

اس بت کو جب خیال ستم ہو کے رہ گیا — میں مضطرب خدا کی قسم ہو کے رہ گیا
دل نے تری گلی سے نہ اٹھنے دیا مجھے — سو بار قصدِ دیر و حرم ہو کے رہ گیا

○

نفسِ سرد کی تاثیر شبِ غم دیکھو — شمع کو تا بہ سحر مین نے پگھلنے نہ دیا

بدگمانی نے نہ چھوڑا اسے تنہا چھوڑوں
میں نے قاصد کو الگ راہ میں چلنے نہ دیا

چھین لیتا اسے میں حشر کے دن ضد کر کے
کیا کروں مجھ کو فرشتوں نے مچلنے نہ دیا

○

اُٹھتے نہیں ہیں ضربِ محبت پہاڑ سے
رستم وہی ہے مرد جو یہ درد سہہ گیا

بوسہ دو داغ اٹھاؤ تو عارض سے اپنی زلف
کیا چاندنی کا لطف ہے جب چاند گہہ گیا

کیا حشر میں وہ دولتِ دیدار سے ہو شاد
دنیا میں جو وصال سے محروم رہ گیا

○

تن تن کے جو چلتا ہے وہ شوخ کماں ابرو
ایک ایک سے کہتا ہے ہوتا ہے شباب ایسا

○

ہمیں زمانے میں بدنام تیری خو نے کیا
دل فریفتہ جو کچھ کیا سو تو نے کیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شبِ وعدہ
بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا

اٹھے گی گردنِ قاتل نہ بار خوں سے کبھی
ستم شعار کو نازک مرے لہو نے کیا

جفاکشی کا مزہ مجھ کو ہاں اب آئے گا
کہ آسمان کو اپنا شریک تو نے کیا

○

چھپ کر کہاں گئے تھے وہ سب کو کہ میرے گھر
سو بار ان کا آکے نگہبان پھر گیا

○

مبارک خضر کو ہو عمرِ جاوید
یہ تھوڑی سی گزر جائے تو اچھا

وہ تکلیفِ عیادت کیوں کریں داغ
میری ان کو خبر جائے تو اچھا

ہے وہ افسردہ میری شمع مزار — جس سے پروانہ جل نہیں سکتا
آسماں دوست ہو گیا تیرا — اب زمانہ بدل نہیں سکتا

نام کو داغ ہوں مگر ظالم
تو جلائے تو جل نہیں سکتا



شیخ، ہو حق کر رہا ہے رات دن مستوں کے ساتھ
آج کل ہے میکدہ اللہ کے گھر کا جواب
لوگ کہتے ہیں بنا دلی بگڑ کر لکھنؤ
پر کہاں اے داغ اس اجڑے ہوئے گھر کا جواب



ہم مٹ گئے تو پرسش نام و نشاں ہے اب — اس کی تلاش کر کہ محبت کہاں ہے اب
سن لو جو ہم بیان کریں پھر کہاں یہ بات — جلتی ہوئی ہمارے دہن میں زباں ہے اب
بیٹھے ہیں ہم بھی گوش بر آواز کہہ تو دو — آنا ہے جس کو آئے یہاں امتحاں ہے اب
کیا کیا ملائے خاک میں انسان چاند سے — سچ پوچھئے اگر تو زمیں آسماں ہے اب



اپنے سینے سے دبا دیکھئے ذرا سینہ مرا — چور کیجئے شیشۂ دل کو اسی پتھر سے آپ
حضرت زاہد ہر اک نشہ کو عادت شرط ہے — مر نہ جائیں گے شراب چشمۂ کوثر سے آپ
جب ہمیں مرنا ہی ٹھہرا حاجت قاتل نہیں — کاٹ لیں گے ہم گلا اپنا کسی خنجر سے آپ



تھوڑے سے دن بہار کے ہیں کس امید پر
کرتے ہیں اپنا مرغِ چمن آشیاں درست

○

تو نہ کر نخوتِ شباب بہت
ہم نے دیکھے ہیں انقلاب بہت

شعلہ رو سیکڑوں نظر آئے
ہیں زمیں پر بھی آفتاب بہت

آئی کس کی نگاہ میں شوخی
ہے زمانے کو اضطراب بہت

ہجر بت اور صحبت زاہد
خلد میں بھی تو ہیں عذاب بہت

○

آپ کا راز داں ہوں میں بلکہ مزاج داں ہوں میں
غیر سے میرے سامنے لطفِ ستم نما عبث

○

شوخی سے ٹھہرتی نہیں قاتل کی نظر آج
یہ برق بلا دیکھئے گرتی ہے کدھر آج

معلوم نہیں کل میری تقدیر میں کیا ہے
لے نالۂ دل عالمِ بالا کی خبر آج

وہ ہیں کہ مری عرش پہ تھی منزلِ عالی
گرتی ہے زمیں بھی مرے قدموں سے خدر آج

○

فریاد دردِ عشق میں کچھ آ گیا اثر ؟
ہوتی ہے اپنی آپ صدا دل کے پار آج

○

غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ
اے داغؔ پر زمانہ سے دستِ سوال کھینچ

نازک بہت ہے رشتۂ الفت نہ ٹوٹ جائے
اتنا نہ اپنے آپ کو اے مہ جمال کھینچ

○

یوں مصور یار کی تصویر کھینچ
کچھ ادا کچھ ناز کچھ تقریر کھینچ

کیوں کھٹکتا ہے عبث اے خارِ عشق
یا نکل یا دامنِ تا تیر کھینچ

داغ کو تو نیم بسمل چھوڑ دے
دل سے اے سفاک آدھا تیر کھینچ

○

پکارتی ہے خموشی مری فغاں کی طرح
نگاہیں کہتی ہیں سب رازِ دل زباں کی طرح

جلا کے داغِ محبت نے دل کو خاک کیا
بہار آئی مرے باغ میں خزاں کی طرح

یہ سدِ راہ ہوا کس کا پاسِ رسوائی
رکے ہوئے ہیں مرے اشک کارواں کی طرح

کچھ ان سے کہنے کو بیٹھے تھے ہم کہ خلوت میں
رقیب آ ہی گیا مرگِ ناگہاں کی طرح

○

دل نہ رہا سینے میں دم کی طرح
ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح

کوچۂ دشمن کو وہ جنت کہیں
مٹ نہ گیا باغِ ارم کی طرح

○

اس نے اگر کرم بھی کیا تو جفا کے بعد
آیا مری خبر کو ستمگر قضا کے بعد

آخر بشر کے واسطے کچھ شغل چاہیے
کیجے گا آپ کیا ستمِ ناروا کے بعد

حسرت سے تک رہا ہوں جو تجھ کو سبب یہ ہے
خاک اڑتے دیکھتا ہوں میں اپنی وفا کے بعد

○

دم رکتے ہی سینے سے نکل پڑتے ہیں آنسو
بارش کی علامت ہے جو ہوتی ہے ہوا بند[1]

---

[1] بارش کی علامت ہے کہ ہو جائے ہوا بند
ہوتی ہے ہوا تیز تو بارش نہیں ہوتی۔ (ناسخ)

کتنے بنے ہم اے داغؔ وہ کوچہ ہے خطرناک
چھپ چھپ کے مگر آپ کا جانا نہ ہوا بند

○

وہی تو ہے شعلۂ تجلی کہ دشت ایمن سے تنگ ہو کر
جب اس نے اپنی نمود چاہی کھلا حسینوں پہ رنگ ہو کر

بہار گل کیا ہے اس کو پھونکو چمن میں چل کر یہ سیر دیکھو
کہ شمع رخسار پہ تمہارے جلے گی بلبل پتنگ ہو کر

برنگ حسرت مثال ارماں جو آگیا یاں سے پھر نہ نکلا
رہے گا سینے میں تیر تیرا اسیر قید فرنگ ہو کر

کچھ ایسے فتنوں پہ فتنے اٹھے کہ شور محشر بھی چیخ اٹھا
اٹھی قیامت بھی ساتھ میرے بتوں کے کوچے سے تنگ ہو کر

نہ وہ نظارے نہ وہ اشارے نہ ویسے غمزے نہ ویسی چشمک
غضب ہے پابند شرم ٹھہری نگاہ کچھ شوخ و شنگ ہو کر

بھرے ہوئے ہیں ہزار ارماں پھر اس پہ ہے حسرتوں کی حسرت
کہاں نکل جاؤں یا الٰہی میں دل کی وسعت سے تنگ ہو کر

جھکی ذرا چشم جنگجو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزا اس ملاپ کا ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

رہے گا خنجر پہ تیرے دھبا کہ تو نے بیجرم اسکو مارا
یہ داغؔ کا خون ہے ستمگر چھٹے گا ہرگز نہ زنگ ہو کر

مرے ہی واسطے بیٹھا ہے پاسباں در پہ
ملے جو راہ میں کہتے ہیں آئیے گھر پہ

نہ رکھو حشر پہ موقوف داستاں میری
کرو خدا کے لئے رحم اہل محشر پہ

وہ چشم مست سیہ اور وہ پنجۂ مژگاں
کہ جیسے ہاتھ کسی نازنیں کا ساغر پہ

کہاں کرشمۂ برق جمال و طور کہاں
پڑی تھی آہ کسی دل جلے کی پتھر پہ

○

مری تشنگی دیکھ کر روز محشر
چھلک جائے گا آب کوثر ابل کر

محبت نے کی جب مری دستگیری
مقدر نے رو رو دیا ہاتھ مل کر

رہ عشق کی ٹھوکریں ہم سے پوچھو
کہ سنبھلے ہیں گر گر گرے ہیں سنبھل کر

○

نمود صبح تک کیا جانے کیا کیا رنگ بدلے گی
ابھی سے بیکسی چھائی ہے میری شام ہجراں پر

ملے تھے لب ہی اس لب سے کہ مارا تیغ ابرو نے
یہ ناکامی کہ مجھ کو موت آئی آب حیواں پر

یقیں ہے ہم کو ہوں گے سب یہی انداز جنت کے
فرشتوں کی نگاہیں ہیں تری محفل کے ساماں پر

ملاتے خاک ہیں اس قالب خاکی کو وا دل ہی
اگر یہ جانتے ایسی جفائیں ہوں گی انساں پہ

○

ڈالتے ہو کیوں دوپٹے کا تم آنچل دوش پہ
بار تھے پہلے ہی گیسوئے مسلسل دوش پہ

رب ہمارا غیب داں ہے، یہ کراماً کاتبیں
رات دن تحریر کیا کرتے ہیں مہمل دوش پہ

یہ تجلی بل بے اس کے عارض پُر نور کی
جم گیا ہے نور گویا دو دو انگل دوش پہ

لے گئے ہیں آج تو لے داغ وہ سینے سے دل
سر سلامت آپ پائیں گے ہمیں کل دوش پہ

○

ہوں لاکھ زمانے میں اگر رشکِ قمر اور اور اور ہیں آپ آپ ہیں کیا آپ سے نسبت



خاک کس سوختہ جاں کی ہے ترے کوچہ میں کہ ہر اک ذرہ جو اڑتا ہے شرارا ہو کر

غیر کے سر میں وہ کرتے ہیں جو کنگھی اپنی
رشک دل چیرتا ہے داغ کا آرا ہو کر



دس کے دو کہتے ہیں جب لیتے ہیں بوسے ان کے بھول ہم ڈال دیا کرتے ہیں کم گن گن کر



بیڈھب ہے یہ خرام عجب کیا کرے اگر دامان حشر کو تری رفتار تار تار



عجیب یہ تیرہ خاکداں ہے اسی کی ہے روشنی جہاں ہے[1]
فلک نے اختر بنائے ہیں چراغ ہستی بجھا بجھا کر

تمھیں تو ہو جو کہ خواب میں ہو تمھیں تو ہو جو خیال میں ہو
کہاں چلے آنکھ میں سما کر کدھر کو جاتے ہو دل میں آ کر

جو ظلم کرنا تھا سر یہ میرے تو اور فتنے اٹھائے ہوتے
اٹھائی ہے تم نے تو قیامت رقیب کو بزم میں بٹھا کر



---

[1] بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اس کی فروتنی ہے ؛ دگرنہ قندیل عرش میں بھی اسی کے جلوہ کی روشنی ہے۔
(ذوق)

نہ ہر بشر کا جمال ایسا نہ ہر فرشتے کا حال ایسا
کچھ اور سے اور ہو گیا تو میری نظر میں سما سما کر
خدا کا ملنا بہت ہے آساں بتوں کا ملنا ہے سخت مشکل
یقیں نہیں گر کسی کو ہمدم کوئی تو لائے اُسے منا کر
الٰہی قاصد کی خیر گزرے کہ آج کوچے سے فتنہ گر کے
صبا نکلتی ہے لڑکھڑا کر نسیم چلتی ہے کھڑکھڑا کر



رہے گی اک روز جان جا کر رہے نہیں ہوش دل لگا کر
عدو سے کہتا ہوں تنگ آکر کہ تو میرے حق میں کچھ دعا کر
یہیں جب انصاف کچھ نہ دیکھا تو روزِ محشر کو خاک ہوگا
پٹک کے اعمال نامہ اپنا پھروں گا مشعل جلا جلا کر
جفا پھر ایجاد ہی نہ ہوگی کسی کی فریاد ہی نہ ہوگی
فلک کی بنیاد ہی نہ ہوگی کیا جب اک نالہ دل لگا کر
یہاں نہ ہو خبر جسم و جاں کی بچے کہیں جان اک جہاں کی
ہوس رہے گی نہ امتحاں کی انھیں مرا عشق آزما کر
نثار اس طرزِ گفتگو پر نہیں کہیں داغ سا سخنور
ہنسا دیا ہے رُلا رُلا کر، رُلا دیا ہے ہنسا ہنسا کر



زہے تلاش کہ سرگرم جستجو ہو کر — ملا ہوں رنگ میں رنگ اور بو میں بو ہو کر
تری گلی میں ترے دل کا نقش ہو کے رہا — رقیب مٹ نہ گیا میری آبرو ہو کر
وہاں کلیم سے وہ نازیاں یہ دعوے ہیں — کبھی حجاب نہ ہو ہم سے گفتگو ہو کر
نگہ نگہ سے تری وار تھا کہ دل میرا — مژہ مژہ سے ٹپکتا رہا لہو ہو کر
ہمارے جذبِ محبت کو دیکھنا قاتل — کہ رہ گیا ترا خنجر رگِ گلو ہو کر

○

بزمِ اغیار کا ظاہر ہے اثر آنکھوں پہ — مہرباں آپ کی خفت مرے سر آنکھوں پہ
دامن اس کا مگر اس کی نظر آتی نہ کبھی — ہوا گر عینکِ خورشید و قمر آنکھوں پہ
رحم آجائے دمِ ذبح نہ تجھ کو قاتل — اپنے دامن کو بچھا دے مری تر آنکھوں پہ
داغ کے دل کا تو کچھ بھید نہ پایا ہم نے
ایک حسرت سی برستی ہے مگر آنکھوں پہ

○

امتحاں نالۂ دل کا تو دکھا دوں لیکن — یہ تو سمجھو کہ فلک ٹوٹ پڑے گا کس پہ
یوں تو معشوق گل و شمع بھی کہلاتے ہیں — دیکھنا یہ ہے کہ مرتا ہے زمانہ کس پہ
دے دیا اس کے مریضوں کو خدا نے بھی جواب — آپ بھولے ہوئے بیٹھے ہیں مسیحا کس پہ
دل چرایا ہے مرا آپ بھری محفل میں — اور کہتے ہیں کہ ہے شبہہ تمھارا کس پہ

○

تنگ ہے دل وسعتِ دامانِ محشر دیکھ کر — اے جنوں ہم پاؤں پھیلاتے ہیں چادر دیکھ کر
خشک ہوتی ہے زباں زاہد کی استغفار سے — منہ میں بھر آتا ہے پانی دامنِ تر دیکھ کر

روز جا کر اس کے کوچہ سے پلٹ آتے ہیں ہم
دیدۂ حسرت سے پھروں جانب در دیکھ کر

حضرت زاہد خدا کو آپ نے دیکھا نہیں
بندگی کرتے ہیں ہم اے بندہ پرور دیکھ کر

خوگر رنج و بلا ہوں مجھ کو کچھ پروا نہیں
تم کو سناٹا نہ رہ جائے گا محشر دیکھ کر

کیسے جلسے چھوڑ کر ہم آئے ہیں اے اہل حشر
دل بھرے گا بس سے دو چار محشر دیکھ کر

سخت جانی سے بنے کیا داغ دیکھا چاہئے.
آج لائے ہیں وہ سو دو سو میں خنجر دیکھ کر

○

میری آہ آتشیں ہے کہ دماغ مہ جبیں ہے
یہ بلند آسماں پہ نہیں آفتاب ہرگز

وہ ہے تیرا مصحف رُخ اگر اسکو دیکھ پائیں
تو یہ کافر کتابی نہ چھوئیں کتاب ہرگز

○

کیا بے مروت خلق ہے سب جمع ہیں بسمل کے پاس
تنہا مرا قاتل رہا کوئی نہیں قاتل کے پاس

کیا زیر تیغ امتحاں خاموش ہے میری زباں
خنجر بھی چل نکلا جہاں دم بھر رہا قاتل کے پاس

غربت میں عادت ہو گئی صحرا نوردی کی مجھے
کترا کے پھر جاتا ہوں میں آتا ہوں جب قاتل کے پاس

○

وہ سمجھے کیا فلک کینہ خواہ کی گردش
اٹھائی جس نے تمہاری نگاہ کی گردش

بلا ہے قہر ہے چشم سیاہ کی گردش
کہ پھیرتی ہے چھری اس نگاہ کی گردش

جنھیں فروغ ہے عالم میں ہیں وہ سرگرداں
یہ دیکھو آئینہ سے مہر و ماہ کی گردش
پھریں گے داغؔ نہ دہلی کے دن یقیں مانو
نہیں ہے چرخ میں دولاب چاہ کی گردش

○

وہی دوست ہیں وہی آشنا وہی آسماں ہے وہی زمیں
عجب اتفاق زمانہ ہے کہ بشر نہیں ہے بشر سے خوش
مجھے تجھ سے شکوہ ہے اے فلک کبھی تو نے میری خوشی نہ کی
کوئی یہ بھی کام میں کام ہے جو کبھی ہو اہل ہنر سے خوش
وہ تو حوریانِ بہشت ہیں کہ ہر اک فقیر سے شاد ہوں
یہ بتانِ ہند ہیں زاہد و یہ حریص ہوتے ہیں زر سے خوش

○

آئے وہ بے وفا یہاں اس کی بلا کو کیا غرض
جائے درِ قبول تک میری دعا کو کیا غرض
موت کو اے دلِ حزیں اور بہانے ہیں بہت
آئے جو اس کے ہاتھ سے میری قضا کو کیا غرض
اسکی گلی سے آئے کیوں نکہتِ زلف لائے کیوں
مجکو صبا سے کیا امید مجھ سے صبا کو کیا غرض
یہ تو مرا ہی کام ہے سجدے کروں تو میں کروں
کیوں ترے پاؤں پہ گرے لیے حنا کو کیا غرض
ماتمِ داغؔ میں شریک ہو نہ ہو اختیار ہے
گھر سے تمہیں بلائیں کیوں اہلِ عزا کو کیا غرض

○

اپنے ہی گھر کو آپ سمجھنا کہ ہے بہشت
اس کے سوا حکایتِ خلد و ارم غلط

کیوں نہ پس جائے قیامت ظالم　　فتنے ہیں تیرے قدم سے محفوظ

○

دیکھو ادھر اُٹھاؤ نظر ہو چکی حیا　　کیا جانتا نہیں کوئی اس گمان کا لحاظ

○

کشتی نہ ہو تباہ کسی نامراد کی　　چلتی ہے آج صبح سے بادِ سحر خلاف
اس سے زیادہ اور معلم نہیں کوئی　　ہے خوش نصیب جس سے زمانہ ہو برخلاف

○

وہ دیکھتے ہیں بزم میں اغیار کی طرف　　میں دیکھتا ہوں چرخ ستمگار کی طرف
بیٹھے بٹھائے آئی جو شامت کیا علاج　　دل نے کہا کہ آؤ چلیں یار کی طرف
بیکس رہیں گے حشر میں کب مجرمانِ عشق　　رحمت کھینچی ہم ہیں گنہگار کی طرف
دی جان کس خوشی سے تہِ تیغ داغ نے
لب پہ تبسم اور نظر یار کی طرف

○

ہوتے ہیں کیونکر اک جگہ یہ عجب اتفاق ہے　　جاتے ہیں جانبِ عدم یاں سے بشر الگ الگ
رنج فراق یار بھی صدمۂ روزگار بھی　　ایک دل اور اتنے غم چاہیئے گھر الگ الگ

○

تاثیر عشق یہ ہے ترے عہدِ حسن میں　　مٹی کا بھی بنائیں تو ہو بیقرار دل

○

اگر نہیں مئے و مینا و ساقی و معشوق　　بہشت بھی ہے جہانِ خراب میں داخل

کسے مجال جو دیکھے وہ حسن عالم سوز — وہاں ہے برق تجلی حجاب میں داخل

○

کیوں کہہ کے دل کا حال کریں ہائے ہائے دل — اچھی کہی کہ ہم سے کہو ماجرائے دل

○

قصد صحرا ہے دل ویران کے ساتھ — اک بیاباں لئے چلے ہیں گھر سے ہم
جب رگ جاں سے کمی کرتا ہے خون — چھیڑ دیتے ہیں اسے نشتر سے ہم

○

معشوق جائے جو ملے مئے بجائے آب — محشر میں دو سوال کریں گے خدا سے ہم
گر تو کسی بہانے سے آ جائے وقت نزع — ظالم کریں ہزار بہانے قضا سے ہم
دیکھیں تو پہلے کون مٹے اس کی راہ میں — بیٹھے ہیں شرط باندھ کے ہر نقش پا سے ہم

○

تمہارے شعر میں گرمی ہے کس قیامت کی — جلے ہوئے ہو مگر داغ انتہا کے تم

○

جستجو چاہیئے گو خون جگر ہی مل جائے — رزق انسان کا کمیاب ہے نایاب نہیں
حال دل جس سے کہا ہم نے کہا بس خاموش
داغ اس درد کے سننے کی ہمیں تاب نہیں

○

کیا کیا فریب دل کو دئیے اضطراب میں — ان کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں
شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب میں — کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں

ہے پائدار رشتۂ عمر مسیح سے / میرا بھی تار جیب لگانا نقاب میں

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک / مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں اس سے ہم کلام / کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں

دنیا کی باز پرس سے ابتک نہیں نجات / اُلجھا ہوا ہوں حشر کے دن بھی حساب میں

اے داغ کوئی مجھ سا نہ ہوگا گناہگار رہا
ہے معصیت سے میرے جہنم عذاب میں

○

اللہ رے کشاکش دیر و حرم کہ میں / ظالم ہزار ہاتھ سے دامن دریدہ ہوں

اے آرزوئے تازہ نہ کر مجھ سے چھیڑ چھاڑ / میں پائے شوق دوست تمنا بریدہ ہوں

○

الٰہی کیا کریں ضبط محبت ہم تو مرتے ہیں / کہ نالے تیر بن بن کر کلیجے میں اترتے ہیں

پئے تعظیم اٹھتی ہے قیامت کوئے جاناں سے / اجل کہتی ہے بسم اللہ جہاں ہم پاؤں دھرتے ہیں

نہیں آتے نہ آئیں وہ گئے تاب و تواں جائیں / کبھی پر آج ہم اے بیقراری صبر کرتے ہیں

کبھی یہ دل تماشا گاہ تھا عیش و مسرت کا / اب اس میں حسرت و شوق و تمنا سیر کرتے ہیں

کبھی جھکتا ہوں شیشے پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر / میری بیہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

نہ پوچھو داغ ہم سے انتظار یار کی صورت
یہ آنکھیں جانتی ہیں خوب جو نقشے گزرتے ہیں

○

اس چمن میں گو برنگ سبزہ بیگانہ ہوں / گل ہے رنگیں ہو میں اپنے رنگ کا دیوانہ ہوں

دل کا ویرانہ ہو گیا لیکن — اب بھی ہے تیری آرزو اس میں

○

نہ اٹھا خواب عدم سے ہمیں بیگانۂ حشر — کہ پڑے چین سے ہم زیر زمیں اچھے ہیں
مجکو کہتے ہیں رقیبوں کی بُرائی سُن کر — وہ نہیں تم سے بُرے بلکہ کہیں اچھے ہیں

بُتِ کافر ہیں کہ اے داغ خدا ان سے بچائے
کون کہتا ہے یہ غارت گرِ دیں اچھے ہیں

○

میں ناتواں نہ پہنچا مر کر بھی تا بہ منزل — زنجیر ہے مجھے وہ جو تار ہے کفن میں
میّت پہ آئیں گے وہ یاں دم ہے مجھ میں باقی — یارو لپیٹ دینا زندہ مجھے کفن میں

○

یہ شوق خود نمائی کیا کچھ جنوں سے کم ہے — بتیاب مجھ کو لایا خلوت سے انجمن میں

اے داغ ہم نہایت سمجھے اسے غنیمت
جو دم خوشی سے گزرا یارانِ ہم وطن میں

○

ساز یہ کینہ ساز کیا جانیں — ناز والے نیاز کیا جانیں
شمع رو آپ گو ہوئے لیکن — لطف سوز و گداز کیا جانیں
کب کسی در کی جبہ سائی کی — شیخ صاحب نماز کیا جانیں
جو رہِ عشق میں قدم رکھیں — وہ نشیب و فراز کیا جانیں
جن کو اپنی خبر نہیں اب تک — وہ مرے دل کا راز کیا جانیں

جو گذرتے ہیں داغ پر صدمے
آپ بندہ نواز کیا جانیں

○

بھرتا ہزار غنچۂ پیکاں کو توڑ کر
اتنا مگر یہ دامن زخمِ جگر کہاں

اے آہ دل میں رہ کہ جو پردہ رہے ترا
جاتی ہے دوڑ دوڑ کے تو بے اثر کہاں

تھم تھم کے وار کر کہ مرا درد مٹ نہ جائے
جب میں نہیں تو لذتِ زخمِ جگر کہاں

اس زلف میں بھی اے دلِ مضطر نہ رہ سکا
خانہ خراب تیرے ٹھکانے کو گھر کہاں

○

ایسی وحشت نہیں اپنی کہ ہو محتاجِ بہار
پہلے ہی چاک گریبان کئے بیٹھے ہیں

مہندی ملنے کے بہانے ہیں عبث یوں کہئے
آج اغیار سے پیمان کئے بیٹھے ہیں

حسرت و یاس و تمنا کے لئے اک دل تھا
ہم اسے پہلے ہی ویران کئے بیٹھے ہیں

○

ذبح کیجئے نہ مجھے میں تو یونہی مرتا ہوں
آپ کیوں لیکے یہ الزام بُرے ہوتے ہیں

○

یہ سچ ہے راہِ محبت بڑی ہے ٹیڑھی کھیر
نہ آئے خضر کبھی اس خراب رستے میں

لگا کے باتوں میں لے آئے ہم انھیں گھر تک
ہزار ہم پہ ہوئے گو عتاب رستے میں

گلی سے یار کی ہم اٹھ کے چل چکے تھے مگر
مچل گیا دلِ پر اضطراب رستے میں

وہ رستہ کاٹ کے چلتے ہیں اسلئے مجھ سے
کہ کچھ کہے نہ یہ خانہ خراب رستے میں

○

زاہد نہ کہہ بُری یہ مستانے آدمی ہیں
تجھ کو لپٹ پڑیں گے دیوانے آدمی ہیں

غیروں کی دوستی پہ کیوں اعتبار کیجئے
یہ دشمنی کریں گے بیگانے آدمی ہیں

کیا چور ہیں جو ہم کو درباں تمہارا ٹوکے
کہہ دو کہ یہ تو جانے پہچانے آدمی ہیں

جب داورِ قیامت پوچھیگا تم پہ رکھ کر
کہہ دیں گے صاف ہم تو بیگانے آدمی ہیں

○

موت نے مجھ کو پکارا کہ میرے قاتل نے
آیئے آیئے مقتل سے ندائیں آئیں

کس کی زلفیں مجھے یاد آئیں شبِ ہجراں میں
کہ بلائیں میری لینے کو بلائیں آئیں

جب ہوئی خاک مری جمع ترے کوچہ میں
شرط باندھے ہوئے اڑ اڑ کے ہوائیں آئیں

گو محبت سے مری خاک نہ آیا مجھ کو
اس پہ مرتا ہوں کہ تم کو تو ادائیں آئیں

کوئے قاتل کی زمیں پہ جو رکھا میں نے قدم
آسماں سے مرے ماتم کی صدائیں آئیں

○

اس کا کوچہ ہے کہ ہے عرصۂ محشر یارب
سیکڑوں طالبِ دیدار چلے جاتے ہیں

حضرتِ دل کی قضا آئی ہے اس کوچہ میں
کہ یہ دوڑے ہوئے ہر بار چلے جاتے ہیں

اس طرح جاتے ہیں اس بزم میں دل کے ہاتھوں
کہ بندھے جیسے گنہگار چلے جاتے ہیں

گرچہ سو سو ہیں تغافل کہ نہ جانے کوئی
ان نگاہوں کے مگر وار چلے جاتے ہیں

ہم نہیں جانتے کچھ دیر و حرم کا رستہ
ہم مئے عشق میں سرشار چلے جاتے ہیں

داغ اس ضعف نے کی اپنی تو منزل کھوٹی
ہم رہے جاتے ہیں سب یار چلے جاتے ہیں

○

آنکھیں بچھائیں ہم تو عدو کی بھی راہ میں
یہ کیا کریں کہ تو ہے ہماری نگاہ میں

بڑھتا ہوں آگے پوچھ کر اس سے مقام عشق
جو فتنہ مجھ غریب کو ملتا ہے راہ میں

دل میں سما گئیں ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

کیسا نظارہ، کس کا اشارا، کہاں کی بات
سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں



تجھ میں تاثیر ہو گر اے کششِ دل کچھ بھی
تو وہ دوڑے ہوئے دم بھر میں چلے آتے ہیں

ہمسری کون کرے فتنہ خرامی سے تری
سیکڑوں کبک سے ٹھوکر میں چلے آتے ہیں

چشم بدمست سے پھر ہم کو نہ دیکھو دیکھو
غش یہاں ایک ہی ساغر میں چلے آتے ہیں

آپ حسرت ہیں، نہ ارماں ہیں، نہ ہیں سوز و گداز
کس لئے پھر دل مضطر میں چلے آتے ہیں



کشتۂ یاس ہوں، مقتول تمنّا ہوں میں
اور اس زندگی، اس عیش پہ مرتا ہوں میں

آپ کی جنبش لب نے تو کیا کام تمام
اسی اعجاز پہ کہتے تھے مسیحا ہوں میں

آرزو بن کے رہا ہوں کہ نکالے نہ فلک
اس گلی میں ہمہ تن آج تمنّا ہوں میں



جبہ سائی تری دہلیز پہ کچھ فرض نہ تھی
اپنے تقدیر کے لکھے کو مٹاتا ہوں میں

ایک نظارۂ گلشن کی ہوس باقی ہے
رخصت اے کنج قفس پھر ابھی آتا ہوں میں
قفسِ تنگ سے چھٹنا تو بہت مشکل ہے
نوچ کر پر سوئے گلزار اُڑاتا ہوں میں
آسماں ٹوٹ پڑا ہے ستم بیجا کا
یہ ہے میرا ہی کلیجا کہ اٹھاتا ہوں میں
کتنے ہمدرد، ہوا خواہ ہیں یوں تو اے داغ
پھر یہ کوئی نہیں کہتا اسے لاتا ہوں میں

○

جینے جی کون عیادت کا اٹھائے احساں
اس لئے جان سے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
ساتھ دشمن کے وہ کیا آئے قیامت آئی
خاک میں ہم کو ملاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

○

یہ لوگ کیا اسے رسوائے عام کرتے ہیں
مرے جنازے پہ کیوں اژدھام کرتے ہیں
جفا کے شکوہ پہ صاحب نگاہ کیوں پھری
جواب دو ہمیں تم سے کلام کرتے ہیں
تری گلی سے نکلنا ہمیں قیامت ہے
قدم قدم پہ ہزاروں مقام کرتے ہیں
کہاں وہ زہرہ جبیں داغ پاکباز کہاں
فرشتے پر بھی یہ لوگ اتہام کرتے ہیں

○

جوش گریہ سے یہ آنکھیں ابر نیساں ہو گئیں
اب میری بیتابیاں مشہور دوراں ہو گئیں
رازِ الفت چھپ سکا ہم سے نہ اس کے روبرو
صاف دل کی حسرتیں منھ پر نمایاں ہو گئیں

مر گئے ہم اک اشارہ میں نگاہِ ناز کے
آج اپنی مشکلیں اک پل میں آساں ہو گئیں

اب کسی سے دل لگا کر ہم نہ ہوں گے پائمال
جو خطائیں ہو گئیں اے چرخ گرداں ہو گئیں

واہ اے جوشِ جنوں آخر الجھ کر ضعف سے
انگلیاں ہاتھوں کی بھی تارِ گریباں ہو گئیں



گر فرشتہ وش ہوا کوئی تو کیا
آدمیت چاہئے انسان میں

کس نے ملنے کا کیا وعدہ کہ داغ
آج ہو تم اور ہی سامان میں



کس مصیبت سے بسر ہم شبِ غم کرتے ہیں
رات بھر ہائے صنم ہائے صنم کرتے ہیں

ہمیں بدنام ہیں، جھوٹے بھی ہمیں ہیں بیشک
ہم ستم کرتے ہیں اور آپ کرم کرتے ہیں

جن کو تم داغ بڑا عہد شکن کہتے تھے
لو مبارک ہو وہ پھر قول و قسم کرتے ہیں



دل ہی تو ہے نہ آئے کیوں، دم ہی تو ہے نہ جائے کیوں
ہم کو خدا جو صبر دے تجھ سا حسین بنائے کیوں

جملہ رقیب ہم طریق، رہزن راہ عشق ہیں
سایہ خضر ہی کیوں نہ ہو ساتھ ہمارے آئے کیوں

گو نہیں بندگی قبول پر ترا آستاں تو ہے
کعبہ و دیر میں ہے کیا خاک کوئی اڑائے کیوں

لاگ ہو یا لگاؤ ہو کچھ بھی نہ ہو تو کچھ نہیں
بن کے فرشتہ آدمی بزم جہاں میں آئے کیوں
جرأتِ شوق پھر کہاں وقت ہی جب نکل گیا
اب تو ہیں یہ ندامتیں صبر کیا تھا ہائے کیوں
عشق و جنوں سے مجھ کو لاگ ہوش و خرد سے اتفاق
پھر یہ کہوں تو کیا کہوں میں نے ستم اٹھائے کیوں
ہاں نہیں غیرتِ رقیب خیر میں بے حیا سہی
جو نہ دوبارہ آسکے بزم سے تیری جائے کیوں
پردۂ عشق ہو چکا داغ یہی قرار تھا
جبر یہ آہ آہ کیا، ضبط پہ ہائے ہائے کیوں

○

کیا کہا پھر تو کہو دل کی خبر کچھ بھی نہیں
کیوں یہ کیا ہے خمِ گیسو میں اگر کچھ بھی نہیں
دھوم ہے حشر کی سب کہتے ہیں یوں ہے یوں ہے
فتنہ ہے اک تری ٹھوکر کا مگر، کچھ بھی نہیں
کعبے میں جانا تو بتخانہ سے ہو کر زاہد
دور اس راہ سے اللہ کا گھر کچھ بھی نہیں
لامکاں میں بھی تو کچھ جلوہ نظر آتا نہیں
بیکسی میں تو ادھر ہوں کہ جدھر کچھ بھی نہیں
خواب میں دیکھ لیا خلد کو ہم نے واعظ
اجی بس بیٹھو وہاں لطف بشر کچھ بھی نہیں
کچھ ہے یاں خاک تو اک جنبشِ داماں کیلئے
تری موجوں کیلئے بادِ سحر کچھ بھی نہیں

○

دستِ وحشت کیلئے تار رگِ جاں میں نہیں
ہاتھ اس تار میں الجھا جو گریباں میں نہیں

لختِ دل کون سے دن پنجۂ مژگاں میں نہیں
میں نے وہ پھول چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں

رنگِ گل نغمۂ بلبل اثرِ بادِ بہار
جب سے ہم قید ہوئے کوئی گلستاں میں نہیں

○

جوانی کو ترسا کریں خضر آپ
پھریں گے قیامت میں حضرت کے دن

بھلا دا تجھے دے دیا اے اجل
بلائیں گے ہم تجھ کو فرقت کے دن

○

یارب انداز ستم کوئی نیا نکلا کہ آج
غش ہے وہ بیداد گر خود لذت بیداد میں

ہم اسیروں کی ہے اک بادِ صبا پہ بیان حال
پوچھ جاتی ہے کہ کیا باقی رہا میعاد میں

ہے یہی ذوقِ اسیری تو اسیری ہو چکی
میں نہیں بھولا سمانے کا کفِ صیاد میں

عشق کے کوچہ نے ہم کو وہ دکھایا ہے بہشت
حضرت آدم نے جو دیکھا نہ اپنی یاد میں

میرے دل سے کوئی پوچھے داغِ دہلی کے مزے
لطف تھا دونوں جہاں کا اک جہاں آباد میں

○

ان سے کہہ دی ہے آرزو دل کی
اب میری بات کا جواب کہاں

وعدۂ حشر آپ کہتے ہیں
چار دن بعد یہ شباب کہاں

کعبہ و دیر میں جو داغ نہیں
پھر ہے یہ خانماں خراب کہاں

○

جلوے میری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

کھلتے نہیں ہیں راز جو سوز نہاں کے ہیں
کیا پھوٹنے کے واسطے چھالے زباں کے ہیں

کرتے ہیں قتل وہ طلب مغفرت کے بعد
جو تھے دعا کے ہاتھ وہی امتحاں کے ہیں

جس دن سے کچھ شریک ہوئی میری مشت خاک
اس روز سے زمیں پہ ستم آسماں کے ہیں

قاصد یہاں سے برق تھا پر نصف راہ سے
بیمار کی ہے چال قدم ناتواں کے ہیں

بازو دکھائے تم نے لگا کر ہزار ہاتھ
پورے پڑیں تو وہ بھی بہت امتحاں کے ہیں

کیسا جواب حضرت دل دیکھیے ذرا
پیغامبر کے ہاتھ میں ٹکڑے زباں کے ہیں

کیا اضطراب شوق نے مجھ کو خجل کیا
وہ پوچھتے ہیں کہیے ارادے کہاں کے ہیں

عاشق ترے عدم کو گئے کس قدر تباہ
پوچھا ہر ایک نے یہ مسافر کہاں کے ہیں

ہر چند داغ ایک ہی عیار ہے مگر
دشمن بھی تو چھٹے ہوئے سارے جہاں کے ہیں

◯

کھویا گیا ہوں دے کے پتہ نامہ بر کو میں
اپنی خبر کو جاؤں الٰہی کدھر کو میں

مجھ کو تباہ چشم مروت نے کر دیا
مل جائے تو چراؤں کسی کی نظر کو میں

بس جاؤ کیا کرو گے نظر سے جگر میں چھید
لو آؤ تم ادھر کو کھڑے ہو ادھر کو میں

میرا طریق عشق جدا ہے جہان سے
چلتا ہوں چھوڑ چھوڑ کے ہر رہگذر کو میں

تم تو وہ پارسا ہو کہ در تک کبھی نہ آؤ
آتا تھا منہ چھپائے کہیں سے سحر کو میں؟

◯

بات میری کبھی سنی ہی نہیں
جانتے وہ بری بھلی ہی نہیں

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اڑ گئی یوں وفا زمانے سے — کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں
ہم تو دشمن کو دوست کر لیتے — پر کریں کیا تری خوشی ہی نہیں
ہم تری آرزو پہ جیتے ہیں — یہ نہیں ہے تو زندگی ہی نہیں

داغ کیوں تم کو بیوفا کہتا
وہ شکایت کا آدمی ہی نہیں

○

سحر کو آئینہ یہ رشک ماہ دیکھتے ہیں — نگاہ دیکھنے والے نگاہ دیکھتے ہیں
کچھ اس طرح سے وہ قاتل سوال کرتا ہے — ہمارے منہ کو ہمارے گواہ دیکھتے ہیں
ہمیشہ کس کی نبھی اور کس کی نبھتی ہے — نباہے جاتے ہیں جب تک نباہ دیکھتے ہیں
کوئی بھی مجھ سے شب وعدہ یہ نہیں کہتا — اٹھو چلو کہیں جلدی وہ راہ دیکھتے ہیں
خدا کا خوف نہیں پر بتوں سے ڈرتا ہوں — گناہگار نہ یہ بے گناہ دیکھتے ہیں
غرض نہیں ہے انھیں طور کی تجلی سے — جو خوش نصیب تری جلوہ گاہ دیکھتے ہیں

○

کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں — اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں
وہ کاش وصل کے انکار ہی پہ قائم ہوں — مگر انھیں تو کسی بات پر قیام نہیں
الٰہی تو نے حسینوں کو کیوں کیا پیدا — کچھ ان کی ذات سے دنیا کا انتظام نہیں
سنائے جاتے ہیں در پردہ گالیاں مجھ کو — جو میں کہوں تو کہیں آپ سے کلام نہیں

دبا کے کیا ہے سنے وہ جو آپ کی باتیں
رئیس زادہ ہے داغ آپ کا غلام نہیں

بتوں کے بدلے جو حوریں ملیں تو خاک ملیں ہمارے واسطے باغ ارم میں خاک نہیں
گئے رقیب کے گھر داغ وہ شب وعدہ
اثر ترے تپش و رنج و غم میں خاک نہیں

○

پھرا ہوا جو کسی کی نظر کو دیکھتے ہیں لگا کے تیر ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہیں
بنے ہوئے ہیں وہ محفل میں صورت تصویر ہر ایک کو یہ گماں ہے ادھر کو دیکھتے ہیں
بتوں کے واسطے دنیا نہیں ہے جنت ہے بہشت دیکھتے ہیں جسکے گھر کو دیکھتے ہیں
خدا کرے سر محشر وہ بت ہو بے پردہ کہ ہم بھی دیکھتے ہیں سب کدھر کو دیکھتے ہیں

○

خبر سن کر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں
ملے مجھ سے تو فرمایا تمھیں کو داغ کہتے ہیں
تمھیں ہو ماہ کامل ہیں تمھیں رہتے ہو لالے میں

○

وہ شرمائی ہوئی آنکھیں، وہ گھبرائی ہوئی باتیں
نکل کر گھر سے وہ گھرنا ترا امیدواروں میں
غضب ہے اور بھی اس سادگی پہ مر گئے لاکھوں
کہا تھا کس نے بن بیٹھے وہ میرے سوگواروں میں
جلانا داغ کا اچھا نہیں یہ دم غنیمت ہے
کہ ایسا باوفا ایک آدھ نکلے گا ہزاروں میں

دکھادیں گے صف محشر میں ہم کتنے نکلتے ہیں
جو پوچھا اس نے کوئی ہے میرے امیدواروں میں

○

دیر سے کعبہ کو ڈرتے ہوئے ہم جاتے ہیں
دیکھ لیتا ہے جو کوئی وہیں تھم جاتے ہیں
دل کا کیا حال کہوں صبح کو جب اس بت نے
لیکے انگڑائی کہا ناز سے ہم جاتے ہیں

○

تیری صورت کو دیکھتا ہوں میں
اس کی قدرت کو دیکھتا ہوں میں
دور بیٹھا ہوا سرِ محفل
رنگِ صحبت کو دیکھتا ہوں میں
حشر میں داغؔ کوئی دوست نہیں
ساری خلقت کو دیکھتا ہوں میں

○

دنیا میں وضعدار حسیں اور بھی تو ہیں
معشوق اک تمھیں تو نہیں اور بھی تو ہیں
اے آہ اک فلک کو جلایا تو کیا کیا
ایسے ہزار برسرکیں اور بھی تو ہیں

○

جو زمانے سے نرالا ہو فلک سے ہو جدا
فکر ہے ان کو وہ انداز جفا پیدا کروں

○

کلیجہ پیٹتا ہے دل مسلتا ہے کوئی میرا
کہاں سے آگئی ظالم تری رفتار پہلو میں

○

جنگ ہے ایک ایک مئے آشام میں
بچ رہی تھی کس کی جھوٹی جام

کوئے جاناں کی زمیں ہے فتنہ خیز
آسماں ہے مفت کے الزام میں

○

فلک دیتا ہے جن کو عیش انکو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں
زمانہ دوستی پر ان حسینوں کی نہ اترائے
یہ عالم دوست اکثر دشمن عالم بھی ہوتے ہیں
بچاؤں پیرہن کیا چارہ گر میں دست وحشت سے
کہیں ایسے گریباں دامن مریم بھی ہوتے ہیں

○

کس سے وعدہ ہے جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو
یہ وہ گردش ہے جو میرے کبھی مقدر میں نہیں
دل کے ٹکڑوں کا مزہ حلق کی برش میں کہاں
نگہہ ناز کی تیزی دم خنجر میں نہیں

○

عشق خانہ خراب کے ہاتھوں
دربدر شہر یار پھرتے ہیں
حشر میں اینڈتے ہوئے یارب
کس کے تقصیروار پھرتے ہیں
داغ کا ذکر سُن کے وہ بولے
ایسے ایسے ہزار پھرتے ہیں

○

چاک ہو پردۂ وحشت مجھے منظور نہیں
ورنہ یہ ہاتھ گریبان سے کچھ دور نہیں
دل کو ہوتی ہے خبر آپ کہیں یا نہ کہیں
ہم کو معلوم ہے وہ بات جو مشہور نہیں
رات دن نامہ و پیغام کہاں تک ہوں گے
صاف کہہ دیجئے ملنا ہمیں منظور نہیں

○

گلے ملا ہے وہ مست شباب برسوں میں
ہوا ہے دل کو سرور شراب برسوں میں

○

خدا کرے کہ مزا انتظار کا نہ مٹے　　میرے سوال کا وہ دیں جواب برسوں میں

وہ بولے داغ کی صورت کو ہم ترستے ہیں
ملا ہے آج یہ خانہ خراب برسوں میں

○

یہ فتنہ آتش الفت کا پہنچے گا نہ محشر میں　　لگی ہے آپ کے گھر سے بجھے گی آپ کے گھر میں
مزا جاتا رہا چوری چھپے بھی دیکھ لینے کا　　لگا دی غیر کی تصویر اس نے روزن در میں

○

کوئی اب تجھ سے آرزو ہی نہیں　　اب جو دیکھا تجھے وہ تو ہی نہیں
اس قدر ناز ہے تمھیں گویا　　کوئی دنیا میں خوبرو ہی نہیں
سادہ لوحی تو عشق میں دیکھو　　جانتا ہوں کوئی عدو ہی نہیں

○

کل تک اس کی تلاش تھی لیکن ۶　　آج ہے اپنی جستجو مجھ کو ۶۶
لے حباتِ دو روزہ لے آئی　　کن گرفتاریوں میں تو مجھ کو ۶۶

○

دکھانا گر تمھیں مد نظر ہے روئے روشن کو　　لگا یا کیوں ہے پردہ تم لگا دو آگ چلمن کو
اجل کے ہاتھ سے اے داغ بچنے کا نہیں کوئی
نہ چھوڑا دوست کو اس نے نہ یہ چھوڑیگی دشمن کو

○

پوشیدہ عجب ہو راز کہ منھ میں زباں نہ ہو　　ہم بات بھی کریں تو بغیر از فغاں نہ ہو

لے جائیں آہ مجھ کو میری بدگمانیاں
ظالم وہاں کہ تیرا پتہ بھی جہاں نہ ہو

کچھ چاہیئے بسترکیلئے غم کی چھیڑ چھاڑ
ہم بھی نہ ہوں اگر ستم آسماں نہ ہو

کہتے ہیں لوگ زیر زمیں جس کو آسماں
وہ کشتگاں آتش غم کا دھواں نہ ہو

تہمت کسی کو ظلم کی اے داغ کیوں لگائیں
شکوہ بتوں سے کیا جو خدا مہرباں نہ ہو

○

جوہر دکھاؤ صاحب جوہر کے روبرو
ہے قدر آئینہ کی سکندر کے روبرو

ہزار جلوے سے معمور ہے یہ کافر دل
اس ایک سنگ سے پیدا ہوئے صنم سو سو

○

ہم تو مرتے ہیں ادا پر دلستاں ہو کوئی ہو
دوست دشمن، مہرباں، نامہرباں ہو کوئی ہو

غیر اچھا، میں بُرا، سچے ہو تم جھوٹے نہیں
آدمی کا آدمی راحت رساں ہو کوئی ہو

ہم نہیں اے آہ تو ہمارا زمانہ ہیچ ہے
پھونک دے سب کو زمیں ہو آسماں ہو کوئی ہو

اے فلک یہ کیا ابھی کچھ تھا ابھی کچھ ہو گیا
غم ہو، یا شادی ہو، لیکن جاوداں ہو کوئی ہو

بعد مجنوں داغ سے آباد ہے دشت جنوں
اس خرابی کے لئے بے خانماں ہو کوئی ہو

○

اے فلک چاہیئے جی بھر کے نظارہ ہم کو
جا کے آنا نہیں دنیا میں دوبارہ ہم کو

چل تو اے دل رہ الفت میں کہیں راہ نما
مل رہے گا کوئی اللہ کا پیارا ہم کو

آپ سے اب نہ بنے گا کوئی سودا اپنا — پھیر دیجئے دل بے تاب ہمارا ہم کو

○

ابھی قول کرکے جو بھولے تم ہوئی اس سے تو میری عقل گم
کہ خدا کا نام بھی مہ لقا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو داغ سحر بیاں رہا کہ ثنا گر اس کا جہاں رہا
کوئی شعر اس کا برا بھلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

○

ضعف نے نام کو تھوڑا سا نشاں رکھا تھا — تو نے اے بیخودی شوق کیا گم مجھ کو

○

نیرنگئی خون شہدا دیکھ تو قاتل — پانی ہو بہائے سے لگائے سے حنا ہو

○

مطرب سے کہو ان کو سنائے وہ بیتیں گے — جس ساز میں ایک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو
چاہت کا مزہ بعد ہمارے نہ ملے گا — ہر شخص سے تم آپ کہو گے ہمیں چاہو
اس بت سے بگاڑے نہ بن آئے گی تمھیں داغ
کیا پیش چلے جس کا طرف دار خدا ہو

○

کیا غود وعدہ، عیاری تو دیکھو — دل آزاروں کی دلداری تو دیکھو
نہ عاشق کا نہ معشوق کا دوست — فلک کی تم ستمگاری تو دیکھو
غزل کیا خاک لکھیں حضرتِ داغ — ہجوم کارِ سرکاری تو دیکھو

○

آنکھوں کے بل چلوں گا تری راہ شوق میں
موئے مژہ بنیں گے مری چشم تر کے پاؤں

آتی ہے کوئے یار سے مستانہ کس قدر
کیا لڑکھڑائے جاتے ہیں باد سحر کے پاؤں

○

مزا آتا نہیں کچھ غم کے ہم کو رنج و راحت کا
خوشی ہو، غم ہو، جو کچھ ہو، الٰہی ناگہاں کیوں ہو

یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوح تربت پر
جو ہو فرقت کی بے تابی تو یوں خواب گراں کیوں ہو

ہمیشہ آدمی کا آدمی غم خوار ہوتا ہے
یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازداں کیوں ہو

بہت نکلیں گے روز حشر ترے جور کے خواہاں
ستم کا حوصلہ دنیا میں صرف امتحاں کیوں ہو

انھیں گو رنجش بیجا ہے، لیکن ہے تو ہم سے ہے
محبت گر نہ ہو باہم شکایت درمیاں کیوں ہو

○

پھونکا نہ دام کو نہ جلایا قفس مرا
بجلی کی تیزیاں تھیں فقط آشیاں کے ساتھ

○

دشمن کی طرف سے وہ ادھر بھول کے آجائیں
تاریک ہو تو اے شب غم اور زیادہ

○

مجھ کو جنت میں نہ راحت ہو گی
گر یہی دل ہی قسمت ہو گی

○

بن گیا کعبہ وہی میرے لئے　　ٹک گئی جس در پہ پیشانی مری

○

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی　　جب دل نہ رہا تو آرزو کی
جب تم نہ ملے تو درد دل نے　　اٹھ اٹھ کے اجل کی جستجو کی
پھر وحشتِ دل ہے اور صحرا　　بس خار نے دھجیاں رفو کی

اس خانہ خراب دل میں اے داغ
مٹی ہے خراب آرزو کی

○

مے پی تو سہی تو یہ بھی ہو جائے گی زاہد　　کمبخت قیامت ابھی آئی نہیں جاتی

○

یہ خانۂ دل جیسا سنسان نظر آیا　　بستی کوئی کم ایسی ویران نکلتی ہے

○

ہزاروں دفن ہوئے مجھ سے مضطرب یاں　　یہ کس طرح سے زمین زیر آسماں ٹھہری

○

بے وجہ اجتناب نے رسوا کیا مجھے　　ظالم ترے حجاب نے رسوا کیا مجھے
یاروں پہ کھل گیا اثرِ الفتِ نہاں　　اس بت کے اضطراب نے رسوا کیا مجھے

○

آئینہ منھ پہ برا اور بھلا کہتا ہے　　سچ ہے یہ، صاف جو ہوتا ہے صفا کہتا ہے
شورِ محشر ترے مستوں پہ بہت چلایا　　یہ بھی جانا نہ کسی نے کہ یہ کیا کہتا ہے

○

اس انجمن میں بہت بیقرار ہو کے چلے
سرور ہو کے ہم آئے خمار ہو کے چلے

بتوں کے کوچہ سے ہم دلفگار ہو کے چلے
شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے

بجھا لے میرے سرِ شک رواں میں اے قاتل
کہ خوب تیغ تری آبدار ہو کے چلے

ٹھہر گئے وہ جہاں سرو باغ تھے گویا
اگر چلے تو نسیم بہار ہو کے چلے

الٰہی جائیں گے کس گھر یہ ہم سے وحشتناک
بہشت سے بھی اگر بیقرار ہو کے چلے

○

طبیعت کوئی دن میں بھر جائے گی
چڑھی ہے یہ آندھی اُتر جائے گی

محبت میں اے دل نہ ڈر سر پہ کھیل
وہ بازی نہیں یہ کہ ہر جائے گی

کہوں گو نہ میں حشر کو تیرے ظلم
یہ خلق خدا کیا مگر جائے گی

دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا
گذرتی جو ہو گی گذر جائے گی

○

وہ گئے گورِ غریباں پہ تو آئی یہ صدا
تھم ذرا اُو روشِ ناز سے چلنے والے

○

وہ چشمِ زار کا سنتے ہی ماجرا گھبرائے
ابھی تو شرح دلِ بے قرار باقی ہے

○

شجر خشک تو ہر سال ہرے ہوتے ہیں
جا کے اے عمر جوانی کہیں تو آتی ہے

○

قدم قدم ہے تری چال کا نیا انداز
وگرنہ ایک روش ہے سب آسمانوں کی

ابھی اقرار اس کا ہو چکا تھا
ادھر دیکھو تو! پھر ہم سے جفا کی

○

رہ گئے لاکھوں کلیجہ تھام کے
آنکھ جس جانب تمہاری اٹھ گئی
جب ہوا سجدہ میں اس بت کا خیال
خود بخود گردن ہماری اٹھ گئی
دور میں اس چشم مست ناز کے
لذت پرہیز گاری اٹھ گئی
ہم کھنچے ایسے کہ آخر ان کو بھی
اب توقع ہی ہماری اٹھ گئی

○

بعد محشر کیا یہ بت بیکار ہی رہ جائیں گے
اک نہ اک فتنہ ہے لازم ہر زمانے کیلئے
زاہد صد سالہ آیا میکدے میں بھول کر
لا شراب کہنہ ساقی اس پرانے کیلئے
آگیا کچھ یاد، دل بھر آیا، آنسو گر پڑے
ہم نہ روئے تھے تمہارے مسکرانے کیلئے

○

جب دل میں تمہارے ہی نہیں گھر تو کہاں گھر
کیا پوچھتے ہو خانہ خرابوں کے ٹھکانے

○

شمع چپ آئینہ حیران ہے عاشق ششدر
واہ کیا عالم تصویر یہ تری محفل ہے

○

کیا کریں کچھ بس نہیں تیرے لئے اے روز وصل
عمر تھوڑی مانگ لیتے آسمان پیر سے
کس قدر ہے داغ مہر و لطف کا دنیا میں کال
مر گئے عشاق تو اس قحط عالمگیر سے

رکھئے قدم سنبھل کے رہِ عشق میں ہی
آگے بھی جن کو ہو کبھی ٹھوکر لگی ہوئی

گو زندگیٔ خضر و مسیحا ہوئی تو کیا
ہے موت سب کے ساتھ مقرر لگی ہوئی

○

پامال کر دیا فلک بدشعار نے
سیکھے ترے چلن روش روزگار نے

وہ اور مجھ کو خط میں لکھے شکوہ رقیب
پٹی پڑھائی ہے یہ کسی ہوشیار نے

○

غش آیا ہاتھ کانپے تیغ کے ٹکڑے ہوئے آخر
کہو تو سخت جانوں کا کرو گے امتحاں پھر بھی

تجھے ہے داغ کیا ارمان ایام گذشتہ کا
دوبارا جا کے آتی ہے کہیں عمر رواں پھر بھی

○

عشق کا لطف غم سے اُٹھتا ہے
غم جو اٹھتا ہے ہم سے اٹھتا ہے

فتنہ ان کے قدم سے اٹھتا ہے
ہر قدم کس ستم سے اٹھتا ہے

اس کی کافر نگہہ کے اٹھتے ہی
شور دیر و حرم سے اٹھتا ہے

کس سے اٹھتا ہے صدمۂ الفت
یہ ہمارے ہی دم سے اٹھتا ہے

گر نہ ٹھکرائے وہ تو پھر اے داغ
کون خواب عدم سے اُٹھتا ہے

○

کہوں کیا تجھ سے ناصح لذتِ عشق
ارے کمبخت تو کیا جانے کیا ہے

نکال اب تیر سینے سے کہ جاں پُر الم نکلے
جو یہ نکلے، تو دل نکلے، جو دل نکلے، تو دم نکلے

رہِ الفت میں اک سیدھا سا رستہ ہم نے جانا تھا
مگر دیکھا تو اس رستہ میں صدہا پیچ و خم نکلے

سمجھ کر رحم دل تم کو دیا تھا ہم نے دل اپنا
مگر تم تو بلا نکلے، غضب نکلے، ستم نکلے

○

دیکھ سکتے نہیں اس بزم میں اغیار مجھے
لے چلی ہائے کہاں حسرتِ دیدار مجھے

دل مرا لیکے وہ چھپائے ہیں دل میں اے داغ
نظر آتی ہے پھری چشم خریدار مجھے

○

گلی میں یار کے جانا ہے جان سے جانا
جو پاؤں رکھتے ہیں وہ تن پہ سر نہیں رکھتے

○

جن کو ہے جانِ عزیز ان کو نہیں لذتِ عشق
خضر کیا جانے تری برش خنجر کے مزے

جلوۂ طور تو میں کہہ نہیں سکتا زاہد
پوچھ آنکھوں سے مری اس رخِ انور کے مزے

○

خود فراموش کیا یاد نے تیری اچھا
رہ گئی اپنی مصیبت مجھے یاد آنے سے

لگ چلی بادِ صبا کیا کسی مستانے سے
جھومتی آج چلی آتی ہے میخانے سے

روح کس مست کی پیاسی گئی میخانے سے
مَے اُڑی جاتی ہے ساقی ترے پیمانے سے

وہی وحشت ہے، وہی خار، وہی ویرانہ
دشت کس بات میں اچھا ہے کاشانے سے

ایک چلو میں بہت داغؔ بھبھک اُٹھے تھے
آج سنتے ہیں نکالے گئے میخانے سے

○

آتشِ شوق کو کب دل سے جدا رکھا ہے
اس لگی کو تو کلیجے سے لگا رکھا ہے

○

ہر چند کوہ سے بھی گراں تر ہے بارِ عشق
ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اٹھائیے

○

دیکھتے ہیں وہ جو پھر پھر کے میری جانب مگر
آہ بے تاثیر میں تاثیر پھر پیدا ہوئی

ہوگئی تھی گم جو اک مدت سے دل کی آرزو
سن کے تیرے پیار کی تقریر پھر پیدا ہوئی

از سرِ نو ہوگا پروانہ اسیرِ عشق داغؔ
موجِ دودِ شمع سے زنجیر پھر پیدا ہوئی

○

تم سے کیا شکوہ، ہے گلہ اس سے
جس نے رسمِ وفا نکالی ہے

بشر

دردمندوں کو قتل کرتے ہو واہ اچھی دوا نکالی ہے

○

خاک ہو کر کسی کوچہ میں ہمیں جانا تھا آج کیا جانے کدھر کی یہ ہوا کونسی ہے

کوچۂ یار سے دیتا ہے جو واعظ تفضیل ایسی جنت میں نرالی وہ فضا کونسی ہے

○

تیرے اندازہ کا فر ہیں بہت ہوش ربا آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے

دشمنِ جاں نہ سہی آپ مسیحا ہی سہی

داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

○

بیٹھیں گے نہ خاموش ہم اے چرخ ستمگار

تھک جائیں گے نالوں سے تو فریاد کریں گے

نشتر رگ جاں کا ہے تو کانٹا ہے جگر کا

کیا رکھ کے تجھے اے دلِ ناشاد کریں گے

○

برش تیغ فنا میں بھی عجب لذت ہے زندگانی کے مزے اہل عدم بھول گئے

عشق کی راہ میں جب کافر و دیندار آئے

سب کے سب داغ رہ دیر و حرم بھول گئے

○

بہم دشمن بھی یکجا ہوں تو الفت ہو ہی جاتی ہے
یہ ہے مل بیٹھنا ایسا محبت ہو ہی جاتی ہے



دلبروں پر طبیعت آتی ہے — اس طرح اس قدر نہیں آتی
کوچۂ یار ہی میں بیٹھ رہی — او قیامت ادھر نہیں آتی
دل کے کینے کی گھات ہے کچھ اور — یہ تجھے مفت بر نہیں آتی
حال معلوم ہے قیامت کا — بات کہنے میں پر نہیں آتی
آگے آتی تھی یاد بھی تیری — اب کبھی بھول کر نہیں آتی



یوں مٹا جیسے کہ دلی سے گمانِ دہلی — تھا مرا نام و نشاں نام و نشانِ دہلی
لے گئے لوٹ کے اب شوکت و شانِ دہلی — پوربی پہلے اڑاتے تھے زبانِ دہلی
دلی والوں کے لئے تازہ بنے گی جنت — لے گئے سر پہ ملک تحفہ مکانِ دہلی
عارضِ صاف تھا ہر ایک مصفا بازار — چشم پر جلوہ تھی اک ایک دکانِ دہلی
گرم ہنگامہ ہوئے لالہ رخانِ پنجاب — گل کھلائے ہیں نئے تو نے خزانِ دہلی
دیدیا فوج کو انعام میں حکام نے سب — گنجِ قاروں سے فزوں گنجِ نہانِ دہلی
یا خدا مسجدِ جامع کا رہے نام بلند — کعبے والے کہیں وہ آئی اذانِ دہلی
آسماں پر سے بھی نوحے کی صدا آتی ہے — کیا فرشتے بھی ہوئے مرثیہ خوانِ دہلی
نیّر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہاں
داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی

غضب ہے جسکو وہ کافر نگاہ میں رکھے
خدا نگاہ سے اسکی پناہ میں رکھے

○

شوخی میں ان کی چھیڑ ہے کچھ اضطراب کی
گھر کر گئی وفا کسی خانہ خراب کی
جنبش میں یوں ہیں وہ لب نازک نفس کیساتھ
جیسے ہلے نسیم سے پتی گلاب کی
گر آگ میکشی کی سزا ہے تو یا خدا
دوزخ میں ایک نہر بہادے شراب کی
اے داغ آہ کی تو غضب کون سا کیا
ایسی بری لگی دل خانہ خراب کی

○

کیا شب ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہے
اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لاتی ہے
نہیں معلوم کہ ہے منزل مقصود کہاں
عرش تک کی تو خبر آہ رسا لاتی ہے
کون مرنے کو ترے کوچہ میں خود آتا ہے
پر یہ بیتابیٔ دل ہے کہ اڑا لاتی ہے

○

بیدرد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے
ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے

○

داغ سے اور مدعی الجھے
وہ تمھارا خیال کرتا ہے

○

مجھ سا بھی زمانہ میں کوئی سوختہ جاں ہے
ہے برق جہاں جو نفس شعلہ فشاں ہے
سنتے ہیں خوشی بھی ہے زمانے میں کوئی چیز
ہم ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کدھر ہے یہ کہاں ہے
کیا پوچھتے ہو داغ کا تم ہم سے ٹھکانہ
آوارہ ہے سرگشتہ ہے کیا جانے کہاں ہے

تمہارے کوچہ میں کیا تازہ گل کھلا کوئی — صبا جب آتی ہے گلزار ہوتی آتی ہے
ازل کے دن سے ہے مٹی خراب عاشق کی — یہ مشت خاک یونہیں خوار ہوتی آتی ہے

تمھیں نے داغ نرالے نہیں اٹھائے ستم
یونہیں سلف سے میرے یار ہوتی آتی ہے

○

موت آتی ہے قیامت کو یہاں تک آتے — پیچھے پیچھے کسی دامن کے لگی پھرتی ہے
آئی اترائی ہوئی کس کی گلی سے یارب — کہ نسیم سحری ہم سے اڑی پھرتی ہے

○

جہاں لگ گئی کارگر ہو گئی — مری آہ تیر نظر ہو گئی
ہمیں مر گئے صدمۂ رشک سے — بڑی خیر اے فتنہ گر ہو گئی
نہ آئے محبت کے کوچے میں خضر — خدا جانے کیونکر بسر ہو گئی
فرشتے ہوں مخبر تو کیا کیجئے — یہاں بات کی واں خبر ہو گئی

○

تیرے جلوے کا تو کیا کہنا مگر — دیکھنے والوں کو دیکھا چاہیے

○

نگہ شوق بے اثر نہ ہوئی — تم کو پردے میں کیا نظر نہ ہوئی
تارے گنتے ہو شام سے شب وصل — کیا کرو گے اگر سحر نہ ہوئی
کبھی ان سے امید الفت ہے — کبھی یہ فکر ہے اگر نہ ہوئی!

○

وہ نازک ہیں تو کیا اپنے سے خنجر پھر نہیں سکتا
تجھے کچھ ننگ بھی اے ہمت مردانہ آتا ہے

دم تقریر نالے حلق میں چھریاں چبھوتے ہیں
زباں تک ٹکڑے ہو ہو کر مرا افسانہ آتا ہے

رخ روشن کے آگے شمع گر کر وہ یہ کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے



دعوت مژگاں کروں مہمانیٔ پیکان کروں
آہ میں کیا کیا کروں اک قطرۂ خوں دل میں ہے

کیا کریں گے اہل محشر میرے داغوں کا شمار
عشق کی دولت ہے گویا گنج قاروں دل میں ہے

اس محبت کا بُرا ہو ایک کو راحت نہیں
دل مکدر سینے میں ہے، جان محزوں دل میں ہے

کس مصیبت میں پڑا ہوں میں دم تحریر شوق
وہ سما سکتا نہیں خط میں، جو مضموں دل میں ہے

ہاں مدد اے جوشش وحشت چل کے گھر پڑتا ہے داغ
خار صحرا پاؤں میں ہے، شوق ہاموں دل میں ہے



ہائے وہ جان بچانے کا زمانہ نہ رہا — اب تو اس بات کا رونا ہے کہیں دل آئے

غیر معشوق ہو تجھ سا کبھی تو الفت نہ کروں
ایسا آتا ہے تو مجھ پہ ہی مرا دل آئے

○

سنبھال کر کوئی لیجائے اسکے پاس مجھے
بٹھائے دیتی ہے اک اک قدم پہ یاس مجھے
بنادیا غم فرقت نے سنگ دل ایسا
کہ موت سے نہیں آتی کبھی ہراس مجھے

○

کون غمخوار الٰہی شب غم ہوتا ہے
اب تو پہلو میں مرے درد بھی کم ہوتا ہے
کس تبسّم سے ملی جاتی ہیں آنکھیں دیکھو
کس مسرت سے میری موت کا غم ہوتا ہے

○

ہم آپ چھیڑ چھیڑ کے کھاتے ہیں گالیاں
کانوں کو پڑ گیا ہے مزہ کوئی کچھ کہے

○

مرے کوچہ میں وہ کن شوخیوں سے جا بجا ٹھہرے
بڑھے بڑھ کر ٹھٹکے دم بھر چلے چل کر ذرا ٹھہرے
مسیح و خضر گو یکتا ہیں دونوں ہم تو جب جانیں
جو دل گرتا ہوا سنبھلے تو دم جاتا ہوا ٹھہرے
وہی انسان پورا ہے اسی کے ہم تو قائل ہیں
بھلوں میں جو بھلا ٹھہرے بروں میں جو برا ٹھہرے
قسم ہے اس کی یہ مرضی نہیں اے داورِ محشر
کہ مجرم داغؔ ٹھہرے اور دشمن بے خطا ٹھہرے

○

کون تسنیم کے چھینٹوں پہ عبث شاد رہے
کچھ کمی یاں بھی نہیں میکدہ آباد رہے
رنج وہ رنج ہے جسمیں نہ بتوں کو بھولیں
عیش وہ عیش ہے جسمیں نہ خدا یاد رہے

داغ آزاد منش وہ ہے کہ اے بندہ نواز
آپ کا بندہ رہے اور پھر آزاد رہے

○

یار کا پاس نزاکت دلِ ناشاد رہے
نالہ رکتا ہوا تھمتی ہوئی فریاد رہے
دیکھ لی سیرِ حرم حضرت زاہد رخصت
آپ کا کعبہ مرا بتکدہ آباد رہے
یہ رہا عرش بس اے حوصلۂ دل دیکھا
میں نہ کہتا تھا کہ سینے ہی میں فریاد رہے
اس دلِ تنگ میں کس کس کو جگہ دوں یا رب
غم رہے، دم رہے، فریاد رہے، یاد رہے
دل غمِ عشق سے دن رات گھلا جاتا ہے
کہیں محروم نہ ظالم تری فریاد رہے

○

سیہ کاری سے میری کاتبِ اعمال حیراں ہیں
کہ اس کا نامۂ اعمال لکھیں کس سیاہی سے
نہ دھو آبِ وضو سے داغِ پیشانی کو اے زاہد
ارے ناداں یہ دھبا مٹنے گا رو سیاہی سے
بنی ہے سرمۂ چشمِ ملائک دیکھنا رتبہ
اڑی ہے گردِ راہِ عشق میں جو پائے راہی سے

○

وہ ستم سے ہاتھ اٹھائے کیوں، وہ کسی کا دل نہ دکھائے کیوں
کوئی اس میں مر ہی نہ جائے کیوں، اسے اپنے کام سے کام ہے
دل و دیں کا جس کو نہ پاس ہو، یہی نامراد ہے دیکھ لو
جسے داغ کہتے ہیں اے بتو، اسی روسیاہ کا نام ہے

چوٹ کیا کیا نہ لگی دل پہ ہمارے لیکن
درد پہ درد محبت کے سہارے ہم نے

مطلب اے داغ نہیں دیر و حرم سے ہم کو
بستر اپنا تو کیا سب سے کنارے ہم نے

○

کہاں تھے رات کو ہم سے ذرا نگاہ ملے
تلاش میں ہو کہ جھوٹا کوئی گواہ ملے

وہ روزِ حشر ہے، دنیا نہیں کہ راہ ملے
کہاں چھپو گے جو دو چار داد خواہ ملے

ترا دل آئے کسی پر تو عرش ہل جائے
اثر تلاش میں ہے اس طرح کی آہ ملے

ترا غرور سمایا ہے اس قدر دل میں
نگاہ بھی نہ ملاؤں جو بادشاہ ملے

سب اہلِ حشر جب اپنے کئے کو پائیں گے
بڑا مزہ ہو جو مجھ کو مرا گناہ ملے

ہوا ہے دودِ جگر سے یہ گھر مرا تاریک
کہ موت ڈھونڈھتی پھرتی ہے کوئی راہ ملے

نہ اس کو صبر نہ تاثیر کا پتہ یا رب
ملا دیا ہے مجھے خاک میں یہ آہ ملے

○

مرگِ دشمن کی دعا مانگ کے پچھتاتا ہوں
کہیں ایسا نہ ہو وہ غیر کے ماتم میں رہے

واعظ ارمان کروں کیا یہ بہت مشکل ہے
آدمی بن کے کوئی جنت آدم میں رہے

وعدۂ وصل پہ ہر ایک کو لگائے رکھئے
کہ زمانہ اسی دھوکے میں اسی دم میں رہے

گردشِ چشم بلا، شوخیٔ رفتار غضب
ایسے چلتے ہوئے فتنے اسی عالم میں رہے

مجرم عشق کو کیا حکم ہے اے داورِ حشر
داغ جنت میں رہے یا کہ جہنم میں رہے

○

تاثیر ہوئی ہے کس نظر کی   وہ آنکھ نہیں ہے نامہ بر کی
بے چین ہے جان ہر بشر کی   چشمک ہے غضب تری نظر کی
کیوں آئی صبا تری گلی میں   پھر لے والی ہزار گھر کی
اب میرے عوض اسے سنبھالو   ملتی نہیں نبض چارہ گر کی

○

شوق ہیں قدِ قیامت کے   ہم گلے مل گئے قیامت کے
یاد رہ جائے گی جفا تیری   دن گزر جائیں گے مصیبت کے
رشک ہے دیکھے ستم تیرے   بعد میرے ہوں کس کی قسمت کے

داغ سا دوسرا نہ دیکھو گے
گل ہزاروں ہیں ایک صورت کے

○

جم گئی ہے آنکھ کی پتلی کسی مشتاق کی   میں نہ مانوں گا کہ عارض پر تمہارے خال ہے
پس گئے ہیں یوں تو لاکھوں گردشِ افلاک سے   جس پہ عاشق ہے قیامت وہ ترا پامال ہے

○

کیا تھا جرم وفا لذتِ سزا کے لئے   ستم کے لطف اٹھائے مزے جفا کیلئے
خدا کرے نہ کسی کا امیدوارِ وصال   دعائیں مانگتے ہیں ترکِ مدعا کیلئے
جو یہ لباس ہو تجھ سا ہی جامہ زیب بھی ہو   بنا نہ دامنِ محشر تری قبا کیلئے
نیا ستم ہے ستمگر نے قتل پر میرے   کیا ہے جمع رقیبوں کو مرحبا کیلئے
ترے کہے سے ہم اے داغ چھوڑ دیں گے عشق   خدا کے واسطے دیتا ہے کیوں خدا کیلئے

○

پوچھتا جا مرے مرقد پہ گذرنے والے
کیا گذرتی ہے تری جان پہ مرنے والے

منزل عیش نہیں ہے یہ سرائے فانی
رات کی رات ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے

غنچۂ و گل میں دھرا کیا ہے بتا اے بلبل
جمع ہیں چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

داغ کہتے ہیں جنھیں دیکھئے وہ بیٹھے ہیں
آپ کی جان سے دور آپ پہ مرنے والے

دیکھتا جا ادھر او قہر سے ڈرنے والے
نیچی نظریں کئے محشر میں گذرنے والے

ایک تو حسن بلا اس پہ بناوٹ آفت
گھر بگاڑیں گے ہزاروں کے سنورنے والے

کیا جہاں گزراں میں بھی لگی ہے گذری
مول لے جاتے ہیں غم یاں سے گذرنے والے

قتل ہوں گے ترے ہاتھوں سے خوشی اسکی ہے
وہ کہیں کون ہو تم ہم کہیں مرنے والے

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے
اور ہوں گے تری محفل سے ابھرنے والے

○

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

دل اس نگاہ ناز سے ہم نے لڑا دیا
آگے نصیب ہے جسے پروردگار دے

جنت بغیر حور کے درکار ہے مجھے
دنیا میں دیکھ لوں جو خدا استعار دے

○

شوق کہتا ہے ابھی عرض تمنا کیجے
دل یہ کہتا ہے کہ پڑتی نہیں ہمت میری

جب کوئی فتنہ زمانے میں نیا اٹھتا ہے
وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تربت میری

کہیں دنیا میں نہیں اس کا ٹھکانا اے داغ
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جائے مصیبت میری

○

تم نہیں غیر سہی، غیر نہیں، چرخ سہی
اک نہ اک فتنہ لگا رکھتی ہے قسمت میری

وہ دبے پاؤں چلیں حشر کے ڈر سے توبہ
فکر ہے چال اڑا لے نہ قیامت میری

○

ہو گرچہ بادشاہ رقیب سیاہ رو
خالق مگر بنائے نہ صورت غلام کی

○

وہ سر ہے سرفراز جو اے داغ تا بہ زیست
درگاہ بے نیاز میں صرف سجود ہے

○

بعد میرے کیوں نوید وصل یار آنے کو تھی
وہ چمن ہی مٹ گیا جس میں بہار آنیکو تھی

○

ملے کیا کوئی اس پردہ نشیں سے
چھپائے منہ جو صورت آفریں سے

کسی کا رشک حوروں کو الٰہی
نکلوا دے نہ فردوس بریں سے

رہا اس میں ہمیشہ دست وحشت
گریباں کم نہیں ہے آستیں سے

فرشتے کیا لکھیں اس کی برائی
اڑے ہیں ہوش زلف عنبریں سے

مری بربادیوں کی مشورت سے
فلک چھپ چھپ کے ملتا ہے زمیں سے

کبھی دیکھا ہے اتنا داغ کو خوش
چلے آتے ہیں یہ حضرت وہیں سے

○

وہ جو بولیں تو بات جاتی ہے
چپ رہوں میں تو رات جاتی ہے

ساتھ حوروں کے ہے شہید ترا کیا عدم کو برات جاتی ہے

○

دل چرا کر نظر چرائی ہے لٹ گئے، لٹ گئے، دہائی ہے
لے اثر کر نہ انتظار دعا مانگنا سخت بے حیائی ہے

داغ ان سے دماغ کرتے ہیں
نہیں معلوم کیا سمائی ہے

○

داغ کی لاش سرِ راہ گذر ہے پامال مرتبے خوب تمھارے شہدا نے پائے

○

ان کے خیال میں جو ذرا ہم بہل گئے کیا رشک ہے وہ اپنے تصور سے جل گئے
ابتک وہی زمین ہے، وہی آسمان ہے دو چار دن میں وہ نہ رہے تم بدل گئے
بیزار جس سے تھے یہ وہی دل ہے میری جاں اب کیا ہوا کہ دیکھتے ہی تم مچل گئے
اے کیا ہے گر کسی سے ملاتے نہیں نظر لاکھوں ہماری آنکھ سے جلسے نکل گئے

احباب ڈھونڈھتے ہیں پریشان ہیں رقیب
کیا جانے آج داغ کدھر کو نکل گئے

○

کس کے نالوں نے جگایا ہے تمھیں ساری رات
کون تھا اس کا بتاؤ تو سہی نام مجھے

آسماں دشمنِ اربابِ ہنر ہوتا ہے
شکر صد شکر کہ آتا نہیں کچھ کام مجھے

داغؔ یہ بات وہ سن لے تو غضب ٹوٹ پڑے
کہتے پھرتے ہو بلایا ہے سرِ شام مجھے

○

تیرے کوچہ میں جو ہم بادیدۂ تر بیٹھتے
جوش طوفاں سے زمیں میں سیکڑوں گھر بیٹھتے

چارہ گر بھی ہم نشیں تھا راٹ کو ناصح بھی تھا
ورنہ بیتابی سے ہم کیا جانے کیا کر بیٹھتے

ہائے بیتابی شبِ وعدہ ترے مہجور کی
اکثر اٹھتے ہم نے دیکھا اسکو اکثر بیٹھتے

جس کی قسمت میں ہو گردش کسطرح بیٹھے کہیں
ہم سے آوارہ ترے کوچہ میں کیونکر بیٹھتے

داغؔ تم نے کیوں کیا ہے نامِ وحشت کا خراب
اس سے تو بہتر یہی تھا چین سے گھر بیٹھتے

○

حوروں سے ملالوں میں کسی شوخ کی صورت
دم بھر کو اگر چرخ سے جنت اتر آئے

رہ رہ کے وہ پچھتائیں کہ کیوں اس کو ستایا
تھم تھم کے مری آہ میں یارب اثر آئے

اس بت کی جو یاد آئی ہمیں خلد بریں میں
اُف کر کے جگر تھام لیا اشک بھر آئے

○

کیا برہنہ پا دشت میں لاکھوں بھی نہونگے
کانٹوں کو مگر چھیڑ ہے چھالوں سے ہمارے
اتنا تو رہے پاس کہ محشر میں کہو تم
بولے نہ کوئی چاہنے والوں سے ہمارے
اے داغ فلک دشمن ارباب ہنر ہے
ظالم کو خبر ہو نہ کمالوں سے ہمارے



کام دورِ چرخ میں بگڑے ہوئے اکثر بنے
تجھ سے بن کر جب بگڑ جائے تو پھر کیوں کر بنے
روز فردا ہو گی تیری رہ گزر سے فتنہ خیز
ہر زمیں کو یہ لیاقت کب ہے جو محشر بنے



کیا رات دن ہے فکر کسی تازہ جور کی
کہتے ہیں اپنی آپ نہ سنتے ہیں اور کی
کیا ناگہاں جفائیں تری یاد آ گئیں
بھولے سے اپنے حال میں جب ہم نے غور کی
اس فتنہ گر کو رحم تو کیسا، ضد آ گئی
جب ہم نے آہ کی تو جفا اس نے اور کی
دنیا میں ایک ایک کا معشوق ہے جدا
میں اس کا خواستگار طلب اس کو اور کی
معشوق آسماں تو نہیں جس سے لیں عوض
تدبیر داغ خاک کریں اس کے جور کی



وہ ظالم غیر کے ہمراہ بن ٹھن کر نکلتا ہے
بن آتی بھی نہیں کچھ اور اپنا جی بھی جلتا ہے

پڑا ہوں سنگِ راہِ دوست بنکر کوئے دشمن میں
سنا ہے آدمی کچھ ٹھوکریں کھا کر سنبھلتا ہے

جو اندازِ جفا کل تھا نہ دیکھا آج وہ یارب
نیا روز اک فلک میرے ستانے کو بدلتا ہے

وہ سن کر نالہ گھبرائے تو غیروں نے تسلی دی
نہیں یہ داغؔ کی فریاد کوئی راہ چلتا ہے

○

تھک تھک کے نہ بیٹھیں گے، نہ مر مر کے اٹھیں گے
اب ظلم نہ ہم سے دلِ مضطر کے اٹھیں گے

ہم لطف کے بندے ہیں خدا کی قسم اے داغؔ
ہم سے نہ کبھی ناز ستمگر کے اٹھیں گے

○

نہ سمجھا عمر گذری اس بتِ خود سر کو سمجھاتے
پگھل کر موم ہو جاتا اگر پتھر کو سمجھاتے

اگر یہ جانتے دعویٰ کریں گے بت خدائی کا
تو اول ہی سے ہم کیا جانے کیا بت گر کو سمجھاتے

○

لائے گی پیچ زلفِ پریشاں نئے نئے
یہ سادگی دکھائے گی ساماں نئے نئے

یہ چاہتا ہے شوق خلش دل میں دمبدم
رہ جائیں ٹوٹ ٹوٹ کے پیکاں نئے نئے

سودا ہے زاہدوں کو بھی اس بت کے عشق کا
ہونے لگے ہیں چاک گریباں نئے نئے

ہے ان کو وہم داغؔ سے یہ لوگ مل نہ جائیں
ہر روز بدلے جاتے ہیں درباں نئے نئے

ہم کیا گئے جہاں سے آزار ہی گیا
وہ بات ہی نہیں ستم روزگار ہیں

کیا کہیئے کس طرح سے جوانی گزر گئی
بدنام کرنے آئی تھی بدنام کر گئی

رہتی ہے کب بہار جوانی تمام عمر
مانند بوئے گل ادھر آئی اُدھر گئی

اے داغ اہل قلعہ کا لٹنا تو درکنار
تنخواہ بھی خزانۂ شاہی میں رہ گئی

کیا طرز کلام ہو گئی ہے
ہر بات پیام ہو گئی ہے
جاگیر جنوں کی قیس کے بعد
اب داغ کے نام ہو گئی ہے

طرز قدسی ہیں کبھی شیوۂ انسان میں کبھی
ہم بھی ایک چیز تھے اس عالم امکاں میں کبھی
اللہ اللہ رے تری شوخ بیانی اے داغ
سست اک شعر نہ دیکھا ترے دیواں میں کبھی

فلک نے لوٹ کے لٹوا دیا حسینوں سے
سمجھ لیا کسی مردے کا اس نے مال مجھے
کسی کے دل سے کسی کی نظر سے گرتا ہوں
سنبھالنا ہے تو اے آسمان سنبھال مجھے

پلادے بزم میں ساقی اسے شراب اتنی
وہ مست ناز کہے مجھ سے تو سنبھال مجھے

کئے ہیں دشت میں پامال سیکڑوں کانٹے
سکھا گئی تری رفتار خوب چال مجھے

○

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

کچھ تعلق رہا نہ دنیا سے
شغل ایسا بتا دیا تو نے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
دل بے مدعا دیا تو نے

بے طلب جو ملا، ملا مجھ کو
بے غرض جو دیا، دیا تو نے

نارِ نمرود کو کیا گلزار
دوست کو یوں بچا دیا تو نے

جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی
اس سے مجھ کو سوا دیا تو نے

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تو نے

داغؔ کو کون دینے والا تھا
جو دیا اے خدا دیا تو نے

○

ایک دن مان ہی جاؤ گے ہمارا کہنا
تم کہے جاؤ یہی تیری حقیقت کیا ہے

آدمی کو ہے یہی گوشۂ راحت کافی
گھر کرے دل میں، جو انساں تو جنت کیا ہے

پوچھ لیتے ہیں یہ دستور ہے جلادوں کا
مجھ سے قاتل نے نہ پوچھا تری حسرت کیا ہے

رحمتِ عالم اظہار ہے اس پہ دے دیں
ورنہ پھر بندہ نوازی کی ضرورت کیا ہے

اس پہ آتی ہے کہ جو لاکھ میں ایک اچھا ہو
مجھ کو ہے ناز کہ میری بھی طبیعت کیا ہے

کیا کہوں کس سے کہوں دل کی حقیقت اے داغؔ
سب یہی پوچھتے ہیں کہئے تو حضرت کیا ہے

○

امید فاتحہ کیا کشتۂ تیغ تغافل کو　　　　کہ میرے قبر سے منہ پھیر کر عالم نکلتا ہے



فسردہ دل کبھی خلوت، نہ انجمن میں رہے
بہار ہو کے رہے ہم تو جس چمن میں رہے
شریک آہ و فغاں بھی سخن سخن میں رہے
جو میں رہوں تو بڑی دھوم انجمن میں رہے
مقابلہ ہے رقیبوں سے روز محشر بھی
چھپا ہوا کوئی خنجر میرے کفن میں رہے
ہر ایک فتنہ بنے فتنۂ قیامت کیا
مگر وہی جو تری چشم سحر فن میں رہے



ذکر میرا اگر آجاتا ہے　　　　سن کے وہ صاف اڑا جاتا ہے
تھک گیا درد بھی اٹھتے اٹھتے　　　　اب کلیجے میں رہا جاتا ہے
کیا نزاکت ہے کہ آئینہ میں　　　　عکس کے ساتھ کھنچا جاتا ہے
ناز سے کھینچ نہ مجھ پر تلوار　　　　غیر مشتاق ہوا جاتا ہے
حسرتیں دل کی مٹی جاتی ہیں　　　　قافلہ ہے کہ لٹا جاتا ہے
داغ کو دیکھ کے بولے یہ شخص
آپ ہی آپ جلا جاتا ہے



کچھ آہ کے حوصلے نکلتے | بنچا مگر آسماں بہت ہے
اک کوہ گراں ہے عشق لیکن | اس کو دل ناتواں بہت ہے



کچھ تازگی ہو لذتِ آزار کیلئے | ہر دم مجھے تلاش نئے آسماں کی ہے
فرصت کہاں کہ ہم سے کسی وقت تو ملے | دن غیر کا ہے رات تری پاسباں کی ہے
دامن سنبھال باندھ کمر آستیں چڑھا | خنجر نکال دل میں اگر امتحاں کی ہے
ہر ہر نفس میں دل سے نکلنے لگا غبار | کیا جانے گردِ راہ یہ کس کارواں کی ہے

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے



غم اٹھانے کے واسطے دم ہے
زندگی ہے اگر تو کیا غم ہے
آئے ہیں وہ رقیب کے گھر سے
اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے
کہتے ہو کچھ کہو، کہوں کیا خاک
جانتا ہوں مزاج برہم ہے
سنتے ہیں داغ کل وہ آئے تھے
بارے اب تو سلوک باہم ہے

شہر آشوب

فلک جناب و ملائک جناب تھی دلّی — بہشت و خلد سے بھی انتخاب تھی دلّی
جواب کاہے کو تھا لاجواب تھی دلّی — مگر خیال سے دیکھا تو خواب تھی دلّی
پڑی ہیں آنکھیں وہاں جو جگہ تھی نرگس کی
خبر نہیں کہ اسے کھا گئی نظر کس کی

○

یہ شہر وہ ہے کہ انسان و جان کا دل تھا — یہ شہر وہ ہے کہ ہر قدر دان کا دل تھا
یہ شہر وہ ہے کہ ہندوستان کا دل تھا — یہ شہر وہ ہے کہ سارے جہان کا دل تھا
رہی نہ آدھی یہاں سنگ و خشت کی صورت
بنی ہوئی تھی جو سارے بہشت کی صورت

○

یہاں کی شام تھی مانند صبح نورانی — یہاں کے ذرے میں تھی مہر کی درخشانی
یہاں کے سنگ سے تھا تیرہ لعل رمّانی — یہاں کی خاک سے ہوتا تھا آئینہ پانی
یہ شہر وہ ہے کہ سایہ بھی نور تھا جس کا
چراغ، رشک تجلیٔ طور تھا اس کا

○

خدا پرستوں کا شیوہ جفا پرستی ہے — جو مال مست تھے اب ان کو فاقہ مستی ہے
بجائے ابر کرم مفلسی برستی ہے — تنگ جینے سے ہیں ایسی تنگدستی ہے

غضب میں آئی رعیت بلا میں شہر آیا
بہ پیچ بیٹے نہیں آئے خدا کا قہر آیا

○

فلک نے قہر و غضب ناک تاک کر ڈالا
تمام پردۂ ناموس چاک کر ڈالا
یکایک ایک جہاں کو ہلاک کر ڈالا
غرض کہ لاکھ کا گھر اُسنے خاک کر ڈالا
جلیں ہیں دھوپ میں شکلیں جو ماہتاب کی تھیں
کھنچیں ہیں کانٹوں میں جو پتیاں گلاب کی تھیں

○

زمیں کے حال پہ اب آسمان روتا ہے
ہر ایک فراق مکیں میں مکان روتا ہے
گدا و شاہ، ضعیف و جوان روتا ہے
غرض یہاں کے لئے اک جہان روتا ہے
جو کہئے جوششِ طوفاں نہیں کہی جاتی
یہاں تو فوج کی کشتی بھی ڈوب ہی جاتی

○

لہو کے چشمے ہیں چشم پر آب کی صورت
شکستہ کاسۂ سر ہیں حباب کی صورت
لٹے ہیں گھر دل خانہ خراب کی صورت
کہاں یہ حشر ہیں تو یہ عذاب کی صورت
زبانِ تیغ سے پرسش ہے دادخواہوں کی
رسن ہے، طوق ہے، گردن ہے بیگناہوں کی

○

برنگ بوئے گل اہلِ چمن چمن سے چلے
غریب چھوڑ کے اپنا وطن وطن سے چلے

نہ پوچھو زندوں کو بیچارے جس چلن سے چلے قیامت آئی کہ مردے نکل کفن سے چلے
مقام امن کبھی ڈھونڈھا تو راہ بھی نہ ملی
یہ قہر تھا کہ خدا سے پناہ بھی نہ ملی

○

جگہ جگہ تھے زمیندار، دار کی صورت چڑھے ہی آتے تھے سر پہ بخار کی صورت
بلا سے کم نہ تھی ہر ایک گنوار کی صورت چھپی نہ ان سے ہر اہل دیار کی صورت
کسی جگہ جو کوئی ہو کے بے قرار آیا
تو اہل قریہ یہ بولے کہ لو شکار آیا

○

زباں جو بدلیں تو صورت بدل نہیں آتی ملیں جو خاک بھی منہ پہ تو مل نہیں آتی
کسی طرح کسی پہلو سے کل نہیں آتی پکارتے ہیں اجل کو اجل نہیں آتی
جو سر کو پھوڑیں تو پتھر پرے سرکتے ہیں
جو لوٹیں کانٹوں پہ کانٹے الگ کھٹکتے ہیں

○

بنا ہے خال سیہ رنگ مہ جمالوں کا دوتا ہوا ہے قد راست نونہالوں کا
جو زور آہوں کا لب پر تو شور نالوں کا عجیب حال دگرگوں ہے دلی والوں کا
کوئی مراد جو چاہی حصول ہی نہ ہوئی
دعائے مرگ جو مانگی قبول ہی نہ ہوئی

○

پئے محاسبہ پرسش ہے نکتہ دانوں کی
تلاش بہر سیاست ہے خوش زبانوں کی
جو نوکری ہے تو اب یہ ہے نوجوانوں کی
کہ حکم عام ہے بھرتی ہے قید خانوں کی
یہ اہل سیف و قلم کا ہو جبکہ حال تباہ
کمال کیوں نہ پھرے در بدر کمال تباہ

کہاں تک آہ لکھوں اسکا حال بربادی
کہاں تک آہ کہوں آسماں کی جلادی
کسی کو قیدِ محن سے نہیں ہے آزادی
کہ داغ، داغ ہے دل، ہر کوئی ہے فریادی
الٰہی پھر اسے آباد شاد دیکھیں ہم
الٰہی پھر اسے حسب مراد دیکھیں ہم



آفتاب داغ

دیوان دوم

مطبوعہ ۱۹۲۳ء

سُن لو جو ہم بیان کریں، پھر کہاں یہ بات
چلتی ہوئی ہمارے دہن میں زبان ہے

(داغ)

اللہ رے مرتبہ میرے عجز و نیاز کا
گویا جواب ہے یہ ترے کبر و ناز کا

دے مجھ کو داغ عشق کہ احسان مان لوں
اس درد جانفزا و غم دلنواز کا

عالم تمام چشم حقیقت نگہ بنا
منھ دیکھتا ہے آئینہ آئینہ ساز کا

ہر چند راہ کعبہ و بُت خانہ ایک ہے
اے راہ رو ہے کام یہاں امتیاز کا

ناکامیِ دوام بھی ہے عیش جاوداں
ایسا اسیر ہوں ہوس حرص و آز کا

کونین جس کے ناز سے چکرا رہے ہیں داغ
میں ہوں نیاز مند اسی بے نیاز کا

○

عیب نکلا جو ہنر پیدا کیا
ہم نے کھویا جس قدر پیدا کیا

اہل جنّت کو بھی آیا اس سے رشک
جس کسی نے دل میں گھر پیدا کیا

آسماں تو آسماں ہی رہ گیا
نام تو نے فتنہ گر پیدا کیا

چٹکیاں لینے لگا کچھ دل میں درد
عشق نے کم کم اثر پیدا کیا

چل رہا ہے خنجرِ فولاد کیا — اس کے ہتھے چڑھ گئی بیداد کیا
میں نویدِ وصل سن کر مر گیا — نامبارک تھی مبارکباد کیا
ان کی صورت دیکھتے رہتے ہیں ہم — دیکھیے کس وقت ہو ارشاد کیا
دل میں طاقت ہو تو سب کچھ ہو سکے — عرش تک جاتی نہیں فریاد کیا
کر لیا رنگِ حنا نے دل اسیر — آپ کی مٹھی میں ہے صیاد کیا
فصلِ گل میں کیوں ہے بلبل نغمہ سنج — آپ اپنے منہ مبارکباد کیا

○

روئے ہم یاس میں اس رنگ کا رونا کیسا — پانی ہو ہو کے بہا خونِ تمنا کیسا
عرصۂ حشر میں انصاف ہمارا کیسا — دیکھنا یہ ہے کہ ہوتا ہے تماشا کیسا
نیند آتی ہے بڑی رات گئے آئے ہو — سرخ آنکھوں میں بھلا نشۂ صہبا کیسا
نامہ بر تو نے بھی دیکھا ہے اسے سچ کہنا — گات کیسی ہے، پھبن کیسی ہے، نقشا کیسا
خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو ظاہر کر دیں — لوگ کرتے ہیں بُری بات کا چرچا کیسا
تیرے قربان کوئی دم یہی تکرار رہے — دل ہمارا ہے، ہمارا ہے، تمھارا کیسا
تم سلامت ہو تو ہر روز قیامت ہوگی — ہم بھی دیکھیں گے تماشے پہ تماشا کیسا
جاں نثاروں کو نہ دیکھا یہ بہانہ رکھ کر — جان پر کھیلنے والوں کا تماشا کیسا

غیر کا ذکرِ وفا اور ہمارے آگے
داغؔ اس بات سے جلتا ہے کلیجہ کیسا

○

تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دلربا جاتا رہا — دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو بھروسہ تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا
دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے
ڈھونڈھنے والے سے پوچھے کوئی کیا جاتا رہا
اس قدر ان کو فراقِ غیر کا افسوس ہے
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے
ورنہ برسوں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا

○

غیر کو منھ لگا کے دیکھ لیا
جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا
ان کے گھر داغؔ جا کے دیکھ لیا
دل کے کہنے میں آ کے دیکھ لیا
زخمِ دل میں نہیں ہے قطرۂ خوں
خوب ہم نے دکھا کے دیکھ لیا
ادھر آئینہ ہے اُدھر دل ہے
جس کو چاہا اٹھا کے دیکھ لیا
اس نے صبحِ شبِ وصال مجھے
جاتے جاتے بھی آ کے دیکھ لیا
تم کو ہے وصلِ غیر سے انکار
اور جو ہم نے آ کے دیکھ لیا
داغؔ نے خوب عاشقی کا مزہ
جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا

○

بلا سے جو دشمن ہوا ہے کسی کا
وہ کافر صنم کیا خدا ہے کسی کا
ادھر آ گلے سے میں تجھ کو لگا لوں
تجھی پر تو دل آ گیا ہے کسی کا
ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایہ
مقدر بہت نارسا ہے کسی کا
ستم ہی کئے جاؤ ہم بھی ہیں حاضر
ہمیں حوصلہ دیکھنا ہے کسی کا
بچے جان کس طرح تیری ادا سے
قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا

میری التجا پہ بگڑ کر وہ بولے
نہیں مانتے اس میں کیا ہے کسی کا

○

بتوں نے ہوش سنبھالا جہاں شعور آیا
بڑے دماغ بڑے ناز سے غرور آیا

گزار دی شب وعدہ اسی توقع پہ
مرے بلانے کو اب آدمی ضرور آیا

○

ایسا تو نہ ہو حشر میں تکرار کی ٹھہرے
تو اپنی خطا پر کبھی قائل نہیں ہوتا

جس دن پئے گل گشت نکلتے ہیں وہ گھر سے
رکھتے ہی نہیں پاؤں جہاں دل نہیں ہوتا

کیا ناک میں دم ہے دل دشوار طلب سے
وہ کام بگڑتا ہے جو مشکل نہیں ہوتا

رکھ لوں ترے پیکاں کو کلیجے سے لگا کر
اپنا کبھی ہوتا ہے کبھی دل نہیں ہوتا

مرنے ہی پہ جب آئے تو کیوں ڈوب کے مریئے
کیا خاک میں مل جانیکو ساحل نہیں ہوتا

○

بے مانگے درد عشق و غم جاں گزا دیا
سب کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کا دیا

ناوک ابھی ہے شست میں صیاد کے مگر
اٹھتی ہیں انگلیاں وہ نشانہ اڑا دیا

صرف بنائے بتکدہ اے شیخ کچھ نہ پوچھ
اکثر اک اینٹ کیلئے مسجد کو ڈھا دیا

تا حشر منکرین قیامت نہ مانتے
تجھ کو بنا کے اس کا نمونہ دکھا دیا

سمجھیں گے خوب اس بت ناآشنا سے داغ
گر ایک بار اور خدا نے ملا دیا

○

انکار میکشی نے مجھے کیا مزہ دیا
سینے پہ چڑھ کے اس نے خم مے پلا دیا

وہ ناز سے زمین پہ رکھتے نہ تھے قدم
تعریف کر کے اور بھی ہم نے اوڑا دیا

بخشا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا
جنّت کہے گی آگ لگا دی جلا دیا



عشق تاثیر جو کرتا تو یہ پنہاں ہوتا
رنج میرا ترے چہرے سے نمایاں ہوتا

دین و دنیا کے مزے جب تھے کہ دو دل ہوتے
ایک میں کفر اگر ایک میں ایماں ہوتا

خلد میں بند رہے عیش کے ساماں بیکار
لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشاں ہوتا

کیا غضب ہے نہیں انسان کو انسان کی قدر
ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انساں ہوتا

ذبح کے بعد مجھے لطف خلش رہ جاتا
کاش خنجر میں ترے تیر کا پیکاں ہوتا



دلِ پُر اضطراب نے مارا
اسی خانہ خراب نے مارا

میری آنکھوں سے ہے عیاں پس مرگ
نرگس نیم خواب نے مارا

یاد کرتے ہو غیر کے اشعار
ہائے اس انتخاب نے مارا

جس کو ڈھونڈھا ملا نہ کعبہ میں
ایسے خالی ثواب نے مارا

جان بخشی نظر نہیں آتی
اب نگاہِ عتاب نے مارا

جا چکیں خلد میں کہ دوزخ میں
طول روزِ حساب نے مارا

دیکھ کر جلوہ غش ہوئے موسیٰ
داغ مجھ کو حجاب نے مارا



اس کعبۂ دل کو کبھی ویراں نہیں دیکھا
اس بت کو کب اللہ کا مہماں نہیں دیکھا

جب ہاتھ پڑا وصل میں شوخی سے کسی کا
پھر ہم نے گریباں کو گریباں نہیں دیکھا

رحمت کے طلب گار ہزاروں نظر آئے
محشر میں کوئی جور کا خواہاں نہیں دیکھا

اس بت کی محبت میں قیامت کا مزہ ہے
کافر کو بھی دوزخ میں پشیماں نہیں دیکھا

ہر چند ترے ظلم کی کچھ حد نہیں ظالم
پر ہم نے کسی شخص کو نالاں نہیں دیکھا

کیا جذب محبت ہے کہ جب سینے سے کھینچا
سفّاک ترے تیر میں پیکاں نہیں دیکھا

کہتی ہے مری قبر پہ رو رو کے محبّت
یوں خاک میں ملتے ہوئے ارماں نہیں دیکھا

کیوں پوچھتے ہو کون ہے یہ کس کی ہے شہرت
کیا تم نے کبھی داغ کا دیواں نہیں دیکھا



سر اڑاتے ہیں وہ تلواروں سے، کوئی کہتا نہیں سرکار یہ کیا
خوبیاں کل تو بیاں ہوتی تھیں آج ہے شکوۂ اغیار یہ کیا

لے لئے ہم نے لپٹ کر بوسے   وہ تو کہتے رہے ہر بار یہ کیا

○

منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم
ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا
یہ حسین، یہ مہہ جبیں، یہ شہر، ایسی لہر بہر
داغؔ کلکتہ سے لاکھوں داغ دل پر لے چلا

○

کس نے کہا کہ داغؔ وفادار مر گیا
وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا
دام بلائے عشق کی وہ کشمکش رہی
اک اک پھڑک پھڑک کے گرفتار مر گیا
بیداد گر کو رہ گئی کیا حسرتِ ستم
جب اپنی موت کوئی دل افگار مر گیا
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پس مرگ اسلئے
جانے کوئی کہ طالبِ دیدار مر گیا

○

ہمارے دل نے وہ تنہا اٹھا لیا ظالم   ترا ستم جو نہ اک روزگار سے اٹھا
ہوا نہ پھر کہیں روشن یہ اشک تو دیکھو   کوئی چراغ جو میرے مزار سے اٹھا
ہوا ہے خون کی چھینٹوں سے پیرہن گلزار   میرے شہید کا لاشہ بہار سے اٹھا

گلہ رقیب کا سن کر جھکی رہیں آنکھیں
حجاب کیا نگہ شرمسار سے اُٹھا

کسی نے پائے حنائی جو ناز سے رکھا
بھڑک کے شعلہ ہمارے مزار سے اُٹھا

عدو کی بزم میں دیکھو تو داغؔ کے تیور
ذلیل ہو کے بڑے افتخار سے اٹھا

○

دل مبتلائے لذت آزار ہی رہا
مرنا فراق یار میں دشوار ہی رہا

جلوے کے بعد وصل کی خواہش ضرور تھی
وہ کیا رہا جو عاشق دیدار ہی رہا

○

حشر میں بھی مبتلا اس پر جہاں ہو جائیگا
جو یہاں ہوتا ہے وہ اک دن وہاں ہو جائیگا

دل سے بھی باتیں نہیں کرتا کبھی میں اسلئے
وہ ستم گر بدگماں یہ رازداں ہو جائیگا

دل کو مدت میں کیا تھا خوگر طرز ستم
کیا خبر تھی وہ یکایک مہرباں ہو جائیگا

سخت جانی میری تیروں کو رلائیگی لہو
ہر لب سوفار چشم خوں فشاں ہو جائیگا

دیکھ لینا آرزوئے وصل میں میرا وصال
بیٹھے بیٹھے یونہیں اکدن ناگہاں ہو جائیگا

داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ تیرے عشق میں
ہائے ایسا شخص یوں بے خانماں ہو جائیگا

○

ہوتا ہے حسینوں کا یہی وقت نمائش
ورنہ مہ کامل نہ سر شام نکلتا

گھبرا کے نکلتا نہ ترا ناوک دل دوز
پہلو میں اگر گوشۂ آرام نکلتا

دشمن کی ندامت نے انھیں پیار دلایا
اے کاش میرے ذمہ بھی الزام نکلتا

تصویرِ رخِ یار کو دیکھا اسے دیکھا / خورشیدِ پُر انوار کو دیکھا اسے دیکھا

کیا فتنۂ محشر میں ہے جو اس میں نہیں ہے / ظالم تری رفتار کو دیکھا اسے دیکھا

کہہ دے ارنی گو سے کوئی جا کے سرِ طور / گر شعلۂ رخسار کو دیکھا اسے دیکھا

عاشق کو یونہی دیکھتے ہیں دیکھنے والے / ہر مرتبہ تلوار کو دیکھا اسے دیکھا

اے داغؔ اسی شوخ کے مضمون بھرے ہیں
جس نے مرے اشعار کو دیکھا اسے دیکھا

○

دیکھ لے گا یہ مزہ حشر میں جو جائے گا / آپ جو حکم کریں گے وہی ہو جائے گا

غیر آیا ہے عیادت کو اگر آنے دو / وہ بھی کمبخت میری جان کو رو جائے گا

آسماں ہو کہ زمانہ ہو عدو کوئی ہو / تم جسے دوست بنا لوگے وہ ہو جائے گا

نامہ بر دیدۂ بیدار ہمارا لے جا / یہ تو جاگے گا جو تو راہ میں سو جائے گا

فیصلہ آج کئے لیتے ہیں جو کچھ ہو جائے / نہ سہی ان سے خوشی رنج تو ہو جائے گا

داغؔ تم داغِ جدائی کے گلے کرتے ہو
چار چھینٹوں میں وہ چلتے ہوئے دھو جائیگا

○

دکھائیں کوچۂ قاتل میں جاں نثاروں کو / ہمارے ساتھ کبھی بوالہوس نہیں چلتا

بہت ہمارے پھڑکنے سے تنگ ہے صیاد / کہ چار دن سے زیادہ قفس نہیں چلتا

گذر گئے ہیں جو دن پھر نہ آئیں گے ہرگز / کہ ایک چال فلک ہر برس نہیں چلتا

ملے جو داغؔ تو کیسا بنائیں ٹھیک اسے / ہزار کوس سے کچھ ان کا بس نہیں چلتا

حال میرا دوسرا گویا مزاج یار ہے
یہ سنبھالے سے نہ سنبھلے گا اگر برہم ہوا

نا امیدی تیرے صدقے تو نے دی راحت مجھے
کم ہوا جب ایک ارماں ایک دشمن کم ہوا

بے اثر ہو تو کبھی طوفاں ہو نہیں دریا تو ہو
حسرت اس آنسو پہ ہے جو قطرۂ شبنم ہوا

آگے آگے رنگ لائے گا ابھی مضمون غم
نامہ بر کہتا ہے اک اک لفظ پہ ماتم ہوا

صبح ہجراں ہیں ادھر غمگیں ادھر ان کا یہ حال
آئینے سے کہتے ہیں یہ کیا مرا عالم ہوا

○

کہو جب تم یہ ہے بیمار میرا
تو کہوں کہ دور ہو آزار میرا

مجھے کوسیں، بلا سے گالیاں دیں
مگر وہ نام لیں ہر بار میرا

کہوں گا حشر میں، یہ کون، میں کون
مزہ دے جائے گا انکار میرا

قیامت ہے سنے وہ سر جھکائے
خدا کے سامنے اظہار میرا

مجھے تم جانتے ہو داغ ہوں میں
کہیں جاتا ہے خالی وار میرا

○

جب جوانی کا مزہ جاتا رہا
زندگانی کا مزہ جاتا رہا

دوسرا پورا پڑا قاتل کا ہاتھ
سخت جانی کا مزہ جاتا رہا

نامہ بر نے طے کئے سارے پیام
منہ زبانی کا مزہ جاتا رہا

داغ ہی کے دم سے تھا لطف سخن
خوش بیانی کا مزہ جاتا رہا

○

وہ جانا پھیر کر چتون کسی کا
ہمارے ہاتھ میں دامن کسی کا

غبار آلودہ ہیں پائے حنائی
مٹا کر آئے ہو مدفن کسی کا

کہا غنچہ سے مرجھا کر یہ گل نے
ہمیشہ کب رہا جوبن کسی کا

پڑا تھا ہائے کس کمبخت کے ہاتھ
کہ ہے نکلا ہوا دامن کسی کا

گرے گی طور پر ایک اور بجلی
چمکتا ہے رخ روشن کسی کا

○

وہ اپنا دست حنائی بھی رکھتے ڈرتے ہیں
علاج کون کرے میرے دل کے چھالوں کا

اسی سے پرسش اعمال ہو گئی پہلے
جواب سہل نہیں تمھارے سوالوں کا

فلک پہ شمس و قمر ہیں زمیں پہ لالہ و گل
مگر جواب کہاں ہے تمھارے گالوں کا

ہر ایک مار سیہ زلف و گیسو و کاکل
تمھارے بال ہیں یا کھیت ہے یہ کالوں کا

وہ پھول والوں کا میلہ وہ سیر یاد ہے داغ
وہ روز جھرنے پہ جمگھٹ پری جمالوں کا

○

باقی ہے آدھی رات مگر اس کا کیا جواب
گھبرا کے وہ یہ کہتے ہیں وقت اذان ہے اب

دیکھو ذرا سی شرم نے سب کچھ مٹا دیا
وہ آنکھ وہ نگاہ وہ چتون کہاں ہے اب

بعد فنا بھی اور مکدر کیا اسے
میرا غبار میرے لئے آسمان ہے اب

لو اور سنئے شکوۂ وصل رقیب پہ
وہ صاف صاف کہتے ہیں فرصت کہاں ہے اب

تم کو یقیں نہیں تو نہ ہو اس کا کیا علاج
کمبخت داغ تم سے بہت بدگماں ہے اب

سر اٹھاتا نہیں تو شرم جفا سے ظالم
یا کئے ہیں کسی کمبخت نے احسان بہت

○

تیری گلی سے گو ہو صبا یا نسیم بند
ہو گی نہ بوئے کاکل عنبر شمیم بند
جو خود نہ کھا سکے وہ کھلائے کسی کو کیا
رہتا ہے رات دن در گنج لئیم بند
قاتل کی طرز نیم تبسم اڑائی ہے
لب نیم وا ہیں زخم جگر کے تو نیم بند
ایسی سنی ہیں ہم نے بہت لن ترانیاں
روکے سے کب ہوئی ہے زبان کلیم بند

○

مکدر ہم کو رکھنا تھا تو یوں اے چرخ رکھنا تھا
کدورت دل میں رہتی اس کے کوچہ کی زمیں بن کر
جو کرنے پیروی مجنوں کی ہم کیا ہم کو سودا تھا
مگر وہ دل میں بیٹھا لیلیٰ محمل نشیں بن کر
نہیں ہونا اثر خجلت سے لب تک آ نہیں سکتی
رہی ہے آہ سینے میں نگاہِ شرمگیں بن کر
خراش سینہ سے یہ دست وحشت گل کھلا دیتا
بگاڑا جیب نے، جیب آستیں نے، آستیں بن کر
عتاب آلود چہرے کی ادا پر لوٹ ہوں قاتل
مرے دل پر چھری پھرتی ہے تیری چیں جبیں بنکر

○

مٹ گئے عشق میں گھر سیکڑوں ویراں ہو کر
پھر گئی آنکھ تیری گردشِ دوراں ہو کر

سانس بیتاب قدم تیز پریشان نظر
آئے ہو کیا طرفِ گورِ غریباں ہو کر

بخیہ گر عیسیٰ مریم ہو تو کیا کام مجھے
غیر کا ہاتھ پڑے میرا گریباں ہو کر

خیر بہتر ہے تغافل ہی سہی حسن لیناؔ
جان پر کھیل گیا کوئی پریشاں ہو کر

یہ ہنر دستِ جنوں کا، یہ سلیقہ دیکھو
دھجیاں اڑتی ہیں دامن کی گریباں ہو کر

نور کس کا ہے میرے دل میں کہ ہر آہ کے ساتھ
رہ گئی برق تجلی سی نمایاں ہو کر

پاس رہنے کی محبت بھی تو ہو جاتی ہے
کیوں کہیں جائے ہماری شبِ ہجراں ہو کر



اک پل کی زندگی بھی غنیمت ہے دار پر
اہلِ عدم سے کہہ دو مروت سے دور ہے
قاتل خدا کے واسطے اک زخم اور بھی
دیکھی نہ ہوگی سیر کبھی اس شکار کی

ملتے ہیں اشک خاک میں مژگاں کو چھوڑ کر
تنہا نہ جاؤں گا شبِ ہجراں کو چھوڑ کر
تلوار پھر سنبھال نمکداں کو چھوڑ کر
دیکھو رقیب پر سگِ درباں کو چھوڑ کر

دنیا میں اور کوئی نہ ہوگا گنہگار — چھپتا رہا ہوں دامنِ عصیاں کو چھوڑ کر

ہر چند رام پور میں گھبرا رہا ہے داغ
کس طرح جائے کلبِ علی خاں کو چھوڑ کر

○

آئے ہو تو اے داغ ستم دیکھتے جا کر — آتا ہے جگر نالۂ شب گیر سے باہر
حسرت ہے تری تجھ سے وفا اور زیادہ — نکلی نہ دلِ عاشقِ دل گیر سے باہر
اس تیغِ نگہ سے وہ ادا ہوتی ہے ظاہر — شمشیر نکل آتی ہے شمشیر سے باہر

دلی سے تو کلکتہ میں پہنچے مگر اے داغ
کیونکر ہوں حصارِ فلکِ پیر سے باہر

○

غیر بھی میری طرح کرتے ہیں آہیں کیونکر — میں بھی دیکھوں تو لپٹتی ہیں نگاہیں کیونکر
زیرِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھو تو لو — ناتواں کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر
چاہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو — وہ طریقہ تو بتا دو تمہیں چاہیں کیونکر
دردمندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے — چپکے چپکے ترے بیمار کراہیں کیونکر
غیر کی چاہ کا دم بھرتے ہو تم کیا جانو — نالے کس طرح کیا کرتے ہیں آہیں کیونکر
داغ وہ چاہتے ہیں غیر کو چاہے یہ بھی — جو برا چاہے ہمارا اسے چاہیں کیونکر

○

محشر میں بھی کسی کے اٹھائیں گے ناز ہم — ایسے نیاز مند ہیں اے بے نیاز ہم
انساں کی مجال، یہ طاقت بشر کی ہے — تم جانتے ہو کیسے اٹھاتے ہیں ناز ہم

واعظ یہی نہ کہہ دے کہ پیدا ہی کیوں ہوئے
دنیا میں آئیں اور رہیں پاکباز ہم

○

شب وصل بھی لب پہ آئے گئے ہیں
یہ نالے بہت منہ لگائے گئے ہیں

وہی راہ ملتی ہے چل پھر کے ہم کو
جہاں خاک میں دل ملائے گئے ہیں

فرشتے بھی دیکھیں تو کھل جائیں آنکھیں
بشر کو وہ جلوے دکھائے گئے ہیں

○

بت کو بت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں
ہم بھی دیکھیں تو اسے دیکھ کے کیا کہتے ہیں

ہم تصور میں بھی جو بات ذرا کہتے ہیں
سب میں اڑ جاتی ہے ظالم اسے کیا کہتے ہیں

میں گنہگار اگر عشق مجازی ہے گناہ
میں خطاوار اگر اس کو خطا کہتے ہیں

وقت ملنے کا جو پوچھا تو کہا کہہ دیں گے
غیر کا حال جو پوچھا تو کہا کہتے ہیں

چوٹ کھانے سے جو دل ٹوٹ گیا ہے اپنا
لوگ اس کو بھی ترا عہد وفا کہتے ہیں

نہیں ملتا کسی مضموں میں ہمارا مضموں
طرز اپنا ہے جدا سب سے جدا کہتے ہیں

شکوۂ ہجر پہ اس شوخ نے مجھ کو لکھا
جو رہے دل میں کہیں اس کو جدا کہتے ہیں

○

اس کی شرارتیں بھی قیامت سے کم نہیں
دل تجھ سے بڑھ کے ہے کسی صورت سے کم نہیں

دنیا میں ان بتوں نے جلایا ہے اس قدر
دوزخ بھی میرے واسطے جنت سے کم نہیں

اس کا ثواب لوٹنے والے ہمیں تو ہیں
نظارہ میکدے کا عبادت سے کم نہیں

○

بڑی بلا ہے یہ داغ پُرفن تم اس کو ہرگز نہ منھ لگانا
وگرنہ ڈھب پہ لگا ہی لے گا سنیں اگر اسکی چار باتیں



بتانِ ماہ وش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں
کہ جس کی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں
ہزاروں داغ پنہاں عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں
شرر پتھر کی صورت ان کے آب و گل میں رہتے ہیں
زمیں پر پاؤں نخوت سے نہیں رکھتے پری پیکر
یہ گویا اس مکان کی دوسری منزل میں رہتے ہیں
محبت میں مزہ ہے چھیڑ کا لیکن مزے کی ہو
ہزاروں لطف ہر اک شکوۂ باطل میں رہتے ہیں
خدا رکھے سلامت جن کو ان کو موت کب آئی
تڑپتے لوٹتے ہم کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں
ہزاروں حسرتیں وہ ہیں کہ روکے سے نہیں رکتیں
بہت ارمان ایسے ہیں کہ دل کے دل میں رہتے ہیں
یہاں تک تھک گئے ہیں چلتے چلتے تیرے ہاتھوں سے
کہ اب چھپ چھپ کے ناوک سینۂ بسمل میں رہتے ہیں
نہ دیکھے ہوں گے رندوں سے بھی تونے پاک اے زاہد
کہ یہ بے داغ میخانے کی آب و گل میں رہتے ہیں

محیط عشق کی ہر موج طوفاں خیز ایسی ہے
وہ ہیں گرداب میں جو دامنِ ساحل میں رہتے ہیں

خدا رکھے محبت نے کئے آباد دونوں گھر
میں ان کے دل میں رہتا ہوں وہ میرے دل میں رہتے ہیں

ہمارے سائے سے بچتا ہے ہر اک بزم میں اس کی
ہمیں دیکھو کہ ہم تنہا بھری محفل میں رہتے ہیں

سراغ مہر و الفت غیر کے دل میں نہ پائیں گے
عبث وہ رات دن اسی سعی بے حاصل میں رہتے ہیں

بتوں کو محرم اسرار تو نے کیوں کیا یا رب
کہ یہ کافر ہر اک خلوت سرائے دل میں رہتے ہیں

فلک دشمن ہوا گردش زدوں کو جب ملی راحت
زیادہ راہ سے کھٹکے مجھے منزل میں رہتے ہیں

نئی آسانی کہاں تقدیر میں ہم دل گرفتوں کی
خدا پر خوب روشن ہے کہ جس مشکل میں رہتے ہیں

ہمیں دشوار جینا، عار تم کو قتل کرنے سے
بڑی مشکل میں رکھتے ہو بڑی مشکل میں رہتے ہیں

کوئی نام و نشاں پوچھے تو اے قاصد بتا دینا
تخلص داغ ہے وہ عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں

○

سنگ دل کہنے سے تو آپ بُرا مان گئے — یہ جو کچھ سینے پہ ہے اسکو بھی پتھر نہ کہوں

اب کی کچھ منہ سے جو نکلا تو تمھیں جانو گے

داغ پھر مجھ کو نہ کہنا جو برا بہ نہ کہوں



مرے[1] مزار کو وہ ٹھوکروں سے ٹھکرا کر — فلک سے کہتے ہیں یوں پائمال کرتے ہیں

نہیں ہے موت سے کم اک جہان کا چکر — جناب خضر یونہیں انتقال کرتے ہیں

ہزار کام مزے کے ہیں داغ الفت میں

جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں



بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں

کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں

دلوں پہ سیکڑوں سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں

کلیجوں پہ ہزاروں تیر اس چتون کے بیٹھے ہیں

الٰہی کیوں نہیں اٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے

ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہیں ہے اے دل ناداں

ابھی وہ روٹھ جائیں گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں

---

[1] ایک ٹھوکر سے اڑا دے جو مزار عاشق — وہ تو معشوق نہ ہوگا کوئی ہاتھی ہوگا۔

(ظریف لکھنوی)

اثر ہے جذب الفت میں تو کھینچ کر آ ہی جائیں گے
ہمیں پروا نہیں ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں
سبک ہو جائیں گے گر جائیں گے وہ بزم دشمن میں
کہ جب تک گھر میں بیٹھے ہیں وہ لاکھوں من کے بیٹھے ہیں
بہت رویا ہوں میں جب سے یہ میں نے خواب دیکھا ہے
کہ آپ آنسو بہائے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں
کھڑے ہوں زیر طوبیٰ وہ نہ دم لینے کو دم بھر بھی
جو حسرت مند تیرے سایۂ دامن میں بیٹھے ہیں
تلاش منزل مقصد کی گردش اُٹھ نہیں سکتی
کمر کھولے ہوئے رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں
یہ جوش گریہ تو دیکھو کہ جب فرقت میں روتا ہوں
در و دیوار اک پل میں مرے مسکن کے بیٹھے ہیں
یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں ان کا رنگ لائے گا
قیامت بن کے اٹھیں گے بھبوکا بن کے بیٹھے ہیں
کسی کی شامت آئے گی کسی کی جان جائے گی
کسی کی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں
قسم دے کر انھیں سے پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اسکے
تمھاری بزم میں کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہیں

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں



تمام رات وہ جاگیں، وہ سوئیں سارے دن
خبر ہے کیا انھیں کیونکر کٹے ہمارے دن

خدا بچائے قیامت کے ہیں تمہارے دن
یہ پیاری پیاری جوانی، یہ پیارے پیارے دن

تمہاری طرح بھی ہوگا نہ کوئی ہرجائی
تمام رات کہیں ہو، کہیں ہو سارے دن

مرے جگر پہ ہیں داغ فراق روز فراق
دکھا رہا ہے چمکتے ہوئے ستارے دن

ہمیشہ تم کو مبارک ہو داغ روز نشاط
پھریں ہمارے بھی جیسے پھرے تمہارے دن



پوچھتے کیا ہو یہ کیسا ہے کتابی چہرہ
پہلے میں ہاتھ میں قرآن اٹھالوں تو کہوں

جو میرے دل میں ہے اکتے ہوئے جی ڈرتا ہے
گدگدا لوں تو کہوں، پاؤں بالوں تو کہوں

میں ہوں بیتاب، وہ بدمست، فسانہ ہے دراز
دل کو تھاموں تو کہوں، ان کو سنبھالوں تو کہوں

جو گذرتی ہے مرے دم پہ نہ پوچھو مجھ سے
گالیاں عشق و محبت کو سنالوں تو کہوں

داغ پابند قفس ہوں نہیں کچھ کر سکتا
دام صیاد سے میں چھوٹ کے جانوں تو کہوں



قیامت کی تجلی ہے تمہارے روئے روشن میں
مجھے ڈر ہے کہ دیکھو آگ لگ جائے نہ چلمن میں

کسی کے خوف سے جی کھول کر رویا نہیں جاتا
کہ جو آنسو ٹپکتا ہے چھپا لیتا ہوں دامن میں
مزہ جب ہے کہ اس انداز سے ہوں پیار کی باتیں
ہمارا ہاتھ سینے پہ تمھارا ہاتھ گردن میں
غضب ہے داغ یہ دن رات یہ برساتیں یوں گزری
کہاں وہ رشک گل جھولا جھلائیں جسکو ساون میں



کچھ آنے لگا جیسے اثر آہ رسا میں
دل اور ہوا میں ہے جگر اور ہوا میں
تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہیں دیکھو
ٹوٹے ہوئے ناخن گرہ بند قبا میں
آنکھیں ترے تلوؤں سے ملیں کس نے پئے وصل
دو پھول سے نرگس کے بندھے ہیں کف پا میں
اس دام سے چھٹنا کوئی آسان ہے ظالم
تو دل میں ہے، دل زلف میں ہے، زلف بلا میں
تھے اس بت مہوش کے بہت چاہنے والے
انگشت نما داغ ہوا سارے جہاں میں



صاف کب امتحان لیتے ہیں
وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں
تم تغافل کرو رقیبوں سے
جاننے والے جان لیتے ہیں
اپنے بسمل کا سر ہے زانو پہ
کس محبت سے جان لیتے ہیں
وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے
بیچ میں مجھ کو سان لیتے ہیں
مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی
آیئے امتحان لیتے ہیں

داغ بھی ہے عجیب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں



بخشے ہی جائیں شرم حضوری سے لاکھ جرم
دنیا میں کیا کریں جو خدا رو برو نہ ہو

ہم بادہ نوش پاؤں نہ رکھیں بہشت میں
جب تک ہمارے سامنے جام و سبو نہ ہو

مٹی کی مورت اس سے تو اے داغ خوب ہے
معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو



نہ آدمی کہاں ہے وہ انسان ہے کہاں
جو دوست کا نہ دوست، عدو کا عدو نہ ہو

زاہد مزہ تو جب ہے عذاب و ثواب کا
دوزخ میں بادہ کش نہ ہوں، جنت میں تو نہ ہو

ہے لاگ کا مزہ دل بے مدعا کے ساتھ
تم کیا کرو کسی کو اگر آرزو نہ ہو



بات کا زخم ہے تلوار کے زخموں سے سوا
کیجئے قتل مگر منہ سے کچھ ارشاد نہ ہو

ہائے وہ دل، وہ کلیجہ میں کہاں سے لاؤں

وصل میں شاد نہ ہو، ہجر میں ناشاد نہ ہو

جور کے بعد ہے اب حرف تسلّی کیسا؟

اس سے فرمائیے جس کو وہ گھڑی یاد نہ ہو

حشر تک اس کی بہاریں نہ مٹیں گی زاہد

کوچۂ یار ہے یہ جنّت شدّاد نہ ہو

لاکھ گھاتیں ہیں کہیں دل کے پھنسا لینے کی

رہیں صیاد ہوں اس کے وہ جو صیاد نہ ہو

○

تم کو چاہا تو خطا کیا ہے بتا دو مجھ کو

دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجھ کو

دل مرا ہاتھ میں لیتے ہی الگ پھینک دیا

مال ایسا یہ نہیں لاؤ اٹھا دو مجھ کو

غیر کو دست حنائی نہ دکھاؤ دیکھو

گر لگانی ہے یونہیں آگ لگا دو مجھ کو

اب خدا چاہے تو میں تم کو نہ چاہوں ہرگز

پھر یہ تقصیر ہو مجھ سے تو سزا دو مجھ کو

○

کیوں میری سرد آہ انھیں ناگوار ہو

یہ وہ ہوا نہیں جو کلیجے کے پار ہو

بہترے غضب سے رتبہ قیامت کو کون سا

یہ لاکھ بار ہو وہ اگر ایک بار ہو

جھپکی جو آنکھ ہجر کی شب آئی یہ ندا

اے ننگ عشق مر نہ گیا ہوشیار ہو

○

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو

دو دن میں یہ مزاج ہے آگے کو خیر ہو

چاہیں اگر وہ کافر و دیندار میں سلوک　　بت خانے میں ہو کعبہ، تو کعبے میں دیر ہو

دلی میں پھول والوں کا میلہ پھر آئے داغ
بن ٹھن کے آئے وہ تو قیامت کی سیر ہو



ہاتھ باندھے ہوئے اغیار کے ساتھ آؤ گے　　ہم دکھا دیں گے ہزار روز جزا ہونے دو
ہم بھی دیکھیں تو کہاں تک نہ توجہ ہو گی　　کوئی دن تذکرۂ اہل وفا ہونے دو
آنکھ ملتے ہی کہوں خاک حقیقت دل کی　　دیکھ کر جلوہ مرے ہوش بجا ہونے دو
کیا نہ آئے گا ابھی خوف مرے قتل کے بعد　　دستِ قاتل کو ذرا دستِ دعا ہونے دو



ہے غضب بوسہ مجھے کھا کے قسم ایک نہ دو　　پھر تغافل سے ہزاروں ہوں ستم ایک نہ دو
پائمالوں کی تری راہ میں گنتی کیا ہے　　سیکڑوں آ گئے سر زیر قدم ایک نہ دو
چرخ سا اور سخی کون ہے دینے والا　　مجھ کو دس، بیس دیئے داغ الم ایک نہ دو
ہاتھ کیوں کھینچ لیا ایک ہی ساغر دے کر　　دو تو دو سو جو نہ دو، دس سے تو کم ایک نہ دو
وہ اشاروں ہی سے اقرار کریں دو دن کا　　ایسے بھولے نہیں سمجھیں گے جو ہم ایک نہ دو
ہم نے کعبے میں بھی لاکھوں کی یہ صورت دیکھی　　کرتے ہیں ہائے صنم، ہائے صنم ایک نہ دو
میری تقدیر بکثرت مجھے دلوائے گی　　دل تمھارا جو کہے گا اسے کم ایک نہ دو
مجھ کو دو دل ہوں عطا روز ازل کہنا تھا　　رنج کھانے کو اٹھانے کو ستم ایک نہ دو

داغ دلی تھی کسی وقت میں یا جنت تھی
سیکڑوں گھر تھے وہاں رشک ارم ایک نہ دو

کہتے ہیں جس کو حور وہ انساں تمہیں تو ہو — جاتی ہے جس پہ جان مری جاں تمہیں تو ہو

آتا ہے بعد ظلم تمہیں کو تو رحم بھی — اپنے کئے سے دل میں پشیماں تمہیں تو ہو

پچھتاؤ گے بہت مرے دل کو اجاڑ کر — اس دل میں اور کون ہے مہماں تمہیں تو ہو

ایک روز رنگ لائیں گی یہ مہربانیاں — ہم جانتے تھے جاں کے خواہاں تمہیں تو ہو

دلدار، دل فریب و دلآزار و دلستاں — لاکھوں میں ہم کہیں گے کہ ہاں ہاں تمہیں تو ہو

کرتے ہو داغ دور سے بت خانے کو سلام
اپنی طرح کے ایک مسلماں تمہیں تو ہو

○

حوروں سے کیا غرض تھی عبث بدگماں ہو — جنت میں لے گئی تری محفل کی آرزو

یوں آہ نارسا کو تمنائے عرش ہے — جیسے کسی غریب کو منزل کی آرزو

ہے قیس کا تو شوق زمانے میں آشکارہ — کیا جانے کوئی صاحب محمل کی آرزو

دنیا سرائے تنگ ہے محشر ہے جائے تنگ — عاشق کہاں نکال سکے دل کی آرزو

دل ہر طرف رہا نگراں بحر عشق میں — اس ڈوبتے کو رہ گئی ساحل کی آرزو

○

شب وصل ضد میں بسر ہو گئی — نہیں ہوتے ہوتے سحر ہو گئی

نگہ غیر پہ بے اثر ہو گئی — تمہاری نظر کو نظر ہو گئی

کسک دل میں پھر چارہ گر ہو گئی — جو تسکیں پہر دو پہر ہو گئی

لگاتے ہیں دل اس سے اب ہار جیت — ادھر ہو گئی یا ادھر ہو گئی

جواب ان کی جانب سے دینے لگا — یہ جرأت تجھے نامہ بر ہو گئی

بُرے حال سے یا بھلے حال سے تمھیں کیا ہماری بسر ہوگئی
جفا پر وفا تو کروں سوچ لو تمھیں مجھ سے الفت اگر ہوگئی
نگاہِ ستم میں کچھ ایجاد ہو کہ یہ تو پرانی نظر ہوگئی
شبِ وصل ایسی کھلی چاندنی وہ گھبرا کے بولے سحر ہوگئی
کہیں زندگی بھر کی سب واردات مری روح پیغامبر ہوگئی
کہو کیا کروگے مرے وصل کی جو مشہور جھوٹی خبر ہوگئی

غمِ ہجر سے داغؔ مجھ کو نجات
یقیں تھا نہ ہوگی، مگر ہوگئی

○

میری صورت بنی تو خاک بنی قسمت اے صورتِ آفریں بنتی
وعدہ کرتے ہی کیا وہ آجاتے رات بھر زلفِ عنبریں بنتی
نہ چمکتی جو حسن کی تقدیر کیوں تری چاند سی جبیں بنتی
پارۂ جیب سے مرے اے کاش دستِ وحشت کی آستیں بنتی
بزمِ دنیا تھی قابلِ جنّت خوب بنتی اگر یہیں بنتی

○

ملاتے ہو اسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے
مری جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے
لیں پردہ بھی لیلیٰ ہاتھ رکھ لیتی ہے آنکھوں پر
غبارِ ناتوانِ قیس جب محمل سے ملتا ہے

بھرے ہیں تجھ میں وہ لاکھوں ہنر اے مجمعِ خوبی
ملاقاتی ترا گویا بھری محفل سے ملتا ہے

مجھے آتا ہے کیا کیا رشک وقتِ ذبح اس سے بھی
گلا جس دم لپٹ کر خنجرِ قاتل سے ملتا ہے

مثالِ گنجِ قاروں اہلِ حاجت سے نہیں چھپتا
جو ہوتا ہے سخی خود ڈھونڈھ کر سائل سے ملتا ہے

جواب اس بات کا اس شوخ کو کیا دے سکے کوئی
جو دل لے کر کہے کمبخت تو کس دل سے ملتا ہے

چھپائے سے کوئی چھپتی ہے اپنے دل کی بیتابی
کہ ہر تارِ نفس اپنا رگِ بسمل سے ملتا ہے

عدم کی جو حقیقت ہے وہ پوچھو اہلِ ہستی سے
مسافر کو تو منزل کا پتہ منزل سے ملتا ہے

غضب ہے داغ کے دل سے تمہارا دل نہیں ملتا
تمہارا چاند سا چہرہ مہِ کامل سے ملتا ہے

○

بہت ہیں تجھے بے وفا کہنے والے، کہیں جو کہتے ہیں برا کہنے والے
وہ بت ہو کے بے پردہ یہ کہہ نہ بیٹھے کہاں ہیں خدا کو خدا کہنے والے

○

میں عمر بھر سناؤں تمہیں اپنی داستاں پوچھو اگر تو پھر یہ کہوں ناتمام ہے
آتے ہی کیوں پیام ہے جانے کا جایئے گر آپ کو ہے کام تو مجھ کو بھی کام ہے

کچھ تذکرۂ رنجشِ معشوق جو آیا — دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے
مانگی ہے دعا وصل کی کچھ اور نہ سمجھو — کوسا ہوا گر میں نے تو آئے مرے آگے
تیور بھی کہتے تھے کہ یہ نام ہے میرا — لکھ کر کئی حرف اس نے مٹائے مرے آگے

○

جو ہو آغاز میں بہتر وہ خوشی ہے بدتر — جس کا انجام ہو اچھا وہ مصیبت اچھی

○

دردِ الفت کا مزہ لیتے ہیں قسمت والے — خونِ دل زہر نہیں ہے کہ نہ کھائے کوئی
سرد مہری سے زمانے کی ہوا ہے دل سرد — رکھ کر اس چیز کو کیا آگ لگائے کوئی

○

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے — ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے
حور کی خواہش پہ یہ طعنے ملے — واہ کیا نیت ہے کیا اوقات ہے

○

کہاں اے چارہ گر دل میں حرارت — یہ گرمی ہے فقط ضبطِ فغاں کی
دہن کو ہے مزہ تیرے دہن کا — زباں کو چاٹ ہے تیری زباں کی

○

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے — اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے
نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی — بہت دیر کی مہرباں آتے آتے
کلیجہ مرے منہ کو آئے گا اک دن — یوں ہی لب پہ آہ و فغاں آتے آتے
ابھی سن ہی کیا ہے جو بیباکیاں ہوں — انھیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے

تری آنکھ پھرتے ہی کیسا پھرا ہے
مری راہ پر آسماں آتے آتے

مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے
چمن اڑ گیا آندھیاں آتے آتے

قیامت بھی آتی تھی ہمراہ اس کے
مگر رہ گئی ہم عناں آتے آتے

نہیں کھیل اے داغؔ یاروں سے کہہ دو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

○

عشق نے دی ہیں دعائیں دمِ رحلت کیسی
مجھ سے مل مل کے گلے روئی ہے حسرت کیسی

بندہ چاہے جو خدائی کو بھی مل سکتی ہے
لوگ قسمت کو لئے پھرتے ہیں قسمت کیسی

جو دِ معشوق کی پرستش ہی نہیں دنیا میں
اپنے بندے سے خدا کو ہے محبت کیسی

دوست یک رنگ جو اکجا کبھی مل بیٹھتے ہیں
لطف کے ساتھ گذر جاتی ہے صحبت کیسی

اب تو دو چار ہی نالوں کا رہا تھا جھگڑا
ہار دی حضرتِ دل آپ نے ہمت کیسی

تھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو
اور ہوتی ہے خطا وار کی صورت کیسی

دھمکیاں دیتے ہو تم جذبۂ دل کی اے داغؔ
بندہ پرور یہ محبت ہیں حکومت کیسی

نظر آتا ہے پری رو جو کوئی شوخ و شریر
گدگداتی ہے بھرا ے داغؔ طبیعت کیسی

○

ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی
ملتی نہیں فریاد سے فریاد کسی کی

اس حسن جہاں سوز سے برپا ہے قیامت
ایسے میں کرے کیا کوئی امداد کسی کی

ایمان تو جب لائیں ہم اے شانِ کریمی
مٹ جائے اگر لذتِ بیداد کسی کی

کیا عیش بھلائے گا یہ آزار یہ تکلیف
جنت میں بھی یاد آئے گی بیداد کسی کی

ہے الفت دشمن میں بُرا حال کسی کا
اے حضرتِ دل کیجئے امداد کسی کی

کمبخت وہی داغ نہ ہو دیکھیو کوئی
بیچین کئے دیتی ہے فریاد کسی کی

○

اس کے در تک کسے رسائی ہے
وہی جائے گا جس کی آئی ہے

بات اک دل میں میرے آئی ہے
گر کہوں تو ابھی لڑائی ہے

سچ ہے بے عیب ہے خدا کی ذات
تجھ میں کیا جانے کیا برائی ہے

○

وہ بت دل میں مہماں ہوا چاہتا ہے
نیا دین ایماں ہوا چاہتا ہے

ترا پیرہن میری باتوں سے ناصح
مرا ہی گریباں ہوا چاہتا ہے

نگاہِ تغافل نے تلوار کھینچی
یہاں خون ارماں ہوا چاہتا ہے

○

کیا خوب رازدار ملا ہے نصیب سے
کھل کھیلے پردے پردے میں تم تو رقیب سے

اپنا ہی عکس کیوں نہ ہو اللہ رے حجاب
دیکھا نہ آئینہ کبھی اُس نے قریب سے

اے ناصح شفیق رہے کچھ تو چھیڑ چھاڑ
ذکرِ حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

جو دیکھتا ہے اس کو مجھے دیکھتا نہیں
دنیا میں آنکھ کون ملائے غریب سے

پوچھو جناب داغ کی ہم سے شرارتیں
کیا سر جھکائے بیٹھے ہیں حضرت غریب سے

درد بن کر دل میں آنا کوئی تم سے سیکھ جائے
جان عاشق ہو کے جانا کوئی تم سے سیکھ جائے

آتے جاتے یوں تو دیکھے ہیں ہزاروں خوش خرام
دل میں آنا، دل سے جانا، کوئی تم سے سیکھ جائے

کیا سکھائے گا زمانے کو فلک طرز جفا
اب تمہارا ہے زمانہ کوئی تم سے سیکھ جائے

ہر گنہ سے توبہ کر لی جب جوانی ہو چکی
زاہد و جنت میں جانا کوئی تم سے سیکھ جائے

محو و بیخود ہو نہیں کچھ دین و دنیا کی خبر
داغ ایسا دل لگانا کوئی تم سے سیکھ جائے

○

دیکھا تو شہر حسن میں چرچا ہی اور ہے
اس کی ہوا ہے اور وہ دنیا ہی اور ہے

جی چاہتا ہے جس کو وہ یارب نصیب ہو
کیسا بہشت مجھ کو تمنا ہی اور ہے

دیکھے جو تیرے قد کو قیامت تو یہ کہے
سج دھج ہی اور ہے یہ سراپا ہی اور ہے

جب اہل حشر سے نہ ملی میری واردات
سب نے کہا سنو تو یہ جھگڑا ہی اور ہے

حوروں کی آرزو میں یہ کیفیتیں کہاں
اللہ رکھے اس کی تمنا ہی اور ہے

○

تمہارا دل تو دیکھوں ہاتھ رکھ کر
وہی ہے یا محبت وہ نہیں ہے

مرے مرقد پہ بولے ہاتھ رکھ کر
اسی کی ہے یہ تربت وہ نہیں ہے

یہاں قیدی ہیں، تھے دنیا میں آزاد ہمیں جنت میں راحت وہ نہیں ہے

گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ
وہی دم تھا غنیمت، وہ نہیں ہے



مُرادیں مان رہا ہوں قضا کے آنے کی
بری گھڑی تھی دلِ مبتلا کے آنے کی

تمہارے دن ہیں قیامت اٹھائے پھرنے کے
تمہاری عمر ہے ناز و ادا کے آنے کی

ابھی تو کھیل ہیں اے داغ شوخیاں انکی
پھر آرزوئیں کرو گے حیا کے آنے کی



دنیا میں کوئی لطف کرے یا جفا کرے
جب میں نہیں بلا سے مری کچھ ہوا کرے

آتے ہی ان کو ہوش، قیامت بپا ہوئی
مانگی تھیں کیوں دعائیں کہ یہ دن خدا کرے

لذت کو عشق کی غمِ جاوید چاہیے
تھوڑی سی زندگی ہے کہاں تک وفا کرے



پیامی کامیاب آئے نہ آئے
خدا جانے جواب آئے نہ آئے

ترے غمزوں کو اپنے کام سے کام
کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے

اسے شرمائیں گے ذکرِ عدو پر
یہ قسمت ہے حجاب آئے نہ آئے

تم آؤ جب سوار توسنِ ناز
قیامت ہم رکاب آئے نہ آئے

شمار اپنی خطاؤں کا بتا دوں
تمھیں شاید حساب آئے نہ آئے

نئے خنجر سے مجھ کو ذبح کیجئے
پھر ایسی آب و تاب آئے نہ آئے

شب وصل عدو تیری بلا سے
کسی مضطر کو خواب آئے نہ آئے

یہ جاکر پوچھ آ تو ان سے درباں
کہ وہ خانہ خراب آئے نہ آئے

نہ دیکھو داغ کا دیوان دیکھو
سمجھ میں یہ کتاب آئے نہ آئے

○

مر گئے خسرو و جمشید سے میکش لاکھوں
رونق ساغر و آرائش محفل ہے وہی

تپش دل تہ شمشیر نہ دیکھو دیکھو
جس سے قاتل بھی تڑپ جائے بسمل ہے وہی

کام دنیا میں نکلتا نہیں آسانی سے
جس کو ہم سہل سمجھ لیتے ہیں مشکل ہے وہی

کیا بتوں کی سی نہ حوروں میں ادائیں ہونگی
آدمی کیلئے جنت میں بھی مشکل ہے وہی

○

پہلے گالی وہاں ہے پیچھے بات
اب سنے اس کو کوئی یا نہ سنے

داغ کو چین ہی نہیں آتا
اس سے جب تک بُرا بھلا نہ سُنے

○

شہ رگ سے پاس اور پھر اسکا مقام دور ہے

ہر جائی اور پھر نہیں ملتا سراغ سے

فریاد عندلیب کو سمجھے مری فغاں

گھبرا کے منہ بنائے وہ آتے ہیں باغ سے

دنیا میں ایسے لوگ مصیبت زدہ کہاں
روئے ہم آج خوب گلے مل کے داغ سے



آہ لب پر آئے تھم تھم کر کہ تم گھبرا نہ جاؤ
درد دل میں ہو مگر کم کم تمہارے سامنے
بعد میرے روئے گا سارا زمانہ دیکھنا
دھوم سے ہوگا مرا ماتم تمہارے سامنے
قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخش دو
لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے
واعظو تم کو نہ ہو زندان جنت کا یقیں
خود کہیں گر حضرت آدم تمہارے سامنے



پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو گئی
ہم کبھی رسوا ہو چکے ان کی بھی شہرت ہو چکی
دیکھ کر آئینہ آپ ہی آپ وہ کہنے لگے
شکل یہ پریوں کی یہ حوروں کی صورت ہو چکی
ہم بدل جائیں گے کیا قسمت بدل جائیگی کیا
جب نہ دنیا میں ہوئی عقبیٰ میں راحت ہو چکی
تیرے جلوے سے نہ رہ جائے کلیجہ تھام کر
حشر تک انسان کی یہ تاب و طاقت ہو چکی
ہم سے دیوانوں سے کترا کر چلے ناصح یہ کیوں
جانتا ہے وہ کہ ایسوں کو نصیحت ہو چکی



تاک کر دل کو وہ فرماتے ہیں مال اچھا ہے
یہ خدا کی قسم انداز سوال اچھا ہے
فکر ہے داورِ محشر نہ توجہ سے سُنے
غیر کے نامۂ اعمال میں حال اچھا ہے
مول لے لیتے ہیں خود رنج شب وصل میں ہم
کثرت عیش میں تھوڑا سا ملال اچھا ہے

آپ کی جس میں ہو مرضی وہ مصیبت بہتر
آپ کی جس میں خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے

○

غیر کے نام سے پیغام وصال اچھا ہے
چھیڑ کا جس میں مزہ ہو وہ سوال اچھا ہے

یہ بھی کہتے ہو کہ بےچین کیا کس نے تجھے
یہ بھی کہتے ہو مرا حسن و جمال اچھا ہے

یہی دولت کا مزہ ہے کہ اڑیں گلچھرے
ہاتھ آتے ہی جو اڑ جائے وہ مال اچھا ہے

اک دکاں میں ابھی رکھ آئے ہیں ہم اپنا دل
دور سے سب کو بتاتے ہیں وہ مال اچھا ہے

اپنی تعریف سے چڑھتے ہو اگر جانے دو
چشم بد دور ہمارا ہی جمال اچھا ہے

باغ عالم میں کوئی خاک پھلے پھولے گا
برق گرتی ہے اسی پر جو نہال اچھا ہے

عرصۂ حشر میں سب ہو گئے خواہاں اسکے
لوگ کہتے ہیں اشاروں میں یہ مال اچھا ہے

آپ پچھتائیں نہیں جور سے توبہ نہ کریں
آپ گھبرائیں نہیں داغ کا حال اچھا ہے

○

یوں راہ شوق میں چلے جیسی ہوا چلے
ہم بیٹھ بیٹھ کر جو چلے بھی تو کیا چلے

بیٹھے اداس اٹھے پریشاں خفا چلے
پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے

موسیٰ کی طرح راہ میں پوچھے نہ راز دوست
خاموش خضر ساتھ ہمارے چلا چلے

○

وہ بھی دن یاد ہیں یہ کہہ کے مناتے تھے مجھے
ادھر آ میں ترے قربان کہاں جاتا ہے

پاؤں سے میرے بیاباں کہاں چھٹتا ہے
ہاتھ سے میرے گریباں کہاں جاتا ہے
آرزوئے وصل کی ہوتی ہے سوا بعد وصال
جان جاتی ہے یہ ارمان کہاں جاتا ہے



سخت گردش، نا امیدی، ہمسفر، منزل بعید
عافیت تھک تھک کے نالے نارسا ہونے لگے

سلب کر لے یا الٰہی آسمان کا اختیار
جب کسی معشوق سے عہدِ وفا ہونے لگے

اضطراب شوق کا عالم کہوں کیا اس گھڑی
جب کسی کافر کے وابندِ قبا ہونے لگے

داغ ہیں پہ چاہی لوں گا باتوں باتوں میں انھیں
شرط ہے میرا اور ان کا سامنا ہونے لگے



لے کے دل کہتے ہو کیوں دیں اُسے ملنے کے لئے
مل گیا خوب بہانہ یہ مچلنے کے لئے

غم کی دیوار کھڑی ہو گئی دل کے اندر
میرے ارمان ترستے ہیں نکلنے کے لئے

تو میری لاش کو ٹھکرا کے چل اے مست شباب
ٹھوکریں کھاتے ہیں انسان سنبھلنے کے لئے

بزم اغیار میں تم چھپ کے نہ بیٹھو اے داغ
چاند چھپنے کے لئے ہے کہ نکلنے کے لئے



عشق میں اے ہمت مردانہ ایسا چاہیئے
یہ کہے اپنا ہو یا بیگانہ ایسا چاہیئے

دیکھنا کس لطف سے کہتا ہوں اپنی واردات
داورِ محشر سُنے افسانہ ایسا چاہیئے

ایک قطرہ بھی نہ لے ساقی ملے کم ظرف کو
انتظام بادہ و پیمانہ ایسا چاہیئے

بھیس بدلے حضرت زاہد ہیں چوری چھپے
شہر میں پوشیدہ اک میخانہ ایسا چاہیئے

چاہنے والوں سے کم ہوتی نہیں چاہت کبھی
چاہیئے تو چاہیئے یہ کیا نہ ایسا چاہیئے

گونج اٹھے گنبد گردوں دہل جائے زمین
میکشوں کا نالۂ مستانہ ایسا چاہیئے

طور پر ہم بھی گئے تھے کچھ نظر آتا اگر
تو یہ کہتے جلوۂ جانانہ ایسا چاہیئے

خوب جی بھر کر سنا پہلے تو قصہ داغ کا
پھر کہا دل تھام کر افسانہ ایسا چاہیئے



آج ان کے بھید اس صورت سے ظاہر ہو گئے
غیر کا مذکور آیا تھا کہ رتہ بھر ہو گئے

چال ان کی دیکھنا گویا بڑے مظلوم ہیں
سب سے پہلے عرصۂ محشر میں حاضر ہو گئے

کیوں قسم کھاتے ہو اب ہم کو نہیں تم سے ملال
وہ کہے دیتی ہے چیتوں تم خفا پھر ہو گئے

داغ تم آئے تھے بزم عیش میں خوش خوش ابھی
کیا ہوا کس واسطے افسردہ خاطر ہو گئے



یہ بھی طرزِ خرام ہوتی ہے   ساری دنیا تمام ہوتی ہے
توڑتا ہے اُسی کو وہ گل چیں   جو کلی دل کی خام ہوتی ہے
صبح ہوتے تو وہ چلے جانا   شب کی نیت حرام ہوتی ہے
حرفِ مطلب کہا نہیں جاتا   بات ان سے مدام ہوتی ہے



سر جاتا ہے سر سے ترا سودا نہیں جاتا   دل جاتا ہے دل سے تری الفت نہیں جاتی
اللہ سے محشر میں کہوں گا ترے آگے   مجبور ہوں میں اسکی محبت نہیں جاتی
اے عمر رواں اسکو بھی ہمراہ لئے جا   تو جاتی ہے دل سے مری وحشت نہیں جاتی
ہر چند بلا ہے مگر اس میں بھی وفا ہے   گھر غیر کے میری شب فرقت نہیں جاتی
فتنے بھی ہیں پامال تری راہ گذر میں   دو چار قدم اُٹھ کے قیامت نہیں جاتی
مل جاتے ہیں خود خاک میں ہم فرق ہے اتنا   دل سے تو ہمارے بھی کدورت نہیں جاتی
سو جاتے ہیں اُٹھ اُٹھ کے جگانے سے شبِ وصل   ان نیند بھری آنکھوں کی غفلت نہیں جاتی

اے داغ برا مان نہ تو اس کے کہے کا
معشوق کی گالی سے تو عزت نہیں جاتی



بیٹھے ہیں عجب شان سے وہ بزم عدو میں   ڈرتی ہے میرے ساتھ قیامت نہیں جاتی

دے گا نہ کوئی ٹھوکریں کھانے کی گواہی
ہمراہ مرے حشر میں تربت نہیں جاتی
شرما کے قسم کھا کے ابھی عہد کیا تھا
پھر ظلم کیا آپ کی عادت نہیں جاتی
ہم چاہ کے چھپتائے ہیں اس پردہ نشیں کو
آنکھوں سے کسی وقت وہ صورت نہیں جاتی

○

اس کی چتون نظر میں پھرتی ہے
اک چھری سی جگر میں پھرتی ہے
نالہ کرتا ہوں تو مری آواز
گو بختی ان کے گھر میں پھرتی ہے
نہ ملے گا وہ جستجو سے کہیں
خلق کس درد سر میں پھرتی ہے
آمد آمد ہے آج کس کی داغ
یہ سفیدی جو گھر میں پھرتی ہے

○

ابھی تو کھیل سمجھے ہو مگر اک دن دکھا دیں گے
قیامت اس کو کہتے ہیں قیامت ایسی ہوتی ہے
بھری محفل میں غیروں سے اشارے یوں مرے آگے
مروت آنکھ کی اے بے مروت ایسی ہوتی ہے
وہ دیتے ہیں تسلّی اور پھر تسکیں نہیں ہوتی
کبھی بے چین یہ کافر طبیعت ایسی ہوتی ہے
غضب میں جان ہے برسوں کے شکوے بھول جاتا ہوں
کبھی دو چار دن ان کی عنایت ایسی ہوتی ہے

ذرا سی بات پر اے داغ تم ان سے بگڑ بیٹھے
اسی کا نام الفت ہے محبت ایسی ہوتی ہے



آپ کا اعتبار کون کرے ‏ — ‏ روز کا انتظار کون کرے
ذکر مہر و وفا تو ہم کرتے ‏ — ‏ پر تمہیں شرمسار کون کرے
جو ہو اس چشم مست سے بیخود ‏ — ‏ پھر اسے ہوشیار کون کرے
تم تو ہو جان اک زمانے کی ‏ — ‏ جان تم پر نثار کون کرے
آفت روزگار جب تم ہو ‏ — ‏ شکوۂ روزگار کون کرے
ہجر میں زہر کھا کے مرجاؤں ‏ — ‏ موت کا انتظار کون کرے
غیر نے تم سے بے وفائی کی ‏ — ‏ یہ چلن اختیار کون کرے
وعدہ کرتے نہیں یہ کہتے ہیں ‏ — ‏ تجھ کو امیدوار کون کرے

داغ کی شکل دیکھ کر بولے
ایسی صورت کو پیار کون کرے



رنج کی جب گفتگو ہونے لگی ‏ — ‏ آپ سے تم، تم سے تو ہونے لگی
چاہیئے پیغامبر دونوں طرف ‏ — ‏ لطف کیا جب دوبدو ہونے لگی
میری رسوائی کی نوبت آگئی ‏ — ‏ ان کی شہرت کو بہ کو ہونے لگی
ہے تری تصویر کتنی بے حجاب ‏ — ‏ ہر کسی کے رو برو ہونے لگی
غیر کے ہوتے بھلا اے شام وصل ‏ — ‏ کیوں ہمارے روبرو ہونے لگی

ناامیدی بڑھ گئی ہے اس قدر
آرزو کی آرزو ہونے لگی

اب کی مل کر دیکھئے کیا رنگ ہو
پھر ہماری جستجو ہونے لگی

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج
شاید ان کی آبرو ہونے لگی



ناروا کہئے ناسزا کہئے
کہئے کہئے مجھے بُرا کہئے

مجھ کو بد عہد و بے وفا کہئے
ایسے جھوٹے کو اور کیا کہئے

آپ اب میرا منہ نہ کھلوائیں
یہ نہ کہئے کہ مدعا کہئے

دل میں رکھنے کی بات ہے غم عشق
اس کو ہرگز نہ برملا کہئے

مجھ کو اچھا کہا ہے کس کس نے
کہنے والوں کو خیر کیا کہئے

آگئی آپ کو مسیحائی
مرنے والوں کو مرحبا کہئے

آپ کا خیر خواہ میرے سوا
ہے کوئی اور دوسرا کہئے

ہوش جاتے رہے رقیبوں کے
داغ کو اور باوفا کہئے



جانا کہ بوئے غیر یہ پہچان جائیگا
باسی نہ اس نے ہار دیا رات کا مجھے

کوئی نہیں تو دل ہی سنے باتیں ہیں رات بھر
اللہ رے شوق حرف و حکایات کا مجھے

مل کر تمام بھید کہوں گا رقیب سے
آتا ہے خوب توڑ تری گھات کا مجھے

ڈرنا کسی کا اور وہ بجلی کا کوندنا
موسم بہت پسند ہے برسات کا مجھے

وہ دن گئے کہ زہر بھی آبِ حیات تھا - ہے اب تو زہر پانی ترے ہاتھ کا مجھے



مری ان کی بھری محفل میں ہو گی — زباں پر آئے گی جو دل میں ہو گی
یہی قاصد پتہ ہے اس کے گھر کا — ہوا کچھ اور اس منزل میں ہو گی
نہ کرتے دل لگی کیا جانتے تھے — ہماری جان اس مشکل میں ہو گی
عدم کے جانے والو سنتے جاؤ — یہ آسائش نہ اس منزل میں ہو گی

نہ آئے داغؔ تو اچھا ہے ورنہ
بڑی ہلچل تری محفل میں ہو گی



مجھے دیکھیں نہ خنجر تو ہٹ جائیں تماشائی — بلا ہے، وہ جو حسرت سینۂ بسمل سے نکلے گی
ادا تیری، فغاں تیری، بھلا کب چین دیتی ہے — جگر تھامے ہوئے خلقت تری محفل سے نکلے گی
مجھے آتا ہے تم پہ رحم میرا منہ نہ کھلواؤ — کلیجہ توڑ دے گی وہ دعا جو دل سے نکلے گی
نہ کرنا قتل ہم کو ورنہ حسرت داغ بن بن کر — تمہارے دل میں بیٹھے گی، ہمارے دل سے نکلے گی

رموزِ عاشقی کو عاشقو تم داغؔ سے پوچھو
کہ باریکی میں باریکی اسی کامل سے نکلیگی



فغاں کو لاگ ٹھہری آسماں سے — اٹھا جاتا ہے پردہ درمیاں سے
نرالی ہے ادا سارے جہاں سے — کوئی پیدا کرے تجھ سا کہاں سے
گرے ہوتے الجھ کر آستاں سے — چلے آتے تھے گھبرائے کہاں سے

مرے تنکوں میں ہے کیا خارِ حسرت
الگ کرتی ہے بجلی آشیاں سے

شکایت راہ الفت کی سنے کون
الگ چلتا ہوں بچ کر کارواں سے

وہ خط لکھیں مجھے، جھوٹا ہے قاصد
خدا جانے اٹھا لایا کہاں سے

شب غم ہر بلا کا منتظر ہوں
نگاہیں لڑ رہی ہیں آسماں سے

یہ ہے کیا بات سنتے ہیں وہ اکثر
ہمارا حال دشمن کی زباں سے

خوشی کیا زندگی کی جب خضر تک
مرے جاتے ہیں عمر جاوداں سے



کمی کیا پڑ گئی ہے چاہنے والوں کی اے قاتل
کہ اب تلوار کم کھنچتی ہے خنجر کم نکلتا ہے

گلہ کیسا، کہاں کا رنج، کس کا جان بلب ہونا
جب اس نے پیار سے پوچھا تمہارا دم نکلتا ہے

کوئی کیا چل سکے گا اس خرام ناز سے بڑھ کر
قیامت کا تمہاری ٹھوکروں میں دم نکلتا ہے

تمھیں میرے مسیحا ہو تمھیں میری تمنا ہو
تمھیں پر جان جاتی ہے تمھیں پر دم نکلتا ہے

نقاب روئے روشن ہے رخ پر نور کا جلوہ
جو چھن چھن کر نکلتا ہے تو یہ کیا کم نکلتا ہے



زمانہ بہت بدگماں ہو رہا ہے
کسی شخص کا امتحاں ہو رہا ہے

بہت حسرت آتی ہے مجھ کو یہ سُن کر کسی پر کوئی مہرباں ہو رہا ہے
ترے ظلم پنہاں ابھی کون جانے فقط آسماں آسماں ہو رہا ہے

یہ بے ہوشیاں داغؔ یہ خوابِ غفلت
خبر بھی ہے جو کچھ وہاں ہو رہا ہے

○

محفلِ دشمن سے میری پیشوائی کیلئے جھوم کر آنا وہ تیرا ہائے متوالے مرے

وہ عیادت کو نہ آئے داغؔ تو کچھ غم نہیں
اور دنیا میں بہت ہیں پوچھنے والے مرے

○

گر جان گئی عشق میں پر نام تو پایا کہنے میں بھی کیا محنتِ فرہاد نہ آتی
اس وحشتِ دل نے مجھے دیوانہ بنایا ورنہ کبھی تم تک میری فریاد نہ آتی
اک عمر سے ہوں نغمہ سرا کنجِ قفس میں اب بھی مجھے دلداری صیاد نہ آتی

○

ہائے وہ دن کہ میسر تھی ہمیں رات نئی روز معشوق نیا روز ملاقات نئی
عشق بھی کفر ہوا حضرت واعظ خاموش آپ نے یہ تو کہی قبلۂ حاجات نئی
ہوں گے حورانِ بہشتی کے پرانے انداز آپ کی بات نئی گھات نئی گات نئی

○

پندِ واعظ سنتے سنتے کان اپنے بھر گئے کیا عبادت کو ہمیں ہیں سب فرشتے مر گئے
پھوٹ کر روئے جو چھالے ہو گئے جنگل ہرے چشمِ دریا بار جب برسی تو جل تھل بھر گئے

منہ اندھیرے مجھ کو غافل دیکھ کر شوخی سے وہ چپکے اٹھ کر چل دئے پہلو میں تکیہ دھر گئے
داغ کے تو نام سے نفرت تھی اس بے مہر کو
پر نہیں معلوم یہ حضرت وہاں کیونکر گئے



یہ ٹپکتا ہے تیری چتون سے کہ اشارے ہوئے ہیں دشمن سے
چوس کر وہ لب مسی آلود آج ہیں ہم زباں ہوں سوسن سے
ہائے مجبوریاں محبت کی حال کہنا پڑا ہے دشمن سے
ساعت وصل کے لئے اے داغ
پوچھتے رہتے ہیں برہمن سے



ملتے ہی بیباک تھی وہ آنکھ شرمائی ہوئی
پھر گئی چھپتا کے پلکوں تک حیا آئی ہوئی
ہر ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی
اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی
ٹوک کر رستے میں پیار آ ہی گیا اس شوخ پر
وہ نظر حیرت زدہ وہ بات گھبرائی ہوئی
دیکھ کر قاتل کی آمد داغ دل میں شاد شاد
اور غم خواروں کے منھ پر مردنی چھائی ہوئی



یہ جو ہے حکم مرے پاس نہ آئے کوئی
اس لئے روٹھ رہے ہیں کہ منائے کوئی

یہ نہ پوچھو کہ غم ہجر میں کیسی گذری
دل دکھانے کا اگر ہے تو دکھائے کوئی

تاک میں ہے نگہہ شوق خدا خیر کرے
سامنے سے مرے بچتا ہوا جائے کوئی

ہو چکا عیش کا جلسہ تو مجھے خط پہنچا
آپ کی طرح سے مہمان بلائے کوئی

ترک بیداد کی تم داد نہ چاہو مجھ سے
کرکے احسان نہ احسان جتائے کوئی

یوں شب وصل ہو بالیدگیٔ عیش و نشاط
آپ اپنے میں خوشی سے نہ سمائے کوئی

حال افلاک و زمیں کا جو بنایا ہے تو کیا
بات وہ ہے جو ترے دل کی بنائے کوئی

کیا وہ مے داخل دعوت ہی نہیں اے واعظ
مہربانی سے بلا کر جو پلائے کوئی

وعدۂ وصل اسے جان کے خوش ہو جاؤں
وقت رخصت بھی اگر ہاتھ ملائے کوئی

آپ نے داغ کو منہ بھی نہ لگایا افسوس
اس کو رکھتا تھا کلیجے سے لگائے کوئی



باغِ عالم میں ہیں سب پھولنے پھلنے کے لئے
ورنہ کیا داغ تری طرح سے جلنے کے لئے

انھیں فرصت بھی ملے گھر سے نکلنے کے لئے
دو پہر چاہئے پوشاک بدلنے کے لئے

تیرا غصہ ہو کہ ہو میری طبیعت ظالم
یہ بلائیں نہیں آئیں کبھی ٹلنے کے لئے

اپنی تصویر ہی وہ کاش مجھے بھجوا دیں
مشغلہ چاہیئے کوئی تو بہلنے کے لئے

چھیڑ کر تذکرۂ غیر کہیں کیا تجھ سے
جو مزے ہم نے تری آنکھ بدلنے کے لئے

شوخی و شرم ادائیں تری دو چھریاں ہیں
ایک چلنے کے لئے ایک نہ چلنے کے لئے

جنبش لب کہے دیتی ہے وہ اب ہنستے ہیں
موجزن چشمۂ حیواں ہے اُبلنے کے لئے



کس دل بیتاب کی یارب تماشائی ہوئی
وہ نگاہ شوخ کچھ پھرتی ہے گھبرائی ہوئی

اُڑ گئی، گم ہو گئی جاتی رہی آئی ہوئی
بے وفا تیری وفا میری شکیبائی ہوئی

لیں قیامت میں بلائیں اس سراپا ناز کی
صدقے رعنائی ہوئی قربان زیبائی ہوئی

بت کدہ میں سجدہ کرنا کفر اے واعظ نہیں
گر یہیں مقبول اپنی جبہہ فرسائی ہوئی

چوٹ کھائی عشق کی دل نے جگر تڑپا کیا
دوسرے پہ آئے کیونکر ایک کی آئی ہوئی

توبہ کر زاہد کروں میں توبہ ایسے وقت میں
یہ بہار آئی ہوئی ایسی گھٹا چھائی ہوئی

یہ بلا ذکر قیامت پہ قیامت کا جواب
کیا اُٹھے گی وہ ہماری ٹھوکریں کھائی ہوئی

ہے عجب اندھیر کوئی داغ کا پرساں نہیں
صبح محشر بھی الٰہی شام تنہائی ہوئی

رباعیات

○

تم تو فلکِ حُسن پہ ہو ماہِ منیر — سائے کی طرح ساتھ ہے داؔغِ دلگیر
خالِ لبِ گلفام ہے شاہد اس کا — بے داؔغ نہ کھنچ سکی تمہاری تصویر

○

اس شکل کا دنیا میں نہیں کوئی نظیر — صورت ہے طبیعت کی طرح شوخ و شریر
اللہ رے حجاب بدگمانی تیری — کھینچی ہے مجھے نصف بدن کی تصویر

○

مہتاب داغ

دیوان سوم

مطبوعہ ۱۸۹۲ء

اے داغؔ اسی شوخ کے مضمون بھرے ہیں
جس نے مرے اشعار کو دیکھا اُسے دیکھا

یارب ہے بخش دینا بندے کو کام تیرا
محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا
جب تک ہے دل بغل میں ہردم ہو یاد تیری
جب تک زباں ہے منہ میں جاری ہو نام تیرا
ہے تو ہی دینے والا پستی سے دے بلندی
اسفل مقام میرا اعلیٰ مقام تیرا
یہ داغ بھی نہ ہوگا تیرے سوا کسی کا
کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا



اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا
یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانا دل کا
تم بھی منہہ چوم لو بے ساختہ پیار آجائے
میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانا دل کا
پوری مہندی بھی لگانی نہیں آتی ابتک
کیونکر آیا تجھے غیروں سے لگانا دل کا

انگلیاں تار گریباں میں الجھ جاتی ہیں
سخت دشوار ہے ہاتھوں سے دبانا دل کا

○

سبب کھلا یہ ہمیں ان کے منہ چھپانے کا
اڑا نہ لے کوئی انداز مسکرانے کا
چڑھاؤ پھول میری قبر پر جو آئے ہو
کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا
جفائیں کرتے ہیں تھم تھم کے اس خیال سے وہ
گیا تو پھر یہ نہیں میرے ہاتھ آنے کا
سمائیں اپنی نگاہوں میں ایسے ویسے کیا
رقیب ہی سہی ہو آدمی ٹھکانے کا
تمہیں رقیب نے بھیجا کھلا ہوا پرچہ
نہ تھا نصیب لفافہ بھی آدھ آنے کا
خطا معاف تم اے داغ اور خواہش وصل
قصور ہے یہ فقط ان کے منہ لگانے کا

○

دل مجھ سے ترا ہائے ستمگر نہیں ملتا
مر جاؤں گلا کاٹ کے خنجر نہیں ملتا
یا ترک ملاقات کی خو ہو گئی اُن کو
یا یہ ہے کہ مجھ سے کوئی بہتر نہیں ملتا
زاہد نے اڑائے تو صفات ملکوتی
حضرت کا فرشتوں سے ابھی پر نہیں ملتا
ہر وقت پڑھے جاتے ہیں کیوں داغ کے اشعار
کیا تم کو کوئی اور سخنور نہیں ملتا

○

حسینوں کی دغا کیسی جفا کیا
جو دل آیا تو پھر اچھا برا کیا
ادا چاک گریباں کی اڑائی
کھلے رہتے تھے یوں بند قبا کیا
عدو ہو، وصل ہو، میرے گلے ہوں
ترے دل میں بھی ہیں ارمان کیا کیا

کبھی تڑپا کے دل پر ہاتھ رکھنا کبھی کہنا اسے یہ ہو گیا کیا
کہا ظالم نے سن کر داغ کا حال
بہت اچھے ہیں ان کا پوچھنا کیا

○

ہیں راز دل بیاں کروں انجمن میں کیا
تکیہ کلام آپ کا ہے ہر سخن میں کیا
ہے ساتھ ساتھ نام غریبی کے کچھ ہوا
یاروں نے گھر کو آگ لگا دی وطن میں کیا
فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور و ناز
اس کے سوا ہے اور تری انجمن میں کیا
مٹھی میں دل نہ تھا جو اٹھے ہاتھ جھاڑ کے
الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کیا
تسخیر جذب عشق کی تاثیر الاماں
جادو ہے آپ کی نگہہ سحر فن میں کیا

○

میں نہ ہوتا تو مزہ بادہ کشی کا بھی نہ تھا
ڈھونڈھتا مجھ کو تری بزم میں ساغر پھرتا
جوش پر اور قیامت کی جوانی آتی
ہاتھ میرا جو ترے سینے پہ اکثر پھرتا
لطف کیا میں بھی شب وصل کہیں چھپ جاتا
آدمی ان کا مری ٹوہ میں گھر گھر پھرتا
داغ چھٹتی در لیلیٰ کی گدائی نہ کبھی
چتر شاہی بھی اگر قیس کے سر پہ پھرتا

○

جان اے کاش محبت میں سنبھل کر جاتی
موت کی موت، سنبھالے کا سنبھالا ہوتا
ہم ستانے جو کوئی درد ہمارا سنتا
دل دکھانے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

○

دل کو تاکا تو میری جان جگر چھوڑ دیا
اس طرف بھی نہ کوئی تیرِ نظر چھوڑ دیا

یہ تلوّن میرے صیاد کا دیکھے کوئی
کہ ادھر دل کو پھنسایا تو ادھر چھوڑ دیا

کیا نزاکت کی شکایت ہے غنیمت جانو
ہم نے لپٹا کے گلے وقتِ سحر چھوڑ دیا

کام سب خانہ خرابی کے ہوئے ہیں تجھ سے
رحم کھا کر تجھے اے دیدۂ تر چھوڑ دیا

○

جس توقع پہ تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

کس قدر ان کو فراقِ غیر کا افسوس ہے
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگِ حنا جاتا رہا

حرص دامنگیر و بنا مال دنیا بے ثبات
جس قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا

○

بزمِ دشمن سے تجھے کون اٹھا سکتا ہے
اک قیامت کا اٹھانا ہے اٹھانا تیرا

اپنی آنکھوں میں ابھی کوند گئی بجلی سی
ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا

○

ہدفِ دل سے نکلتی ہیں ہزاروں آہیں
تیر پہ تیر لگاتا ہے نشانہ تیرا

تو نے مارا انہیں عاشق کو مگر یہ تو بتا
نام لیتا ہے میری جان زمانہ تیرا

قتلِ عشاق کیا کھیل سمجھ کر تو نے
ابھی باقی ہے لڑکپن کا زمانہ تیرا

مدعی دیکھ ہمیں چشمِ حقارت سے نہ دیکھ
کل ہمارا تھا جو ہے آج زمانہ تیرا

وعدۂ حشر پہ بے ساختہ دل لوٹ گیا
عہد کا عہد بہانے کا بہانہ تیرا

میرزا داغ ہو یا شاہ دکن موردِ لطف
اور دن رات رہے حسن سہانا تیرا

غرض کس کو کرے ماتم ہمارا
مبارک ہو ہمیں کو غم ہمارا

خدا ہی کچھ سنبھالے تو یہ سنبھلے
مزاج اب ہو گیا برہم ہمارا

لڑا رکھی ہے جاں ایسی جفا پر
کوئی دیکھے ذرا دم خم ہمارا

خوشی نے بزم میں کیا رنگ بدلا
کہ تم سے بڑھ کے ہے عالم ہمارا

ترے عالم کو جب سے ہم نے دیکھا
تماشائی ہے اک عالم ہمارا

پھرا تنا بھی نہیں اے داغ کوئی
غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا

○

میں اسی وادیٔ پرخار میں ہوں تیز قدم
رہ گیا مجھ کو جہاں چھوڑ کے سایہ تنہا

کون بیکس کی زمانے میں خبر لیتا ہے
دل نے سینے میں بہت شور مچایا تنہا

رازداروں کو رفیقوں کو خبر کرنی تھی
داغ تم نے تو وہاں رنگ جمایا تنہا

○

بلا سے جو دشمن ہوا ہے کسی کا
وہ کافر صنم کیا خدا ہے کسی کا

ادھر آ کلیجے سے تجھ کو لگا لوں
تجھی پہ تو دل آ گیا ہے کسی کا

ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایہ
مقدر بہت نارسا ہے کسی کا

مری بزم میں آ کے وہ پوچھتے ہیں
بُرا حال ہم نے سنا ہے کسی کا

تمھیں فکر کیوں، رنج کیوں، لاگ کیوں ہے
کسی سے اگر واسطا ہے کسی کا

وہ کرنے لگے ہیں قیامت کی باتیں
یہ سچ ہے تو بس فیصلا ہے کسی کا

باغ میں فصل خزاں اور نشیمن ویراں — دام سے چھوٹتے ہی چھوٹ گیا دل اپنا

○

صیقلِ آئینہ عرفاں بنا — کون جانے ہے یہ مشتِ خاک کیا
شوق ہو تو منزل مقصود پر — دونوں پہنچیں سست کیا چالاک کیا
پائے استقلال ثابت چاہئے — کر سکے گی گردشِ افلاک کیا

○

جذب دل آزما کے دیکھ لیا[1] — اس نے کچھ مسکرا کے دیکھ لیا
غیر کو منہ لگا کے دیکھ لیا — جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا
کیجئے بزم سے ہمیں رخصت — جو سنا تھا وہ آ کے دیکھ لیا
قابل آشیاں کوئی نہ ملا — تنکا تنکا اٹھا کے دیکھ لیا
اس نے صبح شب وصال مجھے — جانے جانے بھی آ کے دیکھ لیا
تم کو ہے وصل غیر سے انکار — اور جو ہم نے آ کے دیکھ لیا

داغ نے خوب عاشقی کا مزہ
جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا

○

زیب دیتی ہیں یہ مستانہ ادائیں کیا کیا
بے پئے بھی تجھے آنکھوں کو خماری رکھنا

○

تیرے بغیر رونق بید ادہی نہ تھی — مجبور آسمان شریک ستم ہوا

---

[1] یہ غزل آفتاب داغ میں بھی موجود ہے۔ اس دیوان کی اکثر غزلیں آفتاب داغ میں ہیں معلوم نہیں کہ انہیں پھر کیوں شامل کی گئیں۔

اے داغؔ شکر کر نہ رہی ان سے رسم و راہ
تجھ پہ خدا کا فضل، خدا کا کرم ہوا



خاک کیا کیا نہ اُڑائی ترے دیوانوں نے
دشت پر دشت بیاباں پہ بیاباں اُلٹا

خیر سے قتل بھی کرنا نہیں آتا اب تک
حلق پر پھیرنے ہو خنجرِ برّاں اُلٹا

لے چلا بارِ گنہ ہیں تو عدم کو مجبور
اختیار اس کو ہے گر پھیر دے ساماں اُلٹا

دیکھ کر راہ، شب وصل ہمیں کیوں نہ گئے
کر نہ بیٹھیں وہ کہیں شکوۂ ہجراں اُلٹا



کچھ ہمیں بھی خیال ہو ہی گیا
آخر ان سے ملال ہو ہی گیا

رنگ لایا ہے عشق آخر کار
ایک دونوں کا حال ہو ہی گیا

گو برائی سے ہو مگر آخر
اُن کو میرا خیال ہو ہی گیا



اب دل ہے مقام بیکسی کا
یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا

گلشن میں ترے لبوں نے گویا
رس چوس لیا کلی کلی کا

کس کس نے لئے ہیں تیرے بوسے
ہے لعل نمک فشاں جو پھیکا

جو دم ہے وہ ہے بسا غنیمت
سارا سودا ہے جیتے جی کا
کہتے ہیں اسے زبانِ اُردو
جس میں نہ ہو رنگ فارسی کا

○

جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا
پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا
یہ سمجھے تھے ہم ایک چپر کا ہے دل پر
دبا کر جو دیکھا تو ناسور نکلا
کہاں رہ کے توبہ بنا ہوں الٰہی
کہ جنت میں بھی مجمعِ حور نکلا
ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا؟
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

○

زمیں سے قدم عرش پر لے گیا
فرشتوں سے بازی لبشر لے گیا
چھپایا بہت ہم نے پہلو میں دل
کوئی لینے والا مگر لے گیا
نہ تھا دور مجھ سے وہ ناوک فگن
بہا کر نہ خون جگر لے گیا

○

جواب اس طرف سے بھی فی الفور ہوگا
دبے آپ سے وہ کوئی اور ہوگا
دعائیں قیامت کی ہم کیوں نہ مانگیں
نہ یہ ظلم ہوگا نہ پھر جور ہوگا
کسی کا نہ ہوگا قیامت میں کوئی
زمیں اور ہوگی فلک اور ہوگا

○

عاشقی سے ملے گا اے زاہد
بندگی سے نہیں خدا ملتا
اک نہ اک ہم لگائے رکھتے ہیں
تم نہ ملتے تو دوسرا ملتا

○

غم اس پہ آشکار کیا ہم نے کیا کیا
غافل کو ہوشیار کیا ہم نے کیا کیا
کہہ دیں گے ہم تو داور محشر سے صاف صاف
اچھوں کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا

○

یہ میں ہزار جگہ حشر میں پکار آیا
کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہگار آیا
وہ اس ادا سے وہاں جا کے شرمسار آیا
رقیب پر مجھے بے اختیار پیار آیا

○

کہاں تھے شب کو تمھیں کچھ خبر بھی ہے کہ نہیں
کوئی پکارنے والا بہت پکار آیا
کمال عشق کو فرہاد و قیس کب پہنچے
وہ پختہ کار ہے دل جس کا بار بار آیا
عجب نہیں جو معاصی ہوں وجہ آمرزش
گنہ کیا تو خیال مآل کار آیا

○

فرہاد جوئے شیر سے مشہور ہو گیا
آتا ہے کام وقت پہ ادنیٰ ہنر بھی کیا
کیوں داغ کے سوال سے چپ لگ گئی تمھیں
آتا نہیں جواب سمجھ سوچ کر بھی کیا

○

تمھارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا
وفا کریں گے، نباہیں گے، بات مانیں گے
تمھیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا

تمام بزم جسے سن کے رہ گئی مشتاق — کہو وہ تذکرۂ ناتمام کس کا تھا

اٹھائی کیوں نہ قیامت عدو کے کوچے میں — لحاظ آپ کو وقتِ خرام کس کا تھا

ہر اک سے کہتے ہیں کیا داغ بے وفا نکلا

یہ پوچھے ان سے کوئی وہ غلام کس کا تھا

○

لگائیں ٹھوکریں اس فتنہ گر نے اور جھنجھلا کر — اگر تھوڑا سا دم باقی کسی پامال میں دیکھا

نہ اندر کا اکھاڑا ہے نہ ایسی قاف کی پریاں — حسینوں کا تماشہ خوب نینی تال میں دیکھا

ہماری پائمالی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی — بچا جو فتنہ گردوں سے وہ تیری چال میں دیکھا

گنہ تھا عشق تو اے داورِ محشر مقر ہوں میں — یہی اک تو نے میرے نامۂ اعمال میں دیکھا

○

تقلید سے زاہد کی حاصل ہمیں کیا ہوتا — انسان نہ ملک بنتا، بندہ نہ خدا ہوتا

○

جب وہ ناداں عدو کے گھر میں پڑا — داغ اک داغ کے جگر میں پڑا

ایسے نشے کے کیوں نہ ہوں قرباں — ہاتھ ان کا مری کمر میں پڑا

اے فغاں تھم کہ پھر قیامت ہے — گر خلل خواب فتنہ گر میں پڑا

ہاتھ میں ان کے دیکھ کر تلوار — ایک جھگڑا دل و جگر میں پڑا

○

یہ تیرہ خاکداں بھی ہے کاجل کی کوٹھڑی — آیا جو رو سپید، یہاں رو سیہ گیا

معشوق اور اس کے خریدار ہو گئے — اب داغ تیرے ہاتھ سے اے رشکِ مہ گیا

○

آسماں دور سے کرتا ہے تجھے جھک کے سلام
کوئی تجھ سا صنم ایجاد نہ دیکھا نہ سُنا
ہوتے آتے ہیں سلف سے یونہی عاشق ناکام
اثرِ نالہ و فریاد نہ دیکھا نہ سُنا

○

موت بھی چھو نہ سکی مجھ کو رہِ الفت میں
میں نے پھر پھر کے اجل کو کئی منزل دیکھا

○

شکارِ تیرِ نظر دل ہوا، جگر نہ ہوا
یہ بچ رہا ہے ذرا اسکی بھی خبر لینا
عبث نباہ کے وعدے سے تم تو ڈرتے ہو
یہ کون بات ہے اک دن نگاہ کر لینا
ہمیں تو شوق ہے بے پردہ تم کو دیکھیں گے
تمھیں ہے شرم تو آنکھوں پہ ہاتھ دھر لینا

○

نہ بدلے آدمی جنت سے بھی بیت الحزن اپنا
کہ اپنا گھر ہے اپنا اور ہے اپنا وطن اپنا
بچا رکھنا جنوں کے ہاتھ سے اے بیکسی اس کو
جواب ہے پیرہن اپنا، وہی ہوگا کفن اپنا
کہے دیتے ہیں وہ کافر بھبھوکا بن کے آتا ہے
ذرا دل تھام لیں پہلے سے اہلِ انجمن اپنا
خبر کس کو، وہ کس کا تھا، وہ کس کا ہے وہ کسکا ہو
سمجھتا ہے اسی کو شیخ اپنا برہمن اپنا

نہیں ساون میں میرے پاس وہ مدہوش لے داغ
مجھ کو تڑپاتی ہے بجلی تو رلاتی ہے گھٹا



آئینۂ دل نے تماشہ کیا
اپنی جگہ میں اسے دیکھا کیا
تو نے بھی عاشق نہ کئے اتنے قتل
ہم نے بہت خون تمنّا کیا
نکہتِ گل میں ہے لپٹ اور ہی
کس نے یہاں بند قبا وا کیا
حضرت دل عشق صنم سہل تھا
تم نے خدا پر نہ بھروسا کیا
داغ نے دیکھے ہیں ہزاروں حسین
آپ نے کس شخص سے دعویٰ کیا



بیکار صحن خاک اڑاتی پھری صبا
گوشہ اُلٹ دیا نہ کسی کی نقاب کا
یہ بات ہے بہار چمن ہی کے واسطے
آتا نہیں پلٹ کے زمانہ شباب کا
روزے رکھیں، نماز پڑھیں، حج ادا کریں
اللہ یہ ثواب بھی ہے کس عذاب کا
ہونے کو تیری چشم تغافل میں قہر ہو
ہم سے ملے تو لطف ملے کچھ عتاب کا



آج کو جمشید ہوتا تو دکھاتے اسکو سیر
دل ہمارا دیکھ کر کیا جام اپنا دیکھتا
نخوت دولت سے آنکھیں پھٹ گئیں قارون کی
کاش آنکھیں پھاڑ کر انجام اپنا دیکھتا



کیا عیش جاوداں کہ غم جاوداں نہیں
انسان کو ہے موت کا کھٹکا لگا ہوا

بیگانہ تھا تو کوئی شکایت نہ تھی ہمیں
آفت تو یہ ہوئی کہ وہ مل کر جدا ہوا

آباد کس قدر ہے الٰہی عدم کی راہ
ہر دم مسافروں کا ہے تانتا بندھا ہوا

اے کاش میرے تیرے لئے کل یہ حکم ہو
لے جاؤ ان کو خلد میں جو کچھ ہوا ہوا

○

زباں ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا
اب آ چکا ہے لبوں پر معاملہ دل کا

تم اپنے ساتھ ہی تصویر اپنی لیجاؤ
نکال لیں گے کوئی اور مشغلہ دل کا

ملی بھی ہے کبھی عاشق کی داد دنیا میں
ہوا بھی ہے کبھی کمبخت فیصلہ دل کا

نگاہ مست کو تم ہوشیار کر دینا
یہ کوئی کھیل نہیں ہے مقابلہ دل کا

ازل سے تا بہ ابد عشق ہے اسی کیلئے
ترے مٹائے مٹے گا نہ سلسلہ دل کا

کروں تو داور محشر کے سامنے فریاد
تجھی کو سونپ نہ دے وہ معاملہ دل کا

نہ آئیں خضر کبھی آپ بھول کر بھی ادھر
جناب من نہیں آسان مرحلہ دل کا

○

اس پہ مرتے ہیں جو بیدرد ہو بے مہر بھی ہو
عشق ہے سارے زمانے سے نرالا اپنا

خاک کس کس کی خدا جانے ہوئی دامنگیر
تم نے چلتے ہوئے دامن نہ سنبھالا اپنا

غیر سے ملنے کی لکھی ہے نہایت تاکید
اور لکھا ہے مجھے خط میں حوالا اپنا

ہیں بُرے حال کے سب دیکھنے والے اے داغؔ
کوئی دنیا میں نہیں پوچھنے والا اپنا

○

دل دو دیکر لیکے بھی راضی نہ ہوئے آپ کبھی
یہ تو فرمائیے میں کیا میری اوقات ہی کیا

کشتۂ ناز کو کیوں زندہ کریں آ کے مسیح / تمھیں ٹھکراؤ کہ ہے اس میں کرامات ہی کیا
جا کے پی آئے وہاں آتے ہی توبہ کر لی / اس قدر دور ہے مسجد سے خرابات ہی کیا
مئے انگور فرشتوں کی بھی قسمت میں نہیں / اس سے محروم ہیں اک قبلۂ حاجات ہی کیا



کیوں[۱] نہ ہم روئیں مقدر کی پریشانی کو / کیا یہ گیسو ہے تمھارا کہ سنور جائے گا



ہیں ہر طرح سے موردِ الزام ہو گیا / تقصیر کی کسی نے میرا نام ہو گیا
عاشق کے ضعفِ قلب کی کچھ انتہا نہیں / گویا وہ اس زمانہ کا اسلام ہو گیا
رہتا نہیں ہے اپنا مقدر کبھی اپنے ساتھ / وہ بھی شریک گردش ایّام ہو گیا



نام زیرِ آسماں باقی رہا / مرمٹوں کا یوں نشاں باقی رہا
شب کو تیری جستجو میں کو بکو / کون سا مجھ سے مکاں باقی رہا
مٹ گئے دنیا کے جلسے سینکڑوں / ہے غنیمت جو سماں باقی رہا



بادِ صبا نے بھی نہ کیا اس کو بے حجاب / سینے پہ ہاتھ آ گئے جب شانہ کھل گیا



ادھر دیکھ لینا ادھر دیکھ لینا / کنکھیوں سے اس کو مگر دیکھ لینا

۱۔ بہت مشکل ہے دنیا کا سنورنا / تری زلفوں کا پیچ و خم نہیں ہے (مجاز لکھنوی)

کبھی ذکرِ دیدار آیا تو بولے — قیامت سے بھی پیشتر دیکھ لینا
تغافل میں شوخی نرالی ادا تھی — غضب تھا وہ منہ پھیر کر دیکھ لینا
شبِ وعدہ اپنا یہی مشغلہ تھا — اٹھا کر نظر سوئے در دیکھ لینا
میرے سامنے غیر سے بھی اشارے — ادھر بھی ادھر دیکھ کر دیکھ لینا
تماشائے عالم کی فرصت ہے کس کو — غنیمت ہے بس اک نظر دیکھ لینا

جلایا تو ہے داغ کے دل کو تم نے
مگر اس کا ہوگا اثر دیکھ لینا



مرے دل کی قیمت اتنی نہ بڑھاؤ کون لے گا
جو تمھیں نہ جانتا ہو یہ اسی سے گھات کرنا
وہ کریم کیا نہیں ہے وہ رحیم کیا نہیں ہے
کبھی داغ بھول کر بھی نہ غمِ نجات کرنا



شوق ہے اس کو خود نمائی کا — اب خدا حافظ اس خدائی کا
کسی بندے کو دردِ عشق نہ دے — واسطہ اپنی کبریائی کا
کہتے ہیں وہ قیامت آنے دو — ابھی موقع نہیں صفائی کا

اشک آنکھوں میں داغ ہیں دل میں
یہ نتیجہ ہے آشنائی کا



کس کو جانوں رقیب محفل میں — ایک نام اس نے رکھ دیا سب کا
غنچۂ گل کو سونگھیے بچ کر — بوسہ لے لے نہ آپ کے لب کا
چاہنے والے ہوں بڑے کہ بھلے — ان کے دفتر میں نام ہے سب کا



جس دن وہ میرے قتل کے ساماں میں نہ ہوگا
وہ دن ہی کبھی گردشِ دوراں میں نہ ہوگا



تم کو کیا ہر کسی سے ملنا تھا — دل ملا کر مجھی سے ملنا تھا
پوچھنے کیا ہو کیوں لگائی دیر — اک نئے آدمی سے ملنا تھا
مل کے غیروں سے بزم میں یہ کہا — مجھ کو آکر سبھی سے ملنا تھا
کیوں بہانے کئے شبِ وعدہ — صاف کہہ دو کسی سے ملنا تھا
عید کو بھی خفا خفا ہی رہے — آج کے دن خوشی سے ملنا تھا
آپ کا مجھ سے جی نہیں ملتا — اس محبت یہ جی سے ملنا تھا
تم تو اکھڑے رہے تمھیں اے داغ
ہر طرح مدعی سے ملنا تھا



جل جل کے ہوئے خاک ہوئی خاک بھی برباد
ہستی میں یہ ہستی تھی عدم میں یہ عدم تھا



پھر کہاں جائیں گے جنّت میں اگر جی نہ لگا

ہے طبیعت بہت آزاد ہماری یارب

ہجر میں زندہ رہا داغؔ تو وہ کہتے ہیں

ہائے بیکار ہو بیداد ہماری یارب

○

دل لگی آگ ہے اے داغؔ خبر لو جلدی
جو لگائے سے لگی کب وہ بجھی آپ ہی آپ

○

بزم دشمن میں نہ کھلنا گلِ تر کی صورت
جاؤ بجلی کی طرح آؤ نظر کی صورت

چھپ کے بیٹھے ہو اگر مجھ سے چلو یونہی سہی
میں کبھی اٹھنے کا نہیں پردۂ در کی صورت

اس کو دیکھے کوئی محفل میں یہ کس کی طاقت
ہر بشر دیکھنے لگتا ہے بشر کی صورت

نامہ بر جان کے میں اسکے قدم لیتا ہوں
جب بنا کر کوئی آتا ہے سفر کی صورت

اے جنوں خاک بیاباں کو بیاباں سمجھوں
میری آنکھوں میں ابھی پھرتی ہی گھر کی صورت

اُن کے جانیکا وہ صدمہ، وہ میری تنہائی
اور روتی ہوئی وہ شمع سحر کی صورت

آپ نے کی ہیں عبث شرم سے نیچی آنکھیں
چھپ گئی یہ بھی ادا دل میں نظر کی صورت

در و دیوار کا جلوہ نہیں دیکھا جاتا
اُن کے آتے ہی بدل جاتی ہی گھر کی صورت

لئے جاتا ہے ہمیں جوش جنوں صحرا کو
دیکھتے جاتے ہیں منہ پھیر کے گھر کی صورت

حضرت داغؔ تو شاعر ہیں، ہوا باندھتے ہیں
نہ دعا کی کوئی صورت، نہ اثر کی صورت

○

غیر کے نقشِ قدم اے داغ رہبر ہو گئے　　مٹنے والوں نے بتایا ہے نشانِ کوئے دوست

○

حشر میں کچھ نہ کچھ نکالے گی　　میری شرمِ گناہگاری بات

لوٹ لیتی ہے داغ کے دل کو ؎

تیری ہر ایک پیاری پیاری بات

○

بچتے رہئے گا میری آہِ شرر افشاں سے　　کہ بھنچتا ہے اس آتش کا شرارا جھٹ پٹ

نہ ہوا ایک نگہہ سے جو مرا کام تمام　　پھر کے پھر دیکھ لیا اس نے دوبارا جھٹ پٹ

○

کہا گر ہم نے ہر جائی تو کیوں تم نے بڑا مانا

پھرا کرتے ہو دن بھر کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث

یہ حیرت ہے کہ اس کافر نے مجھ کو ذبح کرنے میں

کہا اللہ اکبر کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث

اشاروں میں ہوئی تھیں مجھ سے ان سے آج کچھ باتیں

یہی چرچا ہے گھر گھر کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث

غبارِ دل ترا کیا میرے اشکوں نے نہیں دھویا ؎

کہ اب تک ہے مکدر کیا سبب، کیا وجہ، کیا باعث

○

جائے آسودگی کہاں ہے آج　　جو زمیں کل تھی آسماں ہے آج

کیا ڈریں گے وہ اس سے محشر میں　　کل یہی ہو گی جو فغاں ہے آج
کل ادا دل کا حال ہو کہ نہ ہو　　سن لو گویا مری زباں ہے آج

○

جس دم رقیب کہنے کو آتے ہیں جھوٹ سچ
ان کو میری طرف سے لگاتے ہیں جھوٹ سچ
آتا ہے داستانِ محبت میں ان کو لطف
بے پر کی ہم بھی روز اڑاتے ہیں جھوٹ سچ
وعدہ وفا کریں نہ کریں آئیں یا نہ آئیں،
گھبرا کے کچھ وہ بول تو جاتے ہیں جھوٹ سچ
انصاف یہ کہ ان کے سوالوں کا کیا جواب
باتیں اگرچہ ہم بھی بناتے ہیں جھوٹ سچ
جوہر اس آئینہ کے ہوئے خوب آشکار
دل میں تمھارے سب نظر آتے ہیں جھوٹ سچ

○

وہ دوست ہے مشیر جنابِ جو وقت یہ　　یہ مشورہ خلاف ہے، یہ ہے بُری صلاح

○

اب یوں ترے بغیر گذرتے ہیں رات دن　　شام بلا ہے شام، تو صبح نشور صبح
شب باش ہوتے ہیں جو وہ گھر میں رقیب کے　　کرتی نہیں ہے آٹھ پہر بھی ظہور صبح

○

چیخ اُٹھے عندلیب اگر سن لے — گفتگو میرے دلربا کی شوخ
جو فرشتے سے بھی نہ باز آئے — ہے زباں ایسی بے حیا کی شوخ



ملی ہم کو جنت قیامت کے بعد — ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد
ملاؤں ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ — میری جاں نکلے گی حسرت کے بعد
مرے حال پر رحم آ ہی گیا — وہ چل کر پلٹ آئے رخصت کے بعد
تڑپنا نہ دیکھا گیا داغ کا
ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد



تم خواہ عداوت اسے سمجھو کہ محبت — رہتی ہے رقیبوں کی مجھے تم سے سوا یاد
گو جان سے جانا ہے تری بزم میں جانا — اس کو ہی شکایت ہوئی جسکو نہ کیا یاد
دل دیتے ہیں لو مفت ہی کیا یاد کرو گے — احسان جو مانو گے تو آئیگی وفا یاد
بندے سے ہے کیوں پرسشِ اعمالِ الٰہی — انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد
رہتا ہے عبادت میں ہمیں موت کا کھٹکا — ہم یادِ خدا کرتے ہیں، کر لے نہ خدا یاد



چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر — چھوڑ دیں مجھ کو میری تقدیر پر
اس نگاہِ امتحان کو دیکھنا — ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر
شرم مجھ سے اور وہ بھی وصل میں — تم تو نادم ہو کسی تقصیر پر
داورِ محشر کے آگے تو سہی — لوٹ جاؤ تم میری تقریر پر

گریۂ شب سے توقع تھی بہت
اُوس اُلٹی پڑ گئی تاثیر پر

○

کان ہیں سن لو کہ رسوائی نہ ہو
ہم چلے آئے ہیں جس پیغام پر

جب پسند آتا ہے میرا شعر انھیں
گالیاں پڑتی ہیں میرے نام پر

جلنے لگتی ہے زباں کہتے ہی داغؔ
اُف نکل جاتی ہے میرے نام پر

○

بوسہ ملا نہ عارض جاناں کا وصل میں
سرکی ذرا نہ زلف چلیپا ادھر ادھر

دیکھ لے صبا اڑے نہ اسیروں کا آشیاں
ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا ادھر ادھر

تم رات کو کہاں تھے تمھاری تلاش میں
پھرتا تھا کوئی ڈھونڈھنے والا ادھر ادھر

اس فتنہ گر سے پھر بھی تو پالا پڑے گا داغؔ
ہے تاک جھانک آپ کی بیجا ادھر ادھر

○

آئے ہیں ترے کوچہ میں ہم گھر سے نکل کر
اب جائیں کہاں عرصۂ محشر سے نکل کر

دنیا ہی میں ملتے ہیں اسے دوزخ و جنت
انسان ذرا سیر کرے گھر سے نکل کر

گھبرائے ہوئے طور ہیں ہر نقش قدم کے
یہ کون گیا صبح ترے گھر سے نکل کر

اللہ رے غیرت مری اللہ رے ہمت
آگے ہی رہا شوق میں رہبر سے نکل کر

مرنے کی بھی فرصت نہیں اے گردش ایام
آسودہ ہوں کیونکر ترے چکر سے نکل کر

ہے آتش حسن اس بت کافر کی جہاں سوز
یہ آگ غضب پھیلی ہے پتھر سے نکل کر

دلّی سے چلو داغ کرو سیر دکن کی
گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

○

اتنے سے دل میں ایک زمانہ کی خواہشیں
بھولا ہوا ہوں زندگیٔ مستعار پہ

○

یوں برس پڑتے ہیں کیا ایسے وفاداروں پہ
رکھ لیا تونے تو عشاق کو تلواروں پہ

سینک دے آتش رخسار سے دل کی چوٹیں
عشق کی مار پڑی ہے ترے بیماروں پہ

کوچۂ یار سے برباد بھی ہو کر نہ گیا
خاک اڑ اڑ کے مری جم گئی دیواروں پہ

لے کے بوسے کسی بے رحم نے ڈالے ہیں نشاں
کا کلیں چھوٹی ہیں اس واسطے رخساروں پہ

آگ تلوؤں سے لگی بزم عدو میں یا رب
فرش گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پہ

خوف زنداں سے یہ ہے بزم میں زہاد کا حال
سب کے سب ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں دستاروں پہ

داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا
دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزاروں پہ

○

مزے یوں درد کے ہیں کھوڑے کھوڑے ظلم سہہ سہہ کر
ستم کیجئے تو تھم تھم کر، جفا کیجئے تو رہ رہ کر

چھپایا زلف نے چہرہ تو شوخی نے کیا ظاہر
ہزاروں بار نکلا وصل کی شب چاند گھہ گھہ کر

یہ جانا تھا نہ آئیں گے تو کیوں جانے دیا ان کو
یہی اے داغ پچھتاوا مجھے آتا ہے رہ رہ کر

کوچۂ دشمن سے یہ آتی نہ ہو یارب کہیں
گردشِ گردوں کا باعث اور کچھ کھلتا نہیں
پیشتر ان کو گماں تھا جب نہ دیکھی آرزو

جی اڑا جاتا ہے کچھ بادِ صبا کو دیکھ کر
بھاگتا پھرتا ہے یہ تیری جفا کو دیکھ کر
پھر تو گھبرائے دلِ بے مدعا کو دیکھ کر

○

یہاں تک تو پہنچا گریباں سے بڑھ کر
عجب مرتبہ کافرِ عشق کا ہے
عجب بے خلش زندگی ہو رہی ہے
فرشتوں کو نسبت نہیں عشق میں کچھ
یہ حوروں پہ مرتا ہے یہ دیکھے بھالے

کہاں جائے گا چاک داماں سے بڑھ کر
ملی دولتِ کفر، ایماں سے بڑھ کر
دیا یاس نے لطف، ارماں سے بڑھ کر
نہ انساں سے گھٹ کر نہ انساں سے بڑھ کر
نہیں کوئی عاشق مسلماں سے بڑھ کر

○

دنیا کے دیکھنے کیلئے آنکھ چاہئے
کیوں آدمی کو عالمِ بالا کی ہو ہوس

جنت کی سیر سے ہے سوا اس مکاں کی سیر
بڑھ کر نہیں زمین سے کچھ آسماں کی سیر

○

کس کو تھا محشر میں خوفِ بازپرس
دوست لائے اس گلی سے جب مجھے

ہاتھ دوڑا دامنِ دلدار پر
جم گیا سایہ مرا دیوار پر

○

کیا جھوم کے مستانہ چلا جانبِ مقتل
نقشِ قدمِ یار بھی کرتا ہے مسخر
یوں زیرِ زمیں خاک میں اچھوں کو ملانا

دیکھو تو ذرا عاشقِ جانباز کا انداز
رفتار میں ہے چشمِ فسوں ساز کا انداز
ٹھہرا فلک تفرقہ پرداز کا انداز

اے داغ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی
ہر شعر میں ہو بلبل شیراز کا انداز



عرض کرتے ہم جو ہوتے حضرت آدم کے پاس
آدمی وہ ہے کہ دنیا میں نہ پھٹکے غم کے پاس

نقد دل رکھ کر گرہ میں ہو گیا ہے مالدار
اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوئے پُرخم کے پاس

دیکھ کر فیاض کو گھٹتی ہے کیا طبع بخیل
موت کٹھی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس

ہاتھ میں طاقت نہیں کیا کیجئے اخفائے راز
رہ گیا آ آ کے دامن دیدۂ پرنم کے پاس



کامل ہو عشق پاک تو پرویز سا رقیب
شیریں کو لائے شوق سے خود کوہکن کے پاس

اے بیکسی رہے گی نہ بے پردہ اپنی لاش
میت خود اڑ کے جائیگی گور و کفن کے پاس

نظروں سے اس نے کام لیا صید گاہ میں
جب تیر ہو چکے بت ناوک فگن کے پاس

جتنا تھا شوق بوسے کا اتنا ہی خوف تھا
جا جا کے رہ گیا دہن اسکے دہن کے پاس



بہ خرابہ خراب کرتا ہے
نہ کرے کوئی سیم و زر کی تلاش

کن حجابوں میں اس کو پایا ہے
کیوں نہ ہو واہ رے بشر کی تلاش

حضرت داغ کا یہ سخن شریف ؛؛
اور پھر شوخ سیم بر کی تلاش



بیداد و جور و لطف و ترحم سے کیا غرض
تم کو غرض نہیں تو ہمیں تم سے کیا غرض
کیوں ہم شب فراق میں تارے گنا کریں
ہم کو شمار اختر و انجم سے کیا غرض
کوئی ہنسا کرے تو بلا سے ہنسا کرے
کیوں دل جلائیں برق تبسم سے کیا غرض
جو خاکسار عشق ہیں ملتے ہیں خاک میں
اہل زمیں کو چرخ چہارم سے کیا غرض



اشک غماز ہو تو کیا کیجئے
ہے محبت میں راز داری شرط
اور سنیئے وہ مجھ سے کہتے ہیں
حشر کے دن ہے جاں نثاری شرط
جوش رحمت کے واسطے زاہد
ہے ذراسی گناہگاری شرط



ہنگام رحلت دیکھئے دل کس طرف اپنا جھکے
بیٹھے ہیں شیخ و برہمن ایک اس طرف، ایک اس طرف
غیروں کا مجمع اور تم پریوں کا جمگھٹ اور ہم
پہلو بہ پہلو انجمن ایک اس طرف، ایک اس طرف
دونوں فرشتے دوش پہ کیا لکھ سکیں حالت میری
آلودہ رنج و محن ایک اس طرف، ایک اس طرف
رخسار تیرے سیمگوں پھر اس پہ گلگونے کا رنگ
پھولا ہے کیا رنگیں چمن ایک اس طرف، ایک اس طرف

اترا رہا ہے داغ کیا ہنگام گلگشت چمن
رنگیں قبا گل پیرہن ایک اس طرف ایک اس طرف

○

ہر گلی کوچہ میں اب ہے تاک جھانک
پھرتے ہیں ان کو ابھارے ذوق شوق
ابتدائے سن ہیں ہے مشق جفا
رنگ لائیں گے تمہارے ذوق شوق

○

نہ آئی بات جو دل سے زبان تک
وہ پہنچی بدگمان تک رازدان تک
یہ سب جھگڑے ہیں جانِ ناتواں تک
رہے گا دم کہاں تک، غم کہاں تک
دل اس کی بزم سے کس طرح اکھڑے
ٹھہر جائے جہاں عمرِ رواں تک
کنارہ کر گیا دامن بھی تیرا
نہ آیا میری چشم خوں فشاں تک
کہوں کیا طالع واژوں کی تاثیر
گرا ہوں میں پہونچ کر آسماں تک
ترے تیر نگہہ سے کوئی بچ کر
اماں پاتا نہیں دارالاماں تک

○

مزہ دے گیا ہو نہ پیغامِ شوق
کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
حیا سے جھکی تھیں کب آنکھیں تری
لڑی ہے کسی سے نظر دیر تک
وہ رخصت طلب اور میں جاں بلب
رہا حشر وقت سحر دیر تک
نئی چاہ چھپتی ہے اے داغ کب
اڑے گی ابھی یہ خبر دیر تک

○

مزہ دے گیا ہے شباب اوّل اوّل
ملے خوبرو انتخاب اوّل اوّل

خدا شرم رکھے تیری انتہا تک
کہ ڈالی ہے منہ پر نقاب اول اول

انھیں سے پھر آخر کو کھل کھیلتے ہیں
وہ کرتے ہیں جن سے حجاب اول اول

الٰہی رہے بانکپن ان کا قائم
سنبھالی ہے تیغ خوش آب اول اول

○

وہ گلیوں میں راتوں کو چھپ چھپ کے جانا
وہ یاروں سے کچھ کچھ حجاب اول اول

وہ پہلے پہل دل لگانا کسی سے
وہ کچھ شوق کا اضطراب اول اول

○

اے داغ جو کہا ہے اسے کر دکھائیں گے
انسان کیا وہ جس کو نہ ہو بات کا خیال

○

ابھی ہماری محبت کسی کو کیا معلوم
کسی کے دل کی حقیقت کسی کو کیا معلوم

قدم قدم پہ تمھارے ہمارے دل کی طرح
بسی ہوئی ہے قیامت کسی کو کیا معلوم

○

اور کیا داغ کے اشعار اثر کرتے ہیں
گدگدی دل میں حسینوں کے مگر کرتے ہیں

تھک گئے نامۂ اعمال کو لکھتے لکھتے
کیا فرشتوں کا برا حال بشر کرتے ہیں

○

کیا کہا پھر تو کہو ہم نہیں سنتے تیری
نہیں سنتے تو ہم ایسوں کو سناتے بھی نہیں

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہو
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیوں جیتے ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں

چوٹ کھانا دلِ حزیں نہ کہیں
درد رہ جائے گا کہیں نہ کہیں

کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں
جی بہل جائیگا کہیں نہ کہیں

یہ تو کہئے کہ رات کی باتیں
آپ نے غیر سے کہیں نہ کہیں

نہ کرو امتحان مہر و وفا
آئے اس جھوٹ پہ یقیں نہ کہیں

غیر دیتا ہے کیوں مجھے ساغر
سانپ ہو زیرِ آستیں نہ کہیں

قتل جس کا تمھیں ہے مدِ نظر
وہ گنہگار ہوں ہمیں نہ کہیں

داغؔ پھر تاک جھانک کرتے ہیں
اب گھرے، اب پھنسے کہیں نہ کہیں

○

اے فلک موردِ عتاب ہوں میں
وصل سے خاک کامیاب ہوں میں

تم میں یہ وصف ہے کہ ہو بے داغ
مجھ میں یہ عیب بے حجاب ہوں میں

دے کے خط کون انتظار کرے
اپنے قاصد کے ہم رکاب ہوں میں

داغؔ کیا خوف صرصرِ عصیاں
خاکِ پائے ابو تراب ہوں میں

○

میں نے چاہا جو تمھیں اس کا گنہگار ہوں میں
مگر اتنا بھی سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں

گو مرے پاس نہیں غیرِ متاعِ کاسد
میں تماشائی اندازِ خریدار تو ہوں

ابھی کیا جانے کوئی مجھ کو تمھارا شیدا
کوئی دن اور بھی رسوا سرِ بازار تو ہوں

تابِ نظارۂ انوارِ تجلی نہ سہی
میری ہمت ہے کہ میں طالبِ دیدار تو ہوں

داؔغ مرنے نہیں دیتا مجھے رشکِ اغیار
ورنہ مرجاؤں ابھی جان سے بیزار تو ہوں

○

ہم تو فریاد و فغاں، آہ و بکا کرتے ہیں
جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ دعا کرتے ہیں
یا الٰہی میرے درباں سے وہ پوچھے آکر
کون ہے، کس سے ملاقات ہے، کیا کرتے ہیں
اپنے کوچہ میں نہ کیجئے میری مٹی برباد
آپ بھی خاک اُڑاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں

○

ہم دل کی بات داورِ محشر سے کیا کہیں
یہ راز کہہ کے اس بت کافر سے کیا کہیں
لب تک امنڈ امنڈ کے تو آتی ہیں حسرتیں
چلتی نہیں زبان ترے ڈر سے کیا کہیں
بے وجہ ان بتوں کی خموشی نہیں ہے داؔغ
کیا جانے کل یہ داورِ محشر سے کیا کہیں

○

غمِ دو جہاں بھی ہے کافی مجھے
مگر آدمی کو قناعت نہیں
تری آرزو جن کو ہے ان کو ہے
خدا کی قسم ہم کو حسرت نہیں

○

اڑائی خاک تیری جستجو میں ہر کہیں برسوں
پھری ہے آسماں بنکر مرے سر پر زمیں برسوں
نہ آیا ہے، نہ آئے، ان کے وعدے کا یقیں برسوں
یونہی ہے آج، کل، پرسوں مگر ملتے نہیں برسوں
جنوں کو بھی تو بے ساماں نہیں دیکھا گیا ہم سے
رہی ہے دستِ وحشت میں ہماری آستیں برسوں
خدا کی شان اب تم داؔغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دلسوز ہے جو رہ چکا ہے دلنشیں برسوں

حال دل تجھ سے دل آزار کہوں یا نہ کہوں
خوف ہے مانع اظہار کہوں یا نہ کہوں
نام ظالم کا جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو
آسماں کو بھی ستمگار کہوں یا نہ کہوں
آخر انسان ہوں میں صبر و تحمل کب تک
سیکڑوں سن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں
کہہ چکے غیر تو افسانے سب اپنے اپنے
مجھ کو کیا حکم ہے سرکار کہوں یا نہ کہوں
آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہے مجھ سے
ہیں مرے کان گنہگار کہوں یا نہ کہوں

○

کیوں ہوا جاتا ہے دل پر ان بتوں کا اختیار
میں تو یا اللہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہوں
ہیں زمانے میں ہزاروں چاہنے والے مرے
آپ کا بندہ ہوں جب تک آپکی خدمت میں ہوں

○

اپنی عادت نہیں یہ لے غم عشق
ہم بڑھا کہ تجھے گھٹائیں کیوں
جان پہ کیا بنی کہو تو سہی
داغ پہ درد ہیں صدائیں کیوں

○

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں
کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں

مٹ گئے ہم تو فقط نام ہی اسکا سنکر
دیکھ کر جنس خریدار ہوا کرتے ہیں
تیغ بھاری ہے وہ نازک ہیں میری عمر دراز
مشورے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہیں
داغ نے خطِ غلامی جو دیا فرمایا
ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

○

دیکھیں تو کیسے فتنے ہیں نیچی نگاہ میں
آئینہ رکھ دے کاش کوئی ان کی راہ میں
امید وار رحمت باری ہوں اسقدر
ہوتا ہوں میں شریک پرائے گناہ میں
وہ شوق وصل ورنگ شکایت ہی مٹ گیا
عاشق کو دلگی کا مزہ کیا نباہ میں
بجلی گری کہ آہ پڑی بادہ خوار کی
ہلچل پڑی ہوئی ہے عجب خانقاہ میں

○

خواب راحت سے وہ بیدار ہوئے ہیں کہ نہیں
فتنۂ حشر کے آثار ہوئے ہیں کہ نہیں
ہم سے جب وعدہ کیا تھا وہ بہت کم سن تھے
دیکھئے قابل انکار ہوئے ہیں کہ نہیں
بوسۂ غیر نے کیا داغ لگائے دیکھو
نیلگوں چاند سے رخسار ہوئے ہیں کہ نہیں
آہ لب پر مرے آئی تو قیامت آئی
وہ بھی ہوشیار خبردار ہوئے ہیں کہ نہیں

○

چھین کر دل بت خود کام لئے جاتے ہیں
لوٹ کر راحت و آرام لئے جاتے ہیں

شکوۂ مہر و وفا کس نے کہا کس نے سنا
پھر وہی آپ مرا نام لئے جاتے ہیں

پہلے تو ایسے وفادار کو آزاد کیا
مول اب داغ کے ہم نام لئے جاتے ہیں

○

مجھ کو ندائیں آتی ہیں کچھ مانگتا نہیں
اللہ کا ہے گھر کسی محتاج کا نہیں

خالی شرارتوں سے یہ طرز حیا نہیں
کیا جانے کوئی دل میں ترے کیا ہے کیا نہیں

کوئی امیدوار کرم ہم سا ہو تو لے
مقبول جو نہ ہو وہ ہماری دعا نہیں

کرتے ہو بات بات میں تعریف غیر کی
کہتے ہو مجھ سے تجھ کو مزا بات کا نہیں

کیا رشک قصر خلد نہیں ہے ترا مکاں
کیا مثل چشم حور ترا نقش پا نہیں

چاہا جو تجھ کو داغ نے ایسا قصور کیا
انصاف کر یہ کوئی خطا میں خطا نہیں

○

بندے کو آسرا ہے فقط اسکی ذات کا
اللہ کی مدد سے زیادہ مدد نہیں

تجھ سا ہی بلکہ تجھ سے بھی اچھا ملے گا اور
تو اس صنم کدہ میں صنم ہے صمد نہیں

○

ہم کو ملے تو لطف رہے اے جناب خضر
گردش زدوں کو لذت عمر ابد نہیں

کیا فرض ہے کہ ہو بنی آدم ہی میں رقیب
شیطان روسیاہ بھی تو لاولد نہیں

اپنے ہی غم سے نہیں ملتی نجات
اس بنا پر فکر عالم کیا کریں

آدمی ہونا بہت دشوار ہے
پھر فرشتے حرص آدم کیا کریں

کہتے ہیں اہل سفارش مجھ سے داغ
تیری قسمت ہے بری ہم کیا کریں

○

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں
تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں

زمانے کے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں
ہمیں جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں

پھرے بتکدے سے تو اے اہل کعبہ
پھر آ کر تمہارے قدم دیکھتے ہیں

ہمیں چشم بینا دکھاتی ہے سب کچھ
وہ اندھے ہیں جو جام جم دیکھتے ہیں

سلامت رہے دل برا ہے کہ اچھا
ہزاروں میں یہ ایک دم دیکھتے ہیں

رہا کون محفل میں اب آنے والا
وہ چاروں طرف دم بدم دیکھتے ہیں

نگہباں سے بھی کیا ہوئی بدگمانی
اب اس کو ترے ساتھ کم دیکھتے ہیں

○

ہزار رنج و مصیبت کے دن گزارے ہیں
کبھی جو لڑ گئی قسمت تو وارے نیارے ہیں

خدا کی شان کرمی کا پوچھنا کیا ہے
غضب تو یہ ہے گنہگار ہم تمہارے ہیں

کھلے نہ باب اجازت تو کیا کرے کوئی
بہت دعا نے پکارا ہے، ہاتھ مارے ہیں

بھٹکتی پھرتی ہیں آہیں، تباہ ہیں نالے
رفیق دل کے سہارے سے بے سہارے ہیں

ہمارے دل کو اگر لوٹ لو تو ہم جانیں
کہ تم نے ایک زمانے کے مال، مارے ہیں

تری ادا جو قضا ہو تو کچھ نہیں پروا
ڈریں گے موت سے کیا دل کے جو کرارے ہیں

زمیں پہ رشکِ مہ مہر ہیں حسیں لاکھوں فلک پہ وہی تو چمکے ہوئے ستارے ہیں
وہ تند خو ہے تو ہو داغ کچھ نہیں پروا
مزاج بگڑے ہوئے سیکڑوں سنوارے ہیں



مزا ہے تجھ میں کیا اے سوزِ الفت واہ قائل ہوں
جگر بھی لوٹتا ہے اس تمنا میں کہ میں دل ہوں
وہاں اے زاہد ایسے آدمی کی کیا بسر ہو گی
نہ جنت میرے قابل ہے نہ میں جنت کے قابل ہوں
ترا کوچہ اگر فردوس ہے، تجھ کو مبارک ہو
مجھے کیا فائدہ کیوں جیتے جی جنت میں داخل ہوں



کہاں کی دادخواہی حشر میں جب یہ کہا اس نے
ترا جی چاہتا ہے میں گنہگاروں میں داخل ہوں
بنایا جاتا ہے محشر بھی مقتل کیا تماشہ ہے
ہر اک کو آرزو ہے کشتۂ اندازِ قاتل ہوں
چراتا ہوں نگاہِ یاس و حسرت ورنہ اے قاتل
تجھے بھی اک اشارے میں لٹا دوں میں وہ بسمل ہوں



جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم میں ہم کو جنت ملی جہنم میں

کچھ ترا شوق، کچھ تری حسرت　　اور رکھا ہی کیا ہے، اب ہم میں
چل گئی چال آپ کی ہم پر　　سیدھے سادے تھے آ گئے دم میں
داغ کو وہ جلا کے کہتے ہیں
ہم نے روشن کیا ہے عالم میں



پا برہنہ، دشت ویراں، دور منزل، راہ سخت
تو بتا اے شام غربت میں کروں تو کیا کروں
دل سے وہ کافر صنم نکلے تو سب کچھ ہو قبول
جا کے مسجد میں عبادت میں کروں تو کیا کروں



اس ادا سے وہ جفا کرتے ہیں　　کوئی جانے کہ وفا کرتے ہیں



عاشق تو کب دبیں گے فرشتوں سے بعد مرگ
تکرار ہو نہ جائے سوال و جواب میں
آؤ نہ اتنی دیر رہیں تم کریں کلام
روز جزا ابھی ہے توقف حساب میں
پوچھے تو کوئی حضرت واعظ سے اتنی بات
ایسے ہی تھے جناب بھی عہد شباب میں



تم اگر بیداد گر ہو تو خدا ہے داد گر — یہ نہ سمجھو پرسشِ روزِ جزا کچھ بھی نہیں
اپنے دم کو آدمی ہر دم غنیمت جان لے — خاک کا پھر ڈھیر ہے بعدِ فنا کچھ بھی نہیں

○

کسی کا مجھ کو نہ محتاج رکھ زمانے میں — کمی ہے کون سی یارب ترے خزانے میں
اس انفعال سے گھر چھوڑنا پڑا مجھ کو — وہ آج آئیں گے میرے غریب خانے میں
رقیب بھی تو اسے کان رکھ کے سنتے ہیں — عجیب طرح کا مزہ ہے مرے فسانے میں
ملا نہ خرمنِ ہستی سے کچھ سوائے اجل — بھرا ہے زہر مگر اس کے دانے دانے میں

مآلِ کار خدا جانے داغ کیا ہوگا
خدا سے کام پڑا آخری زمانے میں

○

وہاں خاک اڑتی ہے اب وائے حسرت — جہاں سالہا سال جلسے رہے ہیں
جدھر سے وہ گذرے قیامت بپا تھی — کہ نقشِ قدم تک تڑپتے رہے ہیں
جنھیں اس نے لکھا ہے حرفِ تسلی — وہ کمبخت برسوں تڑپتے رہے ہیں

○

تابِ نظارہ کسے دیکھے جواں کے جلوے — بجلیاں کوندتی ہیں جب لبِ بام آتے ہیں
تو سہی حشر میں تجھ سے جو نہ یہ کہوا دوں — دوست وہ ہوتے ہیں جو وقت پہ کام آتے ہیں
رہروِ راہِ محبت کا خدا حافظ ہے — اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

○

تجھی پہ جان دیتا کیوں زمانہ — اگر یہ بات ہوتی ہر کسی میں

کھلے گر بال و پر اب کے تو صیاد — قفس رکھا ہوا ہے آشیاں میں
نہیں مرنے کا اپنے غم یہ غم ہے — کہ پھر آنا نہ ہوگا اس جہاں میں
خدا کے آگے سچ کہنا پڑے گا — زباں میری لگا لینا زباں میں
کیا ہے عاشقوں نے اس کو بدنام — برائی کون سی ہے آسماں میں
چل لے شوق ستم اس سرزمیں پر — جو ہو کچھ ملتی جلتی آسماں میں

○

گر قناعت نہیں ہے انساں کو — کبھی حاصل اُسے فراغ نہیں
تھی زمانے میں روشنی جس کی — ہائے اس گھر میں اب چراغ نہیں
کھوج ملتا ہے ہر مسافر کا — عمر رفتہ کا کچھ سراغ نہیں

داغؔ کو کیوں مٹائے دیتے ہو
دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں

○

کس کو لے داغؔ سنائیں غزل اپنی کہہ کر — میر و مرزا ہی نہیں، غالب و مومن ہی نہیں

○

مئے و ساغر کہاں روز جدائی — میرے دل کا لہو ہے اور میں ہوں
نہ آئے اور کوئی دم تو پھر کیا — یہ ننھی سی آرزو ہے اور میں ہوں

○

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں — ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں
کوئی تو نکل آئے گا سر باز محبت — دل دیکھ رہے ہیں وہ جگر دیکھ رہے ہیں

ہے مجمع اغیار کہ ہنگامۂ محشر ہے
کیا سیر مرے دیدۂ تر دیکھ رہے ہیں

آمد ہے کسی کی کہ گیا کوئی جہاں سے
کیوں سب طرفِ راہ گذر دیکھ رہے ہیں

تکرار تجلی نے ترے جلوے میں کیوں کی
حیرت زدہ سب اہلِ نظر دیکھ رہے ہیں

کچھ دیکھ رہے ہیں دل بسمل کا تڑپنا
کچھ غور سے قاتل کا ہنر دیکھ رہے ہیں

میں داغ ہوں، مرتا ہوں ادھر دیکھئے مجھ کو
منہ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہیں



ان کے اک جاں نثار ہم بھی ہیں
ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں

ہاتھ ہم سے ملاؤ اے موسیٰ
عاشق روئے یار ہم بھی ہیں

تم اگر اپنی گوں کے ہو معشوق
اپنے مطلب کے یار ہم بھی ہیں

جس نے چاہا پھنسا لیا ہم کو
دلبروں کے شکار ہم بھی ہیں



یہ تو نہیں کہ تم سا جہاں میں حسیں نہیں
اس دل کو کیا کہوں یہ بہلتا کہیں نہیں

دل کے سوا نہ کعبے میں ہے وہ نہ دیر میں
گر ہے تو بس یہیں ہے، نہیں تو کہیں نہیں

واعظ تجھے دکھائیں گے ہم کوئے یار بھی
جا پہونچے ایک دم میں یہ خلد بریں نہیں

معشوق بن کے چھوٹ گئے سب ستم شعار
یارب ستم رسیدوں کی پرسش کہیں نہیں



اشک پرخوں کا جو جھڑکا ہی لگا رہتا ہے
دل کے اندر کئی ناسور نظر آتے ہیں

چاند سورج کو فلک اپنے لئے رہنے دے
ہم کو کیا کیا رخِ پرنور نظر آتے ہیں

سخت جاں ہو دل بسمل تو کرے کیا قاتل　　وار بیٹھے ہوئے بھرپور نظر آتے ہیں

○

زمین کوچۂ جاناں کا رتبہ ایسا ہے　　فرشتے اس کے عوض آسمان دیتے ہیں
تکان پہنچے نہ قاتل کے دست نازک کو　　ٹھہر ٹھہر کے بہت امتحان دیتے ہیں
ملے گا تارک دنیا کو کیا بجز جنت　　وہاں مکان کے بدلے مکان دیتے ہیں
وہ تم کہ روز نئی بدگمانیاں ہیں تمھیں　　وہ ہم کہ روز نیا امتحان دیتے ہیں

کہے جو داغؔ کہ ہم جان نثار ہیں سب جھوٹ
یہ لوگ مفت کہیں اپنی جان دیتے ہیں

○

اسیر دام بلا اور کون ہے میں ہوں　　شکار تیر جفا اور کون ہے میں ہوں
تمھارا عاشق شیدا ہوں خیر جیسا ہوں　　برا ہوں یا ہوں بھلا، اور کون ہے میں ہوں
حجاب مجھ سے، حیا مجھ سے، عار مجھ سے ہے　　اس انجمن میں نیا اور کون ہے میں ہوں

وہ داغؔ جس کو گل باغ عشق کہتے ہیں
بہار رنگ وفا اور کون ہے میں ہوں

○

واعظ بڑا مزہ ہو اگر یوں عذاب ہو　　دوزخ میں پاؤں، ہاتھ میں جام شراب ہو

○

ہے تاک میں دزدیدہ نظر دیکھیے کیا ہو　　پھر دیکھ لیا اس نے ادھر دیکھیے کیا ہو
لڑنے تو لگیں اس کی نگاہوں سے نگاہیں　　اس جنگ کا انجام مگر دیکھیے کیا ہو

اندیشۂ فردا میں عبث جان گھلائیں
ہے آج کسے کل کی خبر دیکھئے کیا ہو

○

سارا[1] جہان جان کو کہتا ہے بے وفا
مجھ کو یہ فکر ہے تمھیں جانِ جہاں نہو

حوروں کے ہاتھ پڑ گئے جنت میں ہم غریب
کیا آدمی کا بس ہے جو اپنا مکاں نہو

واعظ بجا ہے کہئے جو ویرانہ کو بہشت
جنّت اسی کا نام ہے آدم جہاں نہو

اب اس نگاہ شرم میں وہ شوخیاں کہاں
وہ تیغ کیا چلے گی جو برسوں رواں نہو

○

میرے پہلو سے وہ اٹھے غیر کی تعظیم کو
بندگی کو بندگی، تسلیم ہے تسلیم کو

ہے بڑی دولت جو ہاتھ آجائے کوئی خوبرو
اے ہوس ڈھونڈھتا ہے کیا طلا و سیم کو

○

جو ہیں مشتاق ان کے دل میں حسرت اپنی رہنے دو
کوئی دن اور بھی پردے میں صورت اپنی رہنے دو

ڈرایا ہے، منایا ہے، یہ کہہ کر وصل میں اس نے
بگڑ جائیں گے ہم بس بس شکایت اپنی رہنے دو

محبت اور پھر کس کی محبّت یار ناداں سے
کہا کیوں مجھ سے قابو میں طبیعت اپنی رہنے دو

○

نہ دنیا سے ملے راحت، نہ تجھ سے چین اصلا ہو
مگر پھر یہ دعا دیتا ہوں تو ہو اور دنیا ہو

---

[1] غیر نے تم کو جاں کہا؟ سمجھے بھی اس نے کیا کہا
یعنی کہ بے وفا کہا جان کا اعتبار کیا (لا معلوم)

کلیجے سے لگا لیتا ہوں برگ لالہ و گل کو
عجب کیا ہے اگر یہ بھی کسی کے دل کا ٹکڑا ہو

ہوئی یہ انتظار یار میں ہر اشک کی صورت
جو تھم جائے تو پتھر ہو جو بہہ جائے تو دریا ہو

○

ابھی نفرت ہے تم کو داغ سے وہ دن بھی آتے ہیں
خدا چاہے تو اس کمبخت کو دل سے تمھیں چاہو

○

طبع زر ہی سے انسان کی مٹی ہے خراب
خاک میں ہم تو ملا دیں اگر اکسیر بھی ہو

○

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ
میری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ

بہار عمر میں باغ جہاں کی سیر کرو
کھلا ہوا ہے یہ گلزار دیکھتے جاؤ

تمہیں غرض جو کرو رحم پائمالوں پہ
تم اپنی شوخیٔ رفتار دیکھتے جاؤ

نہ جاؤ بند کئے آنکھ رہروان عدم
ادھر ادھر بھی خبردار دیکھتے جاؤ

کوئی نہ کوئی ہر اک شعر میں ہے بات ضرور
جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

○

یکتا اگر ہوئے تو خدا بن نہ جاؤ گے
مانا تم انتخاب ہو کیا اس سے فائدہ

کیوں خاکسار بن کے رہوں کوئے یار میں
مٹی مری خراب ہو کیا اس سے فائدہ

○

نفرت ہے حرف وصل سے اچھا یونہیں سہی
لو آؤ اور بات سنو وہ نہیں سہی

چھوڑوں گا میں نہ ہاتھ چلے آؤ ساتھ ساتھ | نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں سہی
سجدے ہی کرتے جائیں گے ہم تیری راہ میں | ہے نقش پا سے عار تو نقش جبیں سہی

○

ایک طوفاں ہے غم عشق میں رونا کیا ہے | نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے
کاش مل جائے ترا سایۂ دیوار ہمیں | اوڑھنا کیا ہے فقیروں کا بچھونا کیا ہے

اس کی ٹھوکر سے بھی کمبخت نہ جاگا افسوس
موت ہے داغ سیہ مست کا سونا کیا ہے

○

آرزو ہے وفا کرے کوئی | جی نہ چاہے تو کیا کرے کوئی
ان سے سب اپنی اپنی کہتے ہیں | میرا مطلب ادا کرے کوئی
چاہ سے آپ کو تو نفرت ہے | مجھ کو چاہے خدا کرے کوئی
جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں | ایسی جنت کو کیا کرے کوئی

منہ لگاتے ہی داغ اترا یا
لطف ہے پھر جفا کرے کوئی

○

پائے ساقی پہ گرایا جب گرایا ہے مجھے | چال سے خالی کہاں یہ لغزش مستانہ ہے

○

برائی نہ چاہے بروں سے بنا ہے | اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا | کرے صبر انسان مشکل یہی ہے

وفا وہ کریں داغ کس نے یہ مانا
مگر آپ کا زعم باطل یہی ہے

○

غیر ہونا شاد کیوں کیسی کہی
چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی
مانگتے تھے میرے ملنے کی دعا
وہ بھی دن ہیں یاد کیوں کیسی کہی
میں کروں تیری طرح تجھ پہ ستم
اے ستم ایجاد کیوں کیسی کہی

○

کہا تھا ہم نے جو کچھ راز داں سے
سنا وہ آج دشمن کی زباں سے
ہر اک میں عیب نکلیں گے کہاں تک
تمھیں اچھے سہی سارے جہاں سے
کہاں اے داغ اب اپنا ٹھکانا
اٹھا بیٹھے ہیں دل دونوں جہاں سے

○

مٹتی ہے کوئی داغ محبت کی نشانی
یہ چوٹ غضب کی مہ کامل کو لگی ہے
کچھ روتے ہیں، کچھ مرتے ہیں، کچھ لوٹ رہے ہیں
کس کی نظر بد تری محفل کو لگی ہے
جب سے یہ سنا داغ نے کی عشق سے توبہ
گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں کیا دل کو لگی ہے

○

بے نیازی کی ادا ان میں نہ ہوتی ہرگز
داغ یہ بت جو نہ اللہ کو پیارے ہوتے

مٹ جائے کوئی حسن سے شہرت ہو کسی کی
ماتم ہو کسی کا، شب عشرت ہو کسی کی

ہم لطف کے رتبے کو ابھی جانچ رہے ہیں
دل دیں اگر ایسی ہی عنایت ہو کسی کی

بیدل ہیں یہ معشوق بھی عاشق سے زیادہ
دل ہو تو ضرور اس میں محبت ہو کسی کی

کیوں وصل کی شب ہاتھ لگانے نہیں دیتے
معشوق ہو یا کوئی امانت ہو کسی کی

لپٹا دے مجھے تیغ سے اے شوقِ شہادت
پوری نہ کسی طرح سے حجت ہو کسی کی

دیکھی ہے وہ شوخی کہ یہ جی چاہ رہا ہے
مٹی کے بھی پتلے میں شرارت ہو کسی کی

لو رہنے دو تسکیں کے لئے غیر کی تصویر
شاید جو نہ ہوں میں تو ضرورت ہو کسی کی

○

بنایا ان حسینوں کو تباہی کیلئے ورنہ
ترقی سی ترقی عالم اسباب کو ہوتی

○

یہ چرچے ہیں ہمیں دونوں کے دم سے
نہ تم سے بھر زمانے میں نہ ہم سے

نہ کیوں ہو ان کی گھبرائی ہوئی چال
کہ فتنے لپٹے جاتے ہیں قدم سے

زمانے کو فلک کو ساتھ لے لو　　یہ جی بھرتا نہیں تھوڑے ستم سے

○

ہزاروں چاہتے ہیں داغ تم کو　　تمہیں پھر بے وفائی کیوں نہ آئی

○

لامکاں تک کی خبر حضرت واعظ نے کہی　　یہ تو فرمائیں کہ اللہ کہاں رہتا ہے

○

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے
رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے
مسکراتے ہوئے وہ مجمع اغیار کے ساتھ
آج یوں بزم میں آئے ہیں کہ جی جانتا ہے
کعبہ و دیر میں پتھرا گئیں دونوں آنکھیں
ایسے جلوے نظر آئے ہیں کہ جی جانتا ہے

○

میرے مرنے کے بعد رو کے کہا　　اب کہیں گے وفا شعار کسے
غیر کو بھی ملا لیا ہم نے　　وہ بنائیں گے راز دار کسے
داغ سے وہ اگر نہیں ملتے
نہ ملیں ہے یہ افتخار کسے

○

ایسے تنگ آئے ہاتھ سے دل کے　　روئے ہم غیر سے گلے مل کے

عرش سے آگے آگے ملتے ہیں ، | کچھ کچھ آثار اپنی منزل کے
عشق پھر زور حسن زور شکن | رہ گئے آج ہاتھ مل مل کے



بیچتا ہوں جو خریدے مرے ارماں کوئی | مفت دیتا ہوں اگر مان لے احساں کوئی
عشق جس کو نہ ہو ایسا نہیں انساں کوئی | آگے تقدیر ہے خوش ہو کہ پشیماں کوئی
دیر ہو جائے بلا سے انھیں آرائش میں | رہ نہ جائے کسی کمبخت کا ارماں کوئی
حسرتیں یوں تو محبت میں بہت ہوتی ہیں | دل میں رکھنے کا نکل آتا ہے ارماں کوئی
جب سے کی عشق سے توبہ نظر آتے ہیں یہ خواب | کھینچتا ہے کوئی دامن تو گریباں کوئی
آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں جاتی ظالم | دل میں دل ڈال دے کس طرح سے انساں کوئی

مٹ چکی ہے خلش دل مگر اب بھی اے داغ
پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہے ارمان کوئی



جنت کے بدلے دل میں ترے گھر بنائیں گے | یہ یادگار ہم سر محشر بنائیں گے
افسوس ہے کہ ٹوٹ پڑے گا وہیں فلک | ہم جان توڑ کر جو کہیں گھر بنائیں گے
بیکار جائے گا نہ کوئی فتنۂ خرام | وہ رفتہ رفتہ شہر کو محشر بنائیں گے
کچھ تجھ کو بھی تو خانہ خرابی کی قدر ہو | خانہ خراب دل میں ترے گھر بنائیں گے



جنت سے عار حور کی صحبت سے اجتناب | کیا جانے بندگی کا صلہ مجھ کو کیا ملے
اللہ دے تو فقر کی دولت ہے سلطنت | جتنے فقیر مجھ کو ملے بادشاہ ملے

اب منصفی ہے داورِ محشر کے علم پہ ۔۔۔ میرے گواہ ٹوٹ کے دشمن سے جا ملے

اے داغؔ اپنی وضع ہمیشہ یہی رہی
کوئی کھنچا کھنچے، کوئی ہم سے ملا ملے

○

اہلِ محشر سے یہ پوچھوں گا خدا لگتی بات ۔۔۔ تم نے دیکھا بھی ہے دنیا میں کبھی شاد مجھے

○

تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لئے ۔۔۔ ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کیلئے
کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ ۔۔۔ شوخیاں زیور ہیں اس سن کیلئے
وصل میں تنگ آ کے وہ کہنے لگے ۔۔۔ کیا یہ جوبن تھا اسی دن کیلئے
چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں ۔۔۔ آپ پھر پیدا ہوئے کن کیلئے
فیصلہ ہو آج میرا، آپ کا ۔۔۔ یہ اٹھا رکھا ہے کس دن کیلئے
دے مے بے دُرد لے پیرِ مغاں ۔۔۔ چاہیئے اک پاک باطن کیلئے
ہم نشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ ۔۔۔ چھوڑ دیں غیروں کو کیا ان کیلئے
ہیں رخِ نازک پہ گنتی کے نشاں ۔۔۔ کس نے بوسے تیرے گن گن کیلئے
وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں ۔۔۔ مانگتے ہیں ہم دعا جن کیلئے

آج کل میں داغؔ ہو گے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کیلئے

○

کچھ تذکرۂ رنجش معشوق جو آیا ۔۔۔ دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے

○

حال افلاک وزمیں کا جو بتایا بھی تو کیا — بات وہ ہے جو ترے دل کی بتائے کوئی

درد الفت کے مزے لیتے ہیں قسمت والے — خون دل زہر نہیں ہے کہ نہ کھائے کوئی

آپ نے داغ کو منہ بھی نہ لگایا افسوس
اس کو رکھنا تھا کلیجے سے لگائے کوئی



وہ کھینچتے ہیں خنجرِ براں کبھی کبھی — مشکل ہماری ہوتی ہے آساں کبھی کبھی

ہر وقت ان کی شرم سے اٹھتی نہیں پلک — ہوتا ہے دل کے پار یہ پیکاں کبھی کبھی

سنتے ہیں کان رکھ کے فرشتے بھی اس کی بات — کہتا ہے دور دور کی انساں کبھی کبھی

شکر خدا کہ عشق نے کچھ کچھ اثر کیا
وہ دیکھتے ہیں داغ کا دیواں کبھی کبھی



جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل زلف دوتا لپٹی — چھٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی

وہ ہوں میں کشتۂ فرقت غنیمت اسکو جانوں گا — زمیں بھی میری میت سے اگر بعد فنا لپٹی

قیامت تھک گئی جب اٹھتے اٹھتے میرے نالوں سے — تو آخر مضطرب ہو کر ترے قدموں سے جا لپٹی

وہ ہوں گردش زدہ میں چھو لیا جب میرے دامن کو — تو چکراتی ہوئی پھر دل بگولے میں ہوا لپٹی



اک چیز ہے اس عالم ہستی میں بشر بھی — دنیا کا طلب گار بھی دنیا سے حذر بھی

بیتاب تری بزم میں دیکھا جسے دیکھا — ہوش اڑتے ہیں، مے اڑتی ہے، اڑتی ہے خبر بھی

روندا ہے غضب لشکر غم نے مرے دل کو — ایسی نہیں پامال کوئی راہ گذر بھی

ہم سے برگشتہ کسی کی نظر ایسی تو نہ تھی
گرچہ تھی چشم تغافل مگر ایسی تو نہ تھی

وہی دل ہے، وہی لب ہیں، وہی انداز بیاں
جیسی اب ہے یہ دعا بے اثر ایسی تو نہ تھی

شکل یوسف کی جو تعریف سنی فرمایا
منصفی شرط ہے دیکھو ادھر ایسی تو نہ تھی

داغ صاحب کی محبت نہ چھپائے سے چھپی
ایسی مشہور ہوئی یہ خبر ایسی تو نہ تھی

○

ترقی کر رہی ہے ان کی شوخی
ابھی تڑپے گا دل تڑپا ہی کیا ہے

ہمارے دل میں ہے ساری خدائی
خدا کے گھر میں اب رکھا ہی کیا ہے

ملے گی حشر میں کیا داد مجھ کو
مری فریاد سے ہوتا ہی کیا ہے

○

ہوئیں ان سے غمازیاں کیسی کیسی
بنے تھے مرے راز داں کیسے کیسے

نہ آثارِ عشرت نہ سامان راحت
نشاں سے ہوئے بے نشاں کیسے کیسے

کھلائے ہیں گل نوک مژگاں نے کیا کیا
بنائے ہیں دل پر نشاں کیسے کیسے

گذرگاہ ارمان و حسرت رہا دل
گذرتے رہے کارواں کیسے کیسے

○

قیامت ہے اگر میں نے فغاں کی
فرشتے خیر مانگیں آسماں کی

دبا ہے خاک صرصر میں نشیمن
نظر پڑتی نہیں اب باغباں کی

رگِ بسمل میں باقی ہے ابھی دم
لگانے اور بھی اک امتحاں کی

وہ سن کر داغ کے اشعار بولے
خدا جانے یہ بولی ہے کہاں کی

خدا جانے یہ ہے کیا بھید، کیا ہوتا ہے اے کافر
جدھر تو ہے اُدھر ساری خدائی ہوتی جاتی ہے
خدا ہے طالبِ دیدار محشر کوئی رہ جائے
بہت مشہور تیری خود نمائی ہوتی جاتی ہے



مری تصویر بھی دیکھی تو کہا شرما کے
یہ برا شخص ہے اس کی نہیں نیت اچھی
آدمیت سے علاقہ ہے نہ دنیا کا مزا
پھر جہنم سے ہے کس بات میں جنت اچھی



ان کی فرمائش نئی دن رات ہے
اور تھوڑی سی مری اوقات ہے
بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں
یہ ہمارے سامنے کی بات ہے
داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج
آدمی خوش وضع، خوش اوقات ہے



انسان کو ہے خانۂ ہستی میں لطف کیا
مہمان آئیے تو پشیمان جائیے
غصہ میں ہاتھ سے یہ نشانی نہ گر پڑے
دامن میں لے کے میرا گریبان جائیے



یا الٰہی کہیں لٹتی تو نہیں راہِ عدم
جانے والے جو یہاں چھوڑ کے سامان گئے
رہ گئے دشتِ محبت میں نہ کچھ ساتھ دیا
حضرتِ خضر بھی دو چار ہی میدان گئے
خلشِ خارِ تمنا نے لٹا رکھا تھا
تیرے ارمان گئے دل سے کہ پیکان گئے
بندۂ عشق ہوا ایسے کہ الٰہی توبہ
تم تو معشوق کو لے داغ خدا جان گئے

ہاں ہاں ٹھہر ٹھہر کے اٹھا رخ سے تو نقاب
پیدا طبیعتوں میں بہت جوش ہو گئے

○

اس نے جب اک نگاہ دیکھا ہے
حال دل کا تباہ دیکھا ہے

بزم میں مجھ کو تاک کر بولے
چھپ کے بیٹھے ہو واہ دیکھا ہے

ساتھ اس بت کے اہل تقویٰ کو
صورت گرد راہ دیکھا ہے

واقعی ہم نے تیرے کوچہ میں ؎
داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

○

عشق میں ہے متاع درد کی قدر
یہ گراں بھی ہے انتخاب بھی ہے

عشق بازی کو ہے سلیقہ شرط
یہ گنہ بھی ہے، یہ ثواب بھی ہے

سو جہنم ہے اک تری رنجش ؎
اس سے بڑھ کر کوئی عذاب بھی ہے

○

بندہ چاہے جو خدائی کوئی مل سکتی ہے
لوگ قسمت کو لئے پھرتے ہیں قسمت کیسی [1]

جو معشوق کی پرستش ہی نہیں دنیا میں
اپنے بندہ سے خدا کو ہے محبت کیسی

دوست یکرنگ جو اکجا کہیں مل بیٹھتے ہیں
لطف کے ساتھ گزر جاتی ہے صحبت کیسی

دھمکیاں دیتے ہو تم جذبۂ دل کی اے داغ
بندہ پرور یہ محبت میں حکومت کیسی

○

۱؎ "آفتاب داغ" میں یہ اور بعد کی غزل ایک ہی غزل میں ہیں۔

آدمی مر کے جیئے ہے یہ مصیبت کیسی
یہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی

اب تو دو چار ہی نالوں کا رہا تھا جھگڑا
ہار دی حضرت دل آپ نے ہمت کیسی

چل کے دو چار قدم آگ لگا دی کس نے
تلملاتی ہوئی پھرتی ہے قیامت کیسی

تھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو
اور ہوتی ہے خطاوار کی صورت کیسی

بخش دے پرسش اعمال سے پہلے یا رب
پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی

نظر آتا ہے پری رو جو کوئی شوخ و شریر
گدگداتی ہے پھر اے داغ طبیعت کیسی

○

اس حسن جہاں سوز سے برپا ہے قیامت
ایسے میں کرے کیا کوئی امداد کسی کی

ایمان تو جب لائیں ہم اے شان کریمی
مٹ جائے اگر لذت بیداد کسی کی

○

بند قبا شکستہ ہیں دامن ہے چاک چاک
کس کی طرف سے یہ تو کہو ابتدا ہوئی

خنجر میں تیرے خون کی بو آ رہی ہے آج
کیا جانے کس غریب کی حاجت روا ہوئی

دل ہاتھ سے گیا ہے تو پھر مل ہی جائیگا
یہ جان تو نہیں کہ ہوئی جب جدا ہوئی

○

دنیا میں ہیں سب عیش کے ساماں کوئی دن کے
یہ جلوے نظر آتے ہیں ناداں کوئی دن کے

لیجائے کہاں دیکھئے اب گردش تقدیر
دلّی میں ہم اے داغ ہیں مہماں کوئی دن کے

یہ جانو کہ ہو گی جہاں خاک عاشق — وہیں تو وہ محشر خرامی کریں گے
کریں ہم دغا آپ سے توبہ توبہ — یہ کوفی کریں گے یہ شامی کریں گے
کہاں تک اٹھائیں یہ نازک مزاجی — کسی اور کی اب غلامی کریں گے

○

لذت عشق الٰہی مٹ جائے — درد ارمان ہوا جاتا ہے
شکوہ سن آنکھ ملا کر ظالم — کیوں پشیمان ہوا جاتا ہے

○

اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے — ہم بھی بستے ہیں جہاں خلق خدا بستی ہے
ہے ہمیشہ رخ رنگیں کی بہار اے گل تر — رو کشی اس سے کرے تو تری کیا ہستی ہے
زہر چڑھتا ہے تری زلف کے نظارے سے — مار رکھتی ہے یہ ناگن یہ نہیں کب ڈستی ہے
ہے یہ اب بے اثری غیر کے طعنے کیسے — ہم پر آوازے ہماری ہی فغاں کستی ہے
حوصلہ چاہیئے انساں کو جو پائے عروج — پست ہمت کو بلندی بھی جو ہے پستی ہے

○

داغ دشمن سے بھی جھک کر ملئے — کچھ عجب چیز ملنساری ہے

○

خوش کسی حال میں انسان رہا ہے نہ رہے — ہو کے بے فکر کسی آن رہا ہے، نہ رہے
دست معشوق سہی، پنجۂ وحشت نہ سہی — ثابت اپنا تو گریبان رہا ہے، نہ رہے

○

چاٹ جنت کی قیامت ہے، دل خلق حریص — عمر بھر شوق میں انسان رہے، یا نہ رہے

اب تو کھالی ترے ملنے کی قسم اے ظالم　　آن رہ جائے مری جان رہے، یا نہ رہے

○

قیامت ہیں بانکی ادائیں تمہاری　　ادھر آؤ لے لوں بلائیں تمہاری
تجلی کی موسیٰ سے ہوں دو دو باتیں　　اگر شکل ہم دیکھ پائیں تمہاری
کرو صدقہ غیروں کو سر پر سے اپنے　　بڑے لینے والے بلائیں تمہاری

○

نہ شمشیر گھٹ گھٹ کر مری جان حزیں نکلی
تمنّا آپ کے دل کی بھی نکلی یا نہیں نکلی

اٹھے دست دعا کیا ضعف نے ایسا گھلایا ہے
جسے میں ہاتھ سمجھا تھا وہ خالی آستیں نکلی

نکل کر تم میری آغوش سے اس حال کو پہنچے
کہیں سے چولی، یا دامن کہیں سے آستیں نکلی

میرے ہی سامنے بادِ صبا نے کیوں نقاب الٹی
چھری کھینچے ہوئے اس شوخ کی چین جبیں نکلی

ٹھکانا خانہ ویران محبت کا کہاں ہوتا
نہ اس لائق فلک نکلا نہ اس قابل زمیں نکلی

○

ان اشاروں کو کوئی کیا سمجھے　　نگہ ناز سے خدا سمجھے
پردے پردے میں گالیاں دیکر　　مجھ سے وہ پوچھتے ہیں کیا سمجھے

دل کو کیا ہو گیا خدا جانے
کیوں ہے ایسا اداس کیا جانے
نہیں کوتاہ دامنِ اُمید
آگے اب دستِ نارسا جانے

○

سنبھل کر ذرا پاؤں رکھئے زمیں پر
اگر چال بگڑی تو بگڑا چلن بھی
بلا سے ہوں برباد ہم اڑ کے پہنچیں
نہیں آتی ہم تک ہوائے وطن بھی

○

ناتوانی پہ نہ جا تو کہ ہمیں باقی ہیں
سو دعائیں تجھے دل تھام کے دینے والے

○

پچکتی ہے بہت بار نظر سے
ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے
انھیں فرصت کہ اس کا سر اتارا
ہمیں فرصت کہ چھوٹے دردِ سر سے
تمھارا دیکھنا کیونکر نہ دیکھوں
نظر کی چوٹ رکتی ہے نظر سے
مزا آتا ہے ان کے روٹھنے میں
ہمیشہ چھیڑ ہوتی ہے ادھر سے
رقیب روسیہ کیوں سر چڑھا ہے
اسے صدقے کرو تم داغ پر سے

○

لذتِ سیرِ دگر چشمِ تمنّا لے گی
ایکبار اور بھی دنیا ابھی پلٹا لے گی
ایک مدّت سے ہے برباد ہماری مٹی
دیکھئے کب ترے دامن کا سہارا لے گی

○

جب سے بسی ہوئی کسی گلگوں قبا میں ہے
میں کیا کہوں کہ نکہتِ گل کس ہوا میں ہے

چٹکی ہیں ان کی تیر، نگاہوں ہیں انکی قہر
کیا جانے کتنی دیر ہماری قضا میں ہے
اب دیکھئے جو داغؔ کو وہ داغؔ ہی نہیں
سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا میں ہے



وہ وقت نزع نہ آئیں عدو کے کہنے سے
ہم اور غیر کا احسان لے کے جائیں گے
ہمیں یہ فکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں
انھیں یہ ضد کہ اسی آن لے کے جائیں گے
پھنسا رہے گا دل مبتلا تو دنیا میں
گناہ کس ہیں پھر انسان لے کے جائیں گے



گھر پھونک دیئے آتش الفت نے ہزاروں
یہ آگ قیامت کی لگی دل کی لگی سے
مہمان کہیں جانے کو ہیں آپ بھی تیار
بس لیجیے سلام اپنا بھی وعدہ ہے کسی سے
شہرہ تھا کہ ہے خنجر قاتل میں بہت آب
دم سوکھ گیا اس کا مری تشنہ لبی سے



میرے نفس سرد پہ ہیں طعنہ زن احباب
اس وقت زمانہ کی ہوا کو کوئی دیکھے
کھل کھیلئے، کھل جایئے، دل کھول کے ملئے
کب تک گرہ بند قبا کو کوئی دیکھے
کہتا ہے کہ مرجاؤں تو کچھ ہم کو یقیں ہو
بیدرد کی اس شرط وفا کو کوئی دیکھے
اے داغؔ سنے ہیں بہت اگلے تو فسانے
کیا حال ہے اب اہل وفا کو کوئی دیکھے



دل جگر سب آبلوں سے بھر چلے
مر چلے اے سوزِ فرقت مر چلے

کہتی ہے رگ رگ ہمارے حلق کی — دم میں دم جب تک رہے خنجر چلے
راہ ہے دشوار، منزل دور تر — پا شکستہ کیا کرے، کیوں کر چلے
کیسی ہلچل ہے سرائے دہر میں — سب مسافر چھوڑ کر بستر چلے
کربلا ہے کوئے قاتل کی زمیں — شام کو پہونچے وہیں دن بھر چلے
مار ڈالے گی قفس میں بوئے گل — ہم اسیروں سے ہوا بچ کر چلے
حسرتوں سے کیوں نہ ہو دل پائمال — اس زمیں پر سیکڑوں لشکر چلے
منزل مقصود کے خواہاں ہیں سب — ساتھ کس کس کو کوئی لے کر چلے
کیا دھرا تھا اس تہی خم خانہ میں — ہم بھی آکر اپنا بھرنا بھر چلے

○

اب کیوں نہ کروں نالہ مجھے ڈر تو نہیں ہے — یہ عرصۂ محشر ہے ترا گھر تو نہیں ہے
جاتی ہی رہے گی یہ پریشانی دل بھی — آشفتگئ زلف معنبر تو نہیں ہے

○

ہم کو کیا حاصل حسینوں میں ہو گر تم آفتاب — شب کو ہاتھ آتے نہیں رہتے ہو دن بھر سامنے
یا الٰہی خیر ہو بیٹھے ہیں وہ یوں بزم میں — تیغ رکھی ہے برابر اور خنجر سامنے

○

قیامت میں قیامت کر گیا کون — کہ دل تھامے صف محشر کھڑی ہے
گل بستر ستارے بن گئے سب — ترے ماتھے سے جب افشاں جھڑی ہے

○

بیتاب مجھ کو دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں داغ — کمبخت تیرے چوٹ بتا تو کہاں لگی

کل کچھ طبیعت اپنی جو مشکوک ہو گئی — آج ان سے وہ ہی باتوں میں دو ٹوک ہو گئی
کیوں غیر کی طرح سے نہ ہم بے وفا ہوئے — اس عاشقی میں ہم سے بڑی چوک ہو گئی



جا نہیں تیرے خرام کو طاؤس و کبک کیا — لینی تھی اس کی داد کسی پائمال سے



کعبہ و دیر میں دھرا کیا ہے — گرد ہیں تیرے آستانے کے
اہل جنت کے بھی دلوں پہ داغ
نقش ہیں اس نگار خانے کے



ناز اعدا اُٹھے گا مشکل سے — دل بدل لیجئے مرے دل سے
کس نے مذکور کر دیا میرا — بگڑے بیٹھے ہیں ساری محفل سے
جذب دل کھینچ لائے گا اس کو — ایک کیا ہے ہزار منزل سے
آتش عشق میں مزا کیا ہے
پوچھئے اس کو داغ کے دل سے



کیا وجہ بگڑنے کی مری آہ رسا سے — یہ خوب ہوئی آپ تو لڑتے ہیں ہوا سے
اللہ رے کیا فتنہ گری ہے دم رفتار — بچتی ہے قیامت ترے دامن کی ہوا سے



کیا خاک لڑیں گی میرے دل سے تری آنکھیں
جو شرم سے جھکتی ہیں، جو چھپتی ہیں حیا سے
میں بزم سے اُٹھ جاؤں، نکل جاؤں، چلا جاؤں
کیا بات ہوئی، خیر تو ہے، کیوں ہو خفا سے
جب دیکھتے ہیں داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد
معلوم نہیں زندہ ہے یہ کس کی دعا سے

○

زندگی اور اس زمانے کی ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے
چار دن کے شباب پر یہ غرور ابتدا ہے تو انتہا بھی ہے

○

مٹے داغ دل آرزو رہ گئی چمن اڑ گیا اور بو رہ گئی
کہاں دل میں اب آرزو رہ گئی وہ مدت سے بن کر لہو رہ گئی
دکھا کر جھلک کون چلتا ہوا نظر ڈھونڈھتی چار سو رہ گئی

○

جو مجھ پہ چشم لطف تھی اب غیر پر ہوئی دنیا کی طرح یہ بھی ادھر کی ادھر ہوئی
کر لیں گے حور کا بھی نظارہ دم اخیر دنیا کی تاک جھانک سے فرصت اگر ہوئی
گو عرض مدعا پہ زباں قطع کیوں نہ ہو اب کیا چھٹے گی وہ جو خطا عمر بھر ہوئی
ہمسائے میں یہ شور رہے لو داغ کی خبر
کمبخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

مل کر تو ان سے دیکھیں آئندہ جو مقدر — یا دوستی رہے گی، یا دشمنی رہے گی
تنگ آ کے دل کے ہاتھوں چاہا تھا ہم نے مرنا — یہ کیا خبر تھی برسوں یوں جاں کنی رہے گی
لوٹیں گی وہ نگاہیں ہر کاروان دل کو — جب تک چلے گا رستہ یہ رہزنی رہے گی

○

جس کو کہتے ہیں اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے — کیا گئی آہ فلک کے کبھی اگر پار گئی
چین سے بیٹھے ہو کیا تم کو خبر ہے کہ نہیں — آبرو آج عدو کی سر بازار گئی
آمد آمد ہے گلگشت چمن ہے کس کی — پیشوائی کے لئے نکہت گلزار گئی

○

جلا تھا دل جب کیا تھا نالہ، جلیں گے لب جب دعا کریں گے
جو وہ کیا تھا تو کیا کیا تھا، جو یہ کریں گے تو کیا کریں گے
عجب طرح کا معاملہ ہے، وہ سوچتے ہیں یہ بات پہروں
کبھی طمع ہے کہ لیجئے دل، کبھی یہ ہے فکر کیا کریں گے
عداوت ان کو ہے آج جس سے، اسی پہ کل مہربانیاں ہیں
جو دشمنی کر سکیں نہ پوری وہ دوستی ہم سے کیا کریں گے

○

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے — یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے
نہ اترایئے دیر لگتی ہے کیا — زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے
محبت میں ناکامیوں سے اخیر — بہت کام دیکھے نکلتے ہوئے
گلا کاٹ لوں میں ہی خنجر تو دو — تمھیں دیر ہوگی سنبھلتے ہوئے

ذرا داغؔ کے دل پر رکھو تو ہاتھ
بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے



نہ کی شکایت معشوق شرم عصیاں سے
کہ اور جھینپ چڑھے سامنے خدا کے مجھے

ہجوم ناز میں گھر کر دہائی دی دل نے
یہ لوٹے لیتے ہیں تنہا غریب پاکے مجھے

مکدر اہل فلک میری مشت خاک سے ہیں
بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے

بلائے عشق تو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو
مرا رقیب بھی رو دیا گلے لگا کے مجھے

کہا یہ دل نے چلو آج کوئے قاتل میں
اجل کہاں سے کہاں لیگئی لگا کے مجھے

غضب ہے آہ مری، داغؔ نام ہے میرا
تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے



متفرقات

وہی بیٹھے نظر آیا کہ تھا جس بات کا کھٹکا
رکا جب ہاتھ قاتل کا مری آنکھوں میں دم اٹکا

اے داغ ہے ایسی ترے اشعار میں گرمی
سن کر جسے آجائے سخنور کو پسینا

لٹ گئے خود آئینہ مد مقابل کیا ہوا
آپ اپنی تو خبر لیں آپ کا دل کیا ہوا

ان سنگ دل بتوں کو نہ اے داغ رحم آئے
رکھ دے جو کوئی اپنا کلیجہ نکال کر

آپ کے سر کی قسم زلف میں یہ بات کہاں
جو الجھتی ہیں، اٹکتی ہیں تمھاری آنکھیں

ہزاروں تارک دنیا جہان میں دیکھے
جہاں میں تارک جنت وہ کون ہے میں ہوں



جھگڑے لگے ہیں یوں تو بہت آدمی کے ساتھ
یارب نہ ہو کسی کو محبت کسی کے ساتھ

ہلایا جب مری آہ و فغاں نے
زمیں پکڑی ہے کیا کیا آسماں نے

غیر پر اُن کی طبیعت آئی
گر یہ سچ ہے تو قیامت آئی

جو گھڑی عیش کی گزرے وہ غنیمت جانو
زندگانی کا مری جان بھروسہ کیا ہے

غم حسینؑ میں اٹھے گا سرخرو اے داغ
یہ بوجھ تو نے اٹھایا علیؑ علیؑ کر کے



سلام

ان کو مجرائی تھے جو زیر آسماں بیٹھے ہوئے
بھوکے پیاسے، بےوطن، بےخانماں بیٹھے ہوئے

وا دریغا دستِ عابد میں تو ہو ان کی مہار
اور اونٹوں پر چلیں کچھ ساربان بیٹھے ہوئے

امت عاصی کے حق میں شاہ نے مانگی دعا — جانب قبلہ زمیں پر نیم جاں بیٹھے ہوئے
حلق پر خنجر چلا سبط رسول اللہ کے — کھائی ہیں عابدؑ نے غم کی برچھیاں بیٹھے ہوئے

راہ تسلیم و رضا میں اہل بیت مصطفےٰ — صبر کا کرتے تھے باہم امتحاں بیٹھے ہوئے

○

حج زیارت کر چکے اب کربلا کو بھی چلو — داغ مدت ہو گئی تم کو یہاں بیٹھے ہوئے

○

سلام اس کو کیا جس نے نام چار طرف — اسی کے نام درود و سلام چار طرف
ادھر تو خیمۂ اطہر میں ہر طرف ماتم — ادھر خوشی کی بڑی دھوم دھام چار طرف
در آیا جب صف اعدا میں ابن شیر خدا — تو بھاگتے نظر آئے تمام چار طرف
محبت آل محمدؐ محبت حق ہو گا — یہ مشتہر ہے نبیؐ کا کلام چار طرف

رہے گا حشر تک اے داغ ربع مسکوں میں
غم حسین علیہ السلام چار طرف

○

قصیدہ در مدح سلطان دکن میر محبوب علی خاں نظام الملک

ہے عید کے دن دلکشا صحن زمیں سطح فلک
اے حبذا، صلّی علیٰ صحن زمیں سطح فلک

پاک اہلِ رحمت نے کیا صحن زمیں سطح فلک
ہے شامل اہل صفا، صحن زمیں سطح فلک

یہ سبز، سبزے سے پری رنگ آسماں کا اخضری
تختہ زمرد کا بنا، صحن زمیں سطح فلک

یہ سبزے کی روئیدگی اللہ رے بالیدگی
ہر برگ بڑھ کر ہوگیا صحن زمیں سطح فلک

ہمرنگ ہے گل کا ورق تو زعفرانی ہے شفق
عشرت فزا فرحت فزا صحن زمیں سطح فلک

دربار آصف جاہ ہے، روشن جمال شاہ ہے
جلوے سے جسکے بھر گیا، صحن زمیں سطح فلک

فرش مقیش سے عیاں اک چاندنی کا سا سماں
ہے آج کیا کیا خوشنما، صحن زمیں سطح فلک

روشن ہیں فرشی جھاڑ ادھر عقد ثریا ہے ادھر
پر نور اک اک سے ہوا صحن زمیں سطح فلک

محبوب سلطان دکن ہے ظلِ ربّ ذوالمنن
پرتو سے جسکے پر ضیا، صحن زمیں سطح فلک

دست کرم ہے زر فشاں، بخت رسا اختر فشاں
ان دولتوں نے بھر دیا، صحن زمیں سطح فلک

عالم میں تیری خوبیاں آخر سمائیں گی کہاں
کیا بڑھ کے ہوگا چوگنا، صحن زمیں سطح فلک

یادگارِ داغ

دیوان چہارم

"حیف صد حیف ہوا ختم کلام استاد"

مطبوعہ ۱۹۰۵ء

نثار اس طرزِ گفتگو پر، نہیں کہیں داغ سا سخنور

ہنسا دیا ہے رُلا رُلا کر، رُلا دیا ہے ہنسا ہنسا کر

○

وہ جلوہ تو ایسا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
آنکھوں کو مگر دید کا لپکا نہیں جاتا

آغوش میں لوں، پاؤں پڑوں، کھینچ لوں دامن
ہاتھ آئے جو تجھ سا اسے چھوڑا نہیں جاتا

کہتا ہوں تو رکتی ہے زباں سامنے اسکے
لکھتا ہوں اگر حال تو لکھا نہیں جاتا

میں وضع کا پابند ہوں گو جاں بھی جائے
جب کوئی بلانے نہیں آتا، نہیں جاتا

دل اک نہیں چھوڑا ہے دہائی ہے خدا کی
پھر مانگنے والوں کا تقاضا نہیں جاتا

وہ کہتے ہیں کیا جور اٹھاؤگے تم اے داغ
تم سے تو مرا ناز اٹھایا نہیں جاتا

○

آنکھیں ہوں تو وہ جلوہ نہاں ہو نہیں سکتا
جو پیر ہوا پھر وہ جواں ہو نہیں سکتا

کیونکر نہ کہوں غیرتِ جنت ہے ترا گھر
دنیا کا کوئی کام یہاں ہو نہیں سکتا

فتنے تری چتون سے کہاں اٹھ نہیں سکتے
جادو تری آنکھوں سے کہاں ہو نہیں سکتا

اس چشم سخن گو پہ تعجب ہو نہ کیوں کر
جو تارِ نظر ہے وہ زباں ہو نہیں سکتا

یا پرسشِ بیداد ہو اے داورِ محشر
یا کہہ دے کہ انصاف یہاں ہو نہیں سکتا

○

اس قدر گردش میں تھا میرا غبار
ساتھ پھر کر آسماں رہ رہ گیا

گالیاں بھی، جھڑکیاں بھی تم نے دیں
اور دینے کے لئے کیا رہ گیا

○

اس انجمن کی سیر سے بھرتا ہے دل کہیں
حسرت نصیب وہ ہے یہاں آکے جو گیا

دل کو محیطِ عشق سے چاہا نکالنا
ہم کو بھی ساتھ ڈوبنے والا ڈبو گیا

اے اہلِ بزم اتنی مدد چاہتا ہوں میں
جب وہ خفا ہو مجھ کو چھپا کر کھو گیا

اے داغ عشق آفتِ جاں ہے ذرا سنبھل
دو دن میں کیا سے کیا یہ ترا حال ہو گیا

○

عاشق ہوا ہوں ایک بتِ رشکِ ماہ کا
اللہ تو ہے بخشنے والا گناہ کا

وہ دن ہی ہیں مزاج تمھارا بدل گیا — کیوں جی؟ یہی قرار ہوا تھا نباہ کا
کوچہ میں تیرے عرصۂ محشر کو ڈھونڈھتا — بہتا پھرا ہے خون کسی بے گناہ کا

○

جھلکتی ہے خط عارض پہ اسکے روشنی کیسی — نرالا حسن ہے سائے میں نور ایسا نہیں ہوتا

○

سیکڑوں لوٹ گئے ایک اشارے میں ترے — آج ہم نے تری شوخی کا تماشا دیکھا
داغ نے جب یہ کہا داغ جگر دیکھا بھی
جل کے وہ کہنے لگے تیرا کلیجہ دیکھا

○

فتنہ گر کیا مکان سے نکلا — آسماں، آسمان سے نکلا
اک جہاں ہم نے دیکھ ڈالا ہے — تو نرالا جہان سے نکلا
وہم آتے ہیں دیکھئے کیا ہو — وہ اکیلا مکان سے نکلا
لو قیامت اب آئی وہ کافر — بن بنا کر مکان سے نکلا
ذکر اہلِ وفا کا جب آیا
داغ ان کی زبان سے نکلا

○

بات تجھ سے کرے تو ہم جانیں — جس نے اللہ سے کلام کیا
داغ نے تم سے کی وفاداری
اور دشمن کا تم نے نام کیا؟

بد مستیٔ شباب میں فکرِ مآل کیا — ایسے میں سوجھتا ہے حرام و حلال کیا
ہو آیئے تو حضرتِ واعظ یہ جانیئے — جنت کا حال کیا ہے جہنم کا حال کیا

○

وہ دنیا تھی کہ ہم کو دیکھ کر تم منہ چھپاتے تھے
یہ محشر ہے، یہاں عاشق سے پردا ہو نہیں سکتا

○

گئے ہیں حضرتِ زاہد نے خم کے خم خالی — بنا کے آئے ہیں اب روزہ دار کی صورت
ستم شریک ہوا کون ایک لطف کیسا تھا — بدل گئی ستم روزگار کی صورت

○

دلِ بیتاب پہ تم دستِ تسلی رکھ دو — مجھ کو ڈر ہے نہ نکل جائے تڑپ کر باہر
بے قراری کے ہیں مضمون بہت اے قاصد — خط لفافے سے نہ اڑ جائے نکل کر باہر
دیکھتے ہی مجھے محفل میں اٹھیں تاب کہاں — خود کھڑے ہو گئے کہتے ہوئے باہر باہر

○

تم دل آزار و ستمگر نہیں میں نے مانا — مان جائے گی اسے ساری خدائی کیونکر
ناگہاں شکوۂ بیداد تو کر بیٹھے ہم — اب یہ ہے فکر کریں ان سے صفائی کیونکر

○

سکتہ ہے مجھ کو کوچۂ دلدار دیکھ کر — دیوار بن گیا در و دیوار دیکھ کر!
لگتی ہے آگ جوشِ خریدار دیکھ کر — جلتا ہوں تیری گرمیٔ بازار دیکھ کر
تم بھی دکھا کے تابشِ رخسار خوش ہوئے — یا میں ہی غش ہوں جلوۂ دیدار دیکھ کر

دم کھینچ کے آگیا ہے مری چشمِ شوق میں
قاتل کھچی ہوئی تری تلوار دیکھ کر

دے دو فلک کو، رکھ لو قیامت کے واسطے
تقسیم کر دو فتنۂ رفتار دیکھ کر

○

دشتِ وحشت سے ہے اک معرکہ ہونیوالا
باندھ لوں گوشۂ دامن میں گریبان وچاک

دل لگے گا ترے دیوانوں کا جنت میں کہاں؟
مول لے لیں جو ملیں ان کو بیابان وچاک

○

وہ ہوئے مہربان دشمن پر
پھٹ پڑے آسمان دشمن پر

جان اس بے وفا کو ہم نے دی
جس کی جاتی ہے جان دشمن پر

بہت اچھی ہے آپ کی تلوار
کیجئے امتحان دشمن پر

○

ہم ایک کے پابندِ محبت نہیں ہوتے
ہے رنگ طبیعت کا کہیں اور، کہیں اور

وہ کون سی خوبی ہے جو دنیا میں نہیں ہے
کیا کون و مکاں کے ہے سوا خلد بریں اور

انسان فرشتہ نہ بنے گا کبھی واعظ
یہ فرش نشیں اور ہے، وہ عرش نشیں اور

○

حوروں کی تمنا نہیں اے حضرتِ واعظ
ہم تاک میں جس کی ہیں، وہ ہے پردہ نشیں اور

یہ در ہے، یہ سر ہے، نہیں ہم جان بھی دیں گے
کیا جائیں گے مرنے کے لئے اٹھ کے کہیں اور

وہ آج بدلتے ہیں نیا سنگِ در اپنا
سجدے کیلئے چاہیئے مجھ کو بھی جبیں اور

مجھ کو نہیں ملتا، نہیں ملتا، نہیں ملتا
دنیا کی زمیں اور ہے، محشر کی زمیں اور

اس وہم سے وہ داغ کو مرنے نہیں دیتے
معشوق نہ مل جائے کہیں زیرِ زمیں اور

نازکی سے قدم اپنا وہ اٹھائیں کیونکر؟ — میرے دل میں اگر آئیں بھی تو آئیں کیونکر؟
تجھ کو دنیا کی نہیں فکر سمجھ اے واعظ — دل لگی کی ہے جگہ دل نہ لگائیں کیونکر
مہرباں ہو کے ستمگر وہ ہوئے جاتے ہیں — پھر لیں عرش سے ہم اپنی دعائیں کیونکر؟

○

ان پری رویوں کی صورت دیکھ کر — آدمیت سے گزر جاتا ہے دل
کس کی بنھتی ہے ہمیشہ رسم و راہ
چار دن میں داؔغ پھر جاتا ہے دل

○

گلگشت میں جو دیکھے ہیں گلِ پیرہن کے پھول — پھولے نہیں سماتے خوشی سے چمن کے پھول
انسان خوبرو ہوں تو حوروں سے کم نہیں — یہ اس چمن کے پھول ہیں، وہ اُس چمن کے پھول
کیسی سدا بہار حسینوں کی ہے بہار — کس باغ کے نہال ہیں، یہ کس چمن کے پھول
اے داؔغ روشنی ہے خداداد طبع میں
بجھتے نہیں ہیں میرے چراغ سخن کے پھول

○

وہ بزم ناز ہے جانا وہاں سنبھل کر داؔغ — دگرنہ ہاتھ سے جائیگا اضطراب میں دل

○

غم سے کہیں نجات ملے چین پائیں ہم — دل خون میں نہائے تو گنگا نہائیں ہم
جنت میں جائیں ہم کہ جہنم میں جائیں ہم — مل جائے تو کہیں نہ کہیں تجھ کو پائیں ہم
جورِ فلک میں خاک بھی لذت نہیں رہی — جی چاہتا ہے تیری جفائیں اٹھائیں ہم

ممکن ہے یہ کہ وعدہ پر اپنے وہ آ بھی جائے
مشکل یہ ہے کہ آپ میں اس وقت آئیں ہم

ناراض ہو خدا تو کریں بندگی سے خوش
معشوق روٹھ جائے تو کیونکر منائیں ہم

وہ بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ
اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم

○

واعظ خطا معاف کہ انسان ہم تو ہیں
بن جائیں گے فرشتہ نہ کچھ آدمی سے ہم

دل کچھ اچاٹ سا ہے ترے طور دیکھ کر
وہ بات کر کہ پیار کریں تجھ کو جی سے ہم

کمبخت دل نے داغ کیا ہے ہمیں تباہ
عاشق مزاج ہو گئے آخر اسی سے ہم

○

ملے شباب میں ہر ایک گل عذار سے ہم
لٹے بہار کے موسم میں کس بہار سے ہم

بہت ہیں دل پہ گل داغ عشق دنیا کے
خدا کے سامنے جائیں گے اس بہار سے ہم

ہزار حشر ہوں برپا تو کیا کہ قصد یہ ہے
نہ آئیں وہ تو نہ اٹھیں کبھی مزار سے ہم

○

دماغ کیوں نہ کریں نکہت بہار سے ہم
بسے ہوئے ہیں کسی زلف مشکبار سے ہم

یہ ناز عشق ہے کہتے ہیں افتخار سے ہم
جو تم ہزار سے اچھے تو سو ہزار سے ہم

تمہارے لطف کا کیا لطف جب ستم ہو شریک
یہی ہے پیار تو باز آئے ایسے پیار سے ہم

چمن کو بلبل بیتاب نے نہ یوں چھوڑا
وطن کو چھوڑ کے آئے جس اضطرار سے ہم

گھرا ہوا تھا حسینوں کی بزم میں شب کو
بچا کے لائے ہیں دل سخت لوٹ مار سے ہم

عجب ترنگ میں تھا ہائے رے لٹک اس کی
ملے تھے راہ میں کل داغ بادہ خوار سے ہم



پھول سے گال عبث رکھتے ہو تم زیرِ نقاب
نازکی کیلئے پھولوں کو ہوا دیتے ہیں

کعبے والوں نے تو لے داغ دیا صاف جواب
اہلِ بت خانہ ہمیں دیکھئے، کیا دیتے ہیں؟



آدم سے بڑھ کے رتبۂ کرّو بیاں نہیں
مجبور اس سے ہے کہ زمیں آسماں نہیں

دنیا میں آدمی کو مصیبت کہاں نہیں
وہ کون سی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں

غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہے داغ
اُردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں



ہم نے دیکھی چشمِ نرگس بھی مگر
یوں نشیلی ایسی متوالی نہیں

کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو
خوب رویوں سے جہاں خالی نہیں

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا
دہلوی ہے داغ بنگالی نہیں



کہتے جاتے ہیں مے کشی بھی داغ
پھر خدا سے بھی ڈرتے جاتے ہیں



چار آنسو مری میت پہ کسی کے نہ گرے — مسکرانے کیلئے غنچہ دہن لاکھوں ہیں
بات وہ بات ہے جو دل میں اثر کر جائے — یوں تو کہنے کیلئے اہلِ سخن لاکھوں ہیں
کیا دکھاتا ہے فلک! چاند کو تو چمکا کمہ — اس سے بہتر تو یہاں سیم بدن لاکھوں ہیں

داغ دلی سے نکل کر رہے سب کے دل ہیں
اس غریب الوطنی میں بھی وطن لاکھوں ہیں



گزریں نظروں سے ہزاروں گوری کالی صورتیں
اس مرقع کی ہیں اکثر دیکھی بھالی صورتیں
ناز ہو، انداز ہو، خوش خو ہو، خوش اخلاق ہو
کیا کریں ہم لیکے معشوقوں کی خالی صورتیں
ہم نے پھر کر سیر دیکھی خوب رویوں کی بہت
وہ جنوبی ہیں کہاں جو ہیں شمالی صورتیں
عشق بازی میں نئے حاصل ہوئے ہیں تجربے
داغ نے دیکھی ہیں دنیا سے نرالی صورتیں



جائے گا عذر آپ کا کہ نہیں — اس نہیں کی بھی ہے دوا کہ نہیں
غیر یوں میرے سامنے بیٹھے — پاس تھا مجھ کو آپ کا کہ نہیں
منتظر ہے ہماری خاک یہاں — اس طرف کی چلی ہوا کہ نہیں
عالم بے خودی میں کیا معلوم — کچھ کہا اس سے مدعا کہ نہیں

اک خدائی کو تم نے گھیر لیا
وہ ہمارا بھی ہے خدا کہ نہیں

داغ کو دیکھ کر وہ کہتے ہیں
یہ مرے گا بھی بے حیا کہ نہیں

○

گر نہ جائے گا وہ بتِ کافر
کوئی جنت میں جائے گا کہ نہیں

جام پر جام بھر کے اے ساقی
آج لگّا لگائے گا کہ نہیں

جیتے جی یہ بتا دلِ ناکام
تو کسی کام آئے گا کہ نہیں

○

پیا خونِ دل یا غمِ عشق کھایا
یہ نہیں عاشقوں کے گزارے ہوئے ہیں

کہے دیتی ہے تیری آنکھوں کی شوخی
کسی چلبلے سے اشارے ہوئے ہیں

کہاں کے رہے وہ محبت میں یا رب
سہارے سے جو بے سہارے ہوئے ہیں

مری بات سمجھی نہیں ان کے دل میں
وہ بے شک کسی کے ابھارے ہوئے ہیں

خبر ہے ہمیں جس سے محفل میں شب کو
نگاہیں لڑی ہیں اشارے ہوئے ہیں

کہا داغ سے آنکھ اس نے ملا کر
اجی! آپ عاشق ہمارے ہوئے ہیں

○

اپنے ہی ہاتھ سے سر اپنا قلم کرتے ہیں
تم سے جو ہو نہیں سکتا ہے وہ ہم کرتے ہیں

خوش ہوں میں جب سے سنا ہے وہ ہوئے ہرجائی
میرے گھر دیکھئے کس روز کرم کرتے ہیں

حضرتِ داغ کی بھی بات ہے دنیا سے نئی
آپ ہی دیتے ہیں دل آپ ہی غم کرتے ہیں

روز کرتے ہو بہانے تمھیں ہم جانتے ہیں — کوئی جانے کہ نہ جانے، تمھیں ہم جانتے ہیں
عشق حصہ ہے ہمارا اسے تم جانتے ہو — حسن بخشا ہے خدا نے تمھیں ہم جانتے ہیں
داغ کا قصۂ غم سن کے یہ ظالم نے کہا
یاد ہیں جھوٹے فسانے تمھیں ہم جانتے ہیں

○

کب تری بات انتخاب نہیں — اس نہیں کا مگر جواب نہیں
ہے طبیعت سے آدمی مجبور — دل لگانا کوئی ثواب نہیں
غیر کے گھر وہ کیوں ہوئے ہیں مقیم — کیا جہنم میں بھی عذاب نہیں

○

سپر کرکے سینوں کو اے چرخ کیا کیا — ترے وار اہل زمیں روکتے ہیں

○

ہے آشکار راز تمھارا جہاں میں — اس پہ نہ جاؤ تم کہ کوئی جانتا نہیں

○

درباں کو ملا کہ جو پکارا انھیں میں نے — خود کہنے لگے کون ہے؟ وہ گھر میں نہیں ہیں
تکلیف محبت کی چھپائے نہیں چھپتی،
صدمے ترے دل پر بہت اے داغ حزیں ہیں

○

دیکھوں نکلتے ہیں کہ نکلوائے جاتے ہیں — ارمان میرے سینے میں گھبرائے جاتے ہیں
شرما کے ذکر غیر پہ گھبرائے جاتے ہیں — پھر آپ میرے سر کی قسم کھائے جاتے ہیں

قیامت کی مری آہیں، غضب کے میرے نالے ہیں
کلیجا دیکھئے ان کا جو ان کے سننے والے ہیں

یہ عیاری نہیں چلنے کی طرزِ دل ربائی میں
جناب داغ کو تم جانتے ہو! دلّی والے ہیں

○

یہ شوخیٔ رفتار نہیں بیٹھنے دیتی
فتنے بھی ہیں بے چین تری راہ گزر میں

عاشق کو نہ اچھے سے غرض ہے نہ بُرے سے
جو آنکھ میں کھب جائے، سما جائے نظر میں

تم جانتے ہو داغ نظر باز ہے کیسا
کیا تاڑ لیا اس نے تمھیں ایک نظر میں

○

غصہ کے طور ہیں نگہہِ شرمسار میں
کیا جانے کہہ دیا انھیں کیا ہم نے پیار میں

وحشت یہ ہے کہ دامنِ محشر کے واسطے
کرتا ہوں امتحان جنوں خار زار میں

بیکار میرے اشک جنوں میں نہ جا سکے
موتی پرو رہا ہوں گریباں کے تار میں

اے داغ بذل و عدل و شجاعت سخا و زہد
تھے وصف کس قدر شہِ دلدل سوار میں

○

قابو میں تم نہیں ہو تو قابو میں دل نہیں
تم اختیار میں ہو تو جہاں اختیار میں

دوزخ ہوا الغضب پس مرگ غیر کو
چنگاریاں سی اڑتی ہیں اس کے غبار میں

اے داغ جبر و صبر کا دعویٰ غلط غلط
عاشق کا دل رہا ہے کہیں اختیار میں

۱؎ داغ نے کہیں جگہ دوزخ کو مذکر لکھا ہے

پہنچ نہ جائے کہیں صدمہ دستِ نازک کو — وہ آتے جاتے ہزاروں سلام لیتے ہیں

یہ پوچھتا ہے زمانے سے وہ بتِ کافر — خدا کے بندے خدا کا بھی نام لیتے ہیں

قدم قدم ترے کوچہ میں ضعف سے ہے یہ حال — جگہ جگہ در و دیوار تھام لیتے ہیں

شہید پیاسوں کو قاتل مرا نہیں کرتا — وہ بدگماں ہے کہ حوروں سے جام لیتے ہیں

○

حال جب پوچھتا ہے ہم سے کوئی — نالہ بے اختیار کرتے ہیں

○

عشق میں دل کہیں حواس کہیں — ایسے رہتے ہیں اپنے پاس کہیں

کعبے جاتے تو ہیں یہ دھڑکا ہے — ہم نہ پہنچیں خدا کے پاس کہیں

○

غیر کے ساتھ مرے قتل کا ساماں کیوں ہو — جو اٹھائے نہ اٹھے مجھ سے وہ احساں کیوں ہو

داغ کو تم سے مری جان یہ اُمید نہ تھی

چھوٹے منہ بھی تو نہ پوچھا کہ پریشاں کیوں ہو

○

یہ کیا کہا کہ ہم نہیں کہتے تجھے بُرا؟ — کس کس سے کہہ چکے ہو تم ایمان سے کہو

تن تن کے آئینہ سے کہی ہے جو تم نے بات — مجھ سے بھی اس ادا سے اسی شان سے کہو

کیوں اس نے رکھ لیا یہ مزہ دل سے پوچھ لو — کیوں دل میں رہ گیا ہے یہ پیکان سے کہو

○

ادھر جاؤں، ادھر جاؤں، کدھر جاؤں یہ حالت تھی
جب اپنے در پہ اس نے دیکھ پایا ناگہاں مجھ کو
چھٹے جب ساتھ ایسے شخص کا کیوں کر نہ حیرت ہو
بہت مڑ مڑ کے دیکھا کی مری عمر رواں مجھ کو
کہاں مجھ سا زمانے میں جفائیں جھیلنے والا
قیامت تک کرے گا یاد تو اے آسماں مجھ کو



تماشہ دید کے قابل ہے بسمل کا کہ اے قاتل
تعجب کیا جو چشم جوہر شمشیر بینا ہو
کرے تو دفن، اے خورشید رو گر تفتہ جانوں کو
تو سبزے کی جگہ تار شعاع مہر پیدا ہو
نہ مٹ جائے قیامت کیا نہ پس جائیں فرشتے کیا
زمین حشر پہ جب آپ کا نقش کف پا ہو



خبر بھی ہے تمھیں شوخی سے تم ہر گام پہ کیا ہو
یہاں کیا ہو، وہاں کیا ہو، ادھر کیا ہو، ادھر کیا ہو
وہ ہرجائی اگر ہے داغ، ہو تم بھی تو آوارہ
تمھیں کب صبر ہے، بیٹھے ہوئے تم ایک پہ کیا ہو



ہماری قبر پہ دو پھول ڈالتے جاؤ
کسی غریب کی حسرت نکالتے جاؤ
دکھائی دیگا کسی دن وہ دل کے آئینہ میں
مگر یہ شرط ہے اس کو اجالتے جاؤ
علاج کرتے ہو اب درد عشق کا اے داغ
کہا تھا کس نے کہ یہ روگ پالتے جاؤ

دن گذرتے ہیں کس عذاب کے ساتھ — وہ زمانہ گیا شباب کے ساتھ
وصل میں کشمکش سے ان کی قبا — دھجیاں ہو گئی نقاب کے ساتھ
مہر وہ رخ ہے اور ماہ جبیں — چاند نکلا ہے آفتاب کے ساتھ

○

نہ تھی تاب اے دل تو کیوں چاہ کی — بڑا ابتر مارا اگر آہ کی
اُجاڑے ہیں گھر تو نے کافر بہت — کہاں جائے مخلوق اللہ کی
نہیں بے سبب ان بتوں کو غرور — کچھ اس میں بھی حکمت ہے اللہ کی
مرے دل میں برچھی چبھو کر کہا — خبردار تو نے اگر آہ کی

○

یہ کیا کہا کہ میری بلا بھی نہ آئے گی — کیا تم نہ آؤ گے تو قضا بھی نہ آئے گی
عاشق تمھیں سکھاتے ہیں انداز دلبری — گر دل نہ آئے گا تو ادا بھی نہ آئے گی

○

ادا سے دیکھ لیا پہلے مسکرا کے مجھے — پھر اور تیر لگایا نظر ملا کے مجھے
قیامت آئی یہ خط کا جواب آیا ہے — پرائے بس میں ہوں لیجائے کوئی آ کے مجھے
بہار دیدۂ خوں بار کے سوا دل نے — دکھائے رنگ بہت خون مدعا کے مجھے
نگاہ شوخ بھی گردش میں ہے فلک بھی ہے — ستانے والے نہیں چین سے ستا کے مجھے

○

ہو صفائی اگر تو کیا ممکن — دل کی دل کو خبر نہ ہو جائے
اپنی آنکھیں نکال ڈالوں گا — تجھ کو میری نظر نہ ہو جائے

کیوں جگہ دیں وہ اپنے پہلو میں
داغؔ داغِ جگر نہ ہو جائے

○

وفا پہ مجھے بد دعا مل رہی ہے — خطا کی تھی اس کی سزا مل رہی ہے
چبانے لگے ہونٹ وہ بوسہ دے کر — یہ جھوٹے کو اچھی سزا مل رہی ہے
ملو داغؔ سے تم بھی ہے عید کا دن
گلے آج خلقِ خدا مل رہی ہے

○

زمانہ بتوں پہ فدا ہو رہا ہے — خدا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے
مداوا ترے کشتگانِ ستم کا — خدا جانے عقبیٰ میں کیا ہو رہا ہے
مجھی کو محبت ہے غیروں سے گویا — مجھی سے اب الٹا گلا ہو رہا ہے

○

یہ پیشتر زمیں سے ہے یا آسماں سے ہے — کیا جانے ابتدائے محبت کہاں سے ہے
پیری میں داغؔ جوشِ مضامیں ہے رنگ پہ
اس باغ کی بہار ہماری خزاں سے ہے

○

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے بولتے — جان بھی نکلے تو میری جان ہنستے بولتے
تم مرے گھر میں رہو مہمان ہنستے بولتے — خوب نکلیں وصل کے ارمان ہنستے بولتے
اس نے میرے شعر میں وصفِ صنم سنکر کہا — ہم نہیں اب تجھ سے بے ایمان ہنستے بولتے

پھر تو ساری رات ہوگا مجھ کو رونا پیٹنا
دن تو گزرے ہیں ترے قربان ہنستے بولتے

میں ہنسا بولا اگر تم سے تو کیوں برہم ہوئے
کیا نہیں انسان سے انسان ہنستے بولتے

غیر کے گھر شب کو وہ مہمان ہمسائیں تھے
سن رہے تھے ہم لگا کر کان ہنستے بولتے

انقلاب دہر سے باقی نہیں ایسا مقام
چار مل کر جس جگہ انسان ہنستے بولتے

ہو رہے خاموش کیوں مجھ کو تو یہ امید تھی
دیکھ کر تم داغ کا دیوان ہنستے بولتے

○

عشق کے ہیں جدا نشیب و فراز
یہ زمین آسمان اور ہی ہے

○

گر ہو سلوک کرنا انسان کر کے بھولے
احسان کا مزا ہے احسان کر کے بھولے

اپنے کئے پہ نازاں ہو آدمی نہ ہرگز
طاعت ہو یا اطاعت انسان کر کے بھولے

اے داغ اپنا احساں رکھے گا یاد قاتل
وہ اور میری مشکل آسان کر کے بھولے

○

کس کی طاقت ہے کرے کوئی برائی آپ کی
ساری دنیا آپ کی ساری خدائی آپ کی

حلقۂ آغوش ہے یہ حلقۂ گیسو نہیں
کس کا کہو نہ جائے گی رہائی آپ کی

آستیں میں سے بھی ظاہر انگلیوں کے ہیں نشان
کس نے پکڑی زور سے نازک کلائی آپ کی

ہم نے پہچانا گئے تھے رات کو چھپ کر جہاں
بس جناب داغؔ دیکھی پارسائی آپ کی



بھلا دیکھیں تو بازی کون لے جائے محبت میں
تم اپنے نام کے دلبر، یہ اپنے نام کا دل ہے



بڑھا دل اس قدر فرطِ خوشی سے وصل کی شب کو
مجھے یہ وہم تھا پہلو میں یہ تکیہ ہے یا دل ہے
جھڑکتے ہو مجھے کیوں دور ہی سے پاس آنے دو
بڑھا کر ہاتھ دل دیتا ہوں، تم سمجھے ہو سائل ہے



طبع بگڑی ہوئی ظالم کی سنبھالی نہ گئی
جو گرہ دل میں پڑی پھر وہ نکالی نہ گئی
وار پورا ہی پڑا اس کا دل عاشق پر
چوٹ تیغ نگہہ یار کی خالی نہ گئی
خوب دنیا ہی میں ارمان نکلتے اپنے
حور جنت سے مگر کوئی نکالی نہ گئی
تا دم مرگ ہے بے مہر سے اُمید وفا
داغؔ افسوس تری خام خیالی نہ گئی



ہمیں ٹھہرے ترے اک اک برائی دیکھنے والے
رکھائی، بے وفائی، کج ادائی دیکھنے والے
ترے تیر نگہہ کی کیا دلوں پہ چوٹ پڑتی ہے
یکایک دینے لگتے ہیں دہائی دیکھنے والے

○

ہوش آتے ہی حسینوں کو قیامت آئی
آنکھ میں فتنہ گری دل میں شرارت آئی

○

مقابل میں پری رویوں کے کوئی داغ کو دیکھے
یہ بن جاتا ہے دیوانہ عجب وحشت کی لیتا ہے

○

وہ مجھ کو دیتے ہیں گالی سلام سے پہلے
سلام کرتی ہے دنیا کلام سے پہلے
جو کوستے بھی ہیں اہل وفا کو نام بنام
شروع کرتے ہیں وہ میرے نام سے پہلے
پھر اپنے روئے منور کو آئینہ کہئے
ملا تو لیجئے ماہ تمام سے پہلے

○

دھواں بن کر اڑی رنگت مسی کی
یہ کس نے جل کے تیرے ہونٹ چوسے
عدو بھی تم کو چاہے اے تری شان
لڑاتے ہیں ہم اپنی آرزو سے

○

افسوس ہے جو چاہئے آتی نہیں آتی
جا کر یہ دغا باز جوانی نہیں آتی

دل فکر کے دریا میں یہ جب تک نہ ڈبوئے / شاعر کی طبیعت میں روانی نہیں آتی
وہ شمع کی تعریف کریں بزم میں صد حیف / اے آہ تجھے شعلہ فشانی نہیں آتی
اس داغ کو مرجھائے ہوئے پھول سے پوچھو / پیری میں کسے یاد جوانی نہیں آتی

اے داغؔ ڈرو اس لب اعجاز نما سے
کچھ کام وہاں سحر بیانی نہیں آتی

○

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے / دل کو تھاما، ان کا دامن تھام کے
آگیا ہے بھول کر خط اس طرف / وہ تو عاشق ہیں مرے ہم نام کے

داغؔ کے سب حرف لکھتے ہیں جُدا
ٹکڑے کر ڈالے ہمارے نام کے

○

ضعف تھا مانع آرائش وحشت کیا کیا / ہاتھ آیا ہے گریبان بڑی مشکل سے
بھولے بھالے ہیں فرشتوں کو کوئی بہلادے / مانتا ہے مگر انسان بڑی مشکل سے
جب کسی زلف پریشاں کا خیال آتا ہے / جمع پھر ہوتے ہیں اوسان بڑی مشکل سے

لے گئے کھینچ کے بت خانے سے ہم مسجد میں
کل ہوا داغؔ مسلمان بڑی مشکل سے

○

وہ رہیں خوشیاں نہ ویسے غم رہے / یاد کرنے کے لئے اب ہم رہے
اس کو کھو کر پائی ہے راحت بہت / دل رہا جب تک ہزاروں غم رہے

شوق میں جنت کے ہے مٹی خراب
چین سے دنیا میں کیا آدم رہے

شرط کٹتی دیکھیں وفا کرتا ہے کون
اس میں بیٹے تم رہے یا ہم رہے

اس کی راہِ شوق میں ثابت قدم
کون رہ سکتا ہے جیسے ہم رہے



برپا نہ ہو، کیوں فتنہ ہر اک شوخ حسیں سے
ان پتلوں کی خلقت ہے قیامت کی زمیں سے

دنیا ہو کہ عقبیٰ ہو، جہنم ہو کہ جنت
دلوائے خدا اک بت طنّاز کہیں سے

وہ شوق، وہ ارمان، وہ حسرت، وہ تمنّا
اک آن میں سب خاک ہوئے تیری نہیں سے

سر کاٹ کے رکھ دوں گا رہِ دوست میں اپنا
سجدہ مجھے کرنا نہیں آتا ہے جبیں سے

اپنا دل گم گشتہ بھی کیا تیری کمر ہے
مل جائے گا وہ ڈھونڈھ ہی لائیں گے کہیں سے

کھل جائے ابھی عالم بالا کی حقیقت
اس راز کو پوچھو جو کسی خاک نشیں سے

گر نام سے ہے داغ کے نفرت تو مٹا دو
عاشق کے دل گرم سے، زاہد کی جبیں سے



یہ پوچھو دل سے شرمیلی نگاہ یار کیسی ہے
کرے جو میان ہی میں کام وہ تلوار کیسی ہے
تمھاری چال کی ہم مٹنے والے داد کیا دیں گے
قیامت سے ذرا پوچھو مری رفتار کیسی ہے



کسی حسیں کو اگر دیکھتے تو مر جاتے
جناب خضر کی پھر عمر جاودان کیسی
تمھارے گھر سے کوئی شخص کیا بگڑ کے گیا
لٹی لٹی ہے یہ آرائش مکان کیسی
وہ دیکھنا دل بیتاب کے مقابل میں
تڑپ رہی ہیں نگاہوں کی بجلیاں کیسی
وہ چھیڑ چھاڑ سے کیا باز آنے والا ہے
یہ آپ داغ کو دیتے ہیں دھمکیاں کیسی



کب تیری طرح میسر ہوئے دنیا کے مزے
کھول کر آنکھ فقط حور نے جنت دیکھی
حسن کی فتنہ گری سے نہیں خالی کوئی
ہم نے مٹی کے بھی پتلے میں شرارت دیکھی



فائدہ کیا ان بتوں کی چاہ سے
خیر مانگو داغ تم اللہ سے
شب کو کیوں جاگے تھے؟ کیا تھا خیر ہے
آنکھیں ملتے نکلے خلوت گاہ سے



دل رکھ تو دیا ہے نگہہ یار کے آگے
اُف کر نہیں سکتا ہوں خریدار کے آگے
آئی نہیں اب تک اسی باعث سے قیامت
کیا پیش چلے گی تری رفتار کے آگے

بجلی کی طرح کانپنے لگتی ہے اجل بھی — ٹھہرا نہیں جاتا تری تلوار کے آگے
خورشید قیامت کی بہت دھوم سنی ہے — آئے تو سہی میری شب تار کے آگے

○

شب فراق جو کھولے ہیں ہم نے زخم جگر — یہ انتظار ہے کب چاندنی نکلتی ہے
سمجھنے والے سمجھتے ہیں پیچ کی تقریر — کہ کچھ نہ کچھ تری باتوں میں فی نکلتی ہے

○

پڑھتے ہیں شعر داغ کے وہ بات بات پہ — کیا جانے بات کون سی اسکے سخن میں ہے

○

حیرت سے دیکھتا ہوں جو میں سوئے آسماں — کہتے ہیں وہ تلاش کسی مہ لقا کی ہے
کہتا ہے یہ کارخانۂ دنیا میں کچھ کا کچھ — انسان کو پڑی ہوئی روز جزا کی ہے

○

زہر بن کر دوا نہیں آتی — مر رہا ہوں قضا نہیں آتی
غمزے آتے ہیں، ناز آتے ہیں — ایک تم کو وفا نہیں آتی
وہ یہ کہتے ہیں تم سکھا دو ہمیں — ہم کو طرز وفا نہیں آتی

قصد بت خانہ کیوں کیا اے داغ
شرم مرد خدا نہیں آتی

○

مرا جائے ہے جی نجات کے غم میں — ایسی جنت گئی جہنم میں (میر)

دیکھ کر جوبن ترا کس کس کو حیرانی ہوئی
اس جوانی پر جوانی آپ دیوانی ہوئی

ابتدا سے انتہا تک حال اُن سے کہہ تو دوں
فکر یہ ہے اور جو کہہ کر پشیمانی ہوئی

کھل گئیں زلفیں مگر اس شوخ مست ناز کی
جھومتی باد صبا پھرتی ہے دیوانی ہوئی

میں سراپا سجدے کرتا اسکے در پہ شوق سے
سر سے پا تک کیوں نہ پیشانی ہی پیشانی ہوئی

○

ہمیں کیا غم قیامت میں جو پرسش ہونے والی ہے
کہ جب وہ فتنہ گر آیا تو پھر میدان خالی ہے

○

کہاں قسمت، کہاں ہمت، کہاں طاقت جو میں پہنچوں
کہ منزل عشق کی کچھ عرش اعلیٰ سے بھی عالی ہے

بھری محفل میں تیری داغ کو ہم نے نہیں دیکھا
بھرے ہیں غیر آ آ کر جگہ اس کی ہی خالی ہے

○

لڑے مرتے ہیں آپس میں تمہارے چاہنے والے
یہ محفل ہے تمہاری یا کوئی مرغوں کی پالی ہے

○

سمجھ کر میرا حال پھر پوچھتے ہو
یہ کیا ہے اگر آنا کانی نہیں ہے

ہوئے قتل عشاق پر مستعد تم
محبت میں چنگیز خانی نہیں ہے

کبھی داغ اس پر بھروسہ نہ کرنا
کسی کی یہ دنیائے فانی نہیں ہے

مژدہ اے شوق کہ کچھ خوشخبری آتی ہے — جھومتی آج نسیمِ سحری آتی ہے

○

یہ سبب ہے کہ دوپٹہ اڑا رہی ہے صبا — وہ جب چھپاتے ہیں سینہ کمر نہیں چھپتی

○

وعدہ نہ کیا تھا یہ کسی اور سے کہئے — پھر ہم سے نہ کہنا، یہ کسی اور سے کہئے
ابھی کبھی تڑپا کے تجھے غیر کے آگے — دیکھیں گے تماشہ، یہ کسی اور سے کہئے
دل دیں گے تو سو طرح کے دعوے بھی کریں گے — کس کا ہے اجارا، یہ کسی اور سے کہئے

○

کھنچ گئے ابرو، ہوئی ترچھی نگاہ — میرے دل پہ وار جو چاہے کرے
سچ ہے مرتا کیا نہ کرتا ہجر میں — جان سے بیزار جو چاہے کرے

○

شبِ غم ہائے مجبوری ہماری — بہت روئے خدا کو یاد کر کے
جناب داغؔ اب سنبھلیں گے کیا خاک
کہ یہ بگڑے ہوئے ہیں عمر بھر کے

○

کہتے ہیں کس کو داغؔ یہ کیا آپ نے کہا — لے دل میں چٹکیاں یہ اسی کا کلام ہے

○

وہ دوپٹہ کا سرکنا، وہ کسی کا کہنا — آنکھیں پھوٹیں جو کوئی سینہ ہمارا دیکھے
پہلے تو شوق سے منگوائی ہماری تصویر — پھینک کر پھر یہ کہا کوئی اسے کیا دیکھے

آپ کی روک تھام کون کرے — غیر کا انتظام کون کرے

گالیاں اُس نے دیں، جو میں نے کہا — بے دہن سے کلام کون کرے

کس نزاکت کے ساتھ شوخی ہے — اس ادا سے خرام کون کرے

داغ کی زندگی نہیں مقبول
بے وفا کو غلام کون کرے

○

ہمارے دل کی کدورت وہاں نکلتی ہے — نئی زمیں ہے کہ بے آسماں نکلتی ہے

تری گلی میں ہے کیا جمع دل جلوں کی خاک — کہ خلق راہ سے دامن کشاں نکلتی ہے

بشر کی موت ہو دنیا میں حشر عقبیٰ میں — کہاں یہ گڑتی ہے میّت کہاں نکلتی ہے

نکالتے ہیں اسی وقت وہ بھی مانگ اپنی — اندھیری رات میں جب کہکشاں نکلتی ہے

وہاں گیا بھی نہیں، ان سے کچھ کہا بھی نہیں — ابھی سے جان تری پاسباں نکلتی ہے

نشانِ داغ سخن گو کی قبر کا ہے یہی
بجائے سبزہ زمیں سے زباں نکلتی ہے

○

جسے پڑا ہو نئی تاک جھانک کا چسکا — وہ خلد میں کہیں پابندِ حور ہوتا ہے

○

خدا نہ ڈالے کسی بدمزاج سے پالا — کہ پاسبان ہی اب اس سے دور رہتا ہے

بہت سے شہر میں ہیں داغ کیلئے خوش رو
مگر ہے پاس تمھارا کہ دور رہتا ہے

ای داغ کسی طرح سے یہ کم نہیں ہوتی
انسان کو برباد کیا حرص و ہوا نے

○

یا رحم آگیا اسے یا قتل ہو گئے
ہم سر جھکائے بیٹھے ہیں قاتل کے سامنے
قاتل تجھی کو رحم نہ آیا ہزار حیف
ٹھرا گئی اجل ترے بسمل کے سامنے

○

بگڑی ہوئی کچھ ایسی زمانے کی ہوا ہے
دل زلف پریشاں سے پریشان ہوا ہے
اب داغ کے احوال سے مطلب تمہیں کیا ہے
اچھا ہے تو اچھا ہے، برا ہے تو بُرا ہے
تو ہاتھ ذرا کھول کہ میں آنکھ سے دیکھوں
دل ہے کہ ستمگر تری مٹھی میں قضا ہے

○

لطف بھی کرتا ہے یہ بیداد بھی
آسماں گویا مزاج یار ہے
اشک خوں سے تر ہوا وحشت میں چاک
اب گریباں زخم دامن دار ہے

○

کیوں مسیحا آسماں پر ہیں مقیم
کیا فرشتوں کو بھی کچھ آزار ہے
راہ میں ٹوکا تو جھنجھلا کر کہا
دور ہو کمبخت، یہ بازار ہے

○

وصف جنت جو کیا ان سے بگڑ کر بولے
کبھی مجھ پر ہے، کبھی حور پر اچھا دل ہے

○

بگڑتے ہو عبث رہ جاؤ گے اپنا سا منہ لے کر
اگر آئینہ منہ پر صاف کہہ بیٹھا صفائی سے

رقیبوں نے تری عادت بگاڑی گالیاں کھا کر
جیئے تو کیا جیئے بے عزتی سے، بے حیائی سے
سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ مذہب داغ کا کیا ہے
غرض رندانہ مشرب سے، نہ مطلب پارسائی سے

○

دل جو دکھّا اس کے تیرِ ناز سے — درد بھی اٹھتا ہے اک انداز سے
کان کے پردوں میں لگ جاتی ہے آگ — دل جلوں کے شعلۂ آواز سے
داغ کو دیکھا تو یہ اس نے کہا
بچ سکیں کیا ایسے شاہد باز سے

○

جلوہ جو وہ دکھائے تو پھر دل کو دیکھئے — آگے رہیگا چار قدم یہ نگاہ سے
رندوں کا کیا قصور ہے واعظ سمجھ ذرا — دنیا میں کوئی آکے بچا ہے گناہ سے
دیکھو یہ ضبط سوزِ محبت برا ہے داغ
تم جل نہ جاؤ آپ کہیں اپنی آہ سے

○

کیسا سنبھالنا کہ مرے ہوش اڑ چلے — آتا ہے کوئی مست قیامت کی شان سے
اے داغ اس کی خیر مناتا ہے آدمی
کونی عزیز بڑھ کے نہیں اپنی جان سے

○

یہ دل لگی بھی قیامت کی دل لگی ہوگی
خدا کے سامنے جب میری آپ کی ہوگی

سلیقہ چاہیئے عادت ہے شرط اس کیلئے
اناڑیوں سے نہ جنت میں مے کشی ہوگی

وہاں بھی وعدۂ فردا کروگے کیا مجھ سے
قیامت ایک کے بعد اور دوسری ہوگی

دعائے وصل بتاں مانگتا ہوں کعبہ میں
خدا کے گھر میں کسی شے کی کیا کمی ہوگی

نصیب لذتِ آزارِ عشق ہو تو سہی
یہ جانتا ہوں کہ مر مر کے زندگی ہوگی

بہت جلائیگا حوروں کو داغ جنت میں
بغل میں اس کی وہاں ہند کی پری ہوگی

○

انھیں نفرت ہوئی سارے جہاں سے
نئی دنیا کوئی لائے کہاں سے

ترے ہاتھوں غبار کشتگاں سے
زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے

وہ توڑیں عہد لیکن فکر یہ ہے
خدا نکلے گا کیونکر درمیاں سے

ذرا نرمی بھی کر اے سخت جانی
تھکا جاتا ہے قاتل امتحاں سے

جہاں کے ہو رہے، بس ہو رہے ہم
قفس بھی کم نہیں ہے آشیاں سے

عدو بھی اب تو مجھ پہ رحم کھا کر
سفارش کر رہے ہیں آسماں سے

انھیں جس بات سے تھی سخت نفرت
وہی بے ساختہ نکلی زباں سے

○

ازل میں شرح لکھ کر میرے غم کی
بری حالت ہوئی لوح و قلم کی

ان آنکھوں کی ذرا مستی تو دیکھو
نگاہوں میں بھی لغزش ہے قدم کی

جو یہ نکلا تو گویا جان نکلی
بڑی دولت ہے دنیا میں بھرم کی

کئی دن سے خوشامد کر رہا ہے آسماں میری
الٰہی دل ہی دل میں گھٹ کے رہ جائے فغاں میری

تمھیں دل دینے والا کون، ہر پھر کر وہی اک میں
یہ شامت اور کس کی آئی ہے اے مہرباں میری

قدم رکھا تھا یہ کس نے کہ ہر شیخ و برہمن کو
تبرک ہو گئی اس دن سے خاک آستاں میری



آ ہی جاتی ہے طبیعت لوٹ ہی جاتا ہے دل
کیوں بنا دی ہے خدا نے تیری صورت پیار کی

یا الٰہی کوئی محشر میں نہ ہو میرا رقیب
ورنہ لٹ جائے گی دولت سب ترے دیدار کی



عشق کے ہاتھوں ہوئی ہیں داغ کی بربادیاں
کیا حقیقت پوچھتے ہو اس خدائی خوار کی



اس چوٹ کو پوچھے کوئی اس خستہ جگر سے
اترا جو ترے دل سے، گرا تیری نظر سے

اس طرح گزرتے ہیں تری راہ گزر سے
جو پاؤں کا ہے کام وہ ہم لیتے ہیں سر سے

دو چار بہے اشک تو کیا دیدۂ تر سے
بارش کا مزا یہ ہے کہ جو ٹوٹ کے برسے

پروانوں نے گھیرا ہے شب غم مجھے آکر
لو شمع کی اٹھتی ہے مرے داغ جگر سے

اے داغ مصیبت ہے حیاتِ ابدی بھی
اس رنج کو پوچھے کوئی الیاس و خضر سے

○

آگاہ جو ہوتے ہیں مرے زخمِ جگر سے — اب آنکھ چراتے ہیں وہ اپنی بھی نظر سے
اس کے لبِ جاں بخش و خطِ سبز کو دیکھو — باہم ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

جانا کہ جلائے گا رقیبوں سے یہ مل کر
وہ بزم میں جا بیٹھے الگ داغ کے ڈر سے

○

کسے نہیں مرے پائے فگار کا صدمہ — کہ پھوٹ پھوٹ کے ہر آبلہ بھی روتا ہے
وہ پوچھتے ہیں مرا حال کس تجاہل سے
یہ داغ کون ہے یہ کس کا ذکر ہوتا ہے

○

عاشق متحمل نہ ہوئے قہر و غضب کے — بیٹھے رہو اب صبر سمیٹے ہوئے سب کے
داغوں سے محبت کے ہے دل صورتِ گلشن — ان پھولوں کی اے داغ بہار آئی ہے اب کے

○

معشوق کے کہنے کا برا مانتے ہو داغ — برداشت آدمی کی طبیعت میں چاہیے

○

ان آنکھوں نے کیا کیا تماشا نہ دیکھا — حقیقت میں جو دیکھنا تھا نہ دیکھا
تجھے دیکھ کر وہ دوئی اٹھ گئی ہے — کہ اپنا بھی ثانی نہ دیکھا نہ دیکھا

بہت دردمندوں کو دیکھا ہے تو نے
یہ سینہ، یہ دل، یہ کلیجہ نہ دیکھا
وہ کب دیکھ سکتا ہے اس کی تجلی
جس انسان نے اپنا جلوہ نہ دیکھا
بہت شور سنتے تھے اس انجمن کا
یہاں آکے جو کچھ سنا تھا، نہ دیکھا
اسے دیکھ کر اور کو پھر جو دیکھے
کوئی دیکھنے والا ایسا نہ دیکھا
تری یاد ہے یا ہے تیرا تصوّر
کبھی داغ کو ہم نے تنہا نہ دیکھا

متفرقات

یہ ہے بالیدگی آہن کو بھی خونِ شہیداں سے
نکل کر میاں میں پھر ان کا خنجر ہو نہیں سکتا
یہ کام نہیں آساں انسان کو مشکل ہے
دنیا میں بھلا ہونا، دنیا کا بھلا کرنا
اچھا نہیں، اچھا نہیں، بڑتاؤ تمھارا
دیکھو نہ اتر جائے کہیں بھاؤ تمھارا

○

بوالہوس جان پہ کھیلے تھے مری طرح مگر
میں نے ہی عشق کے میدان میں پالا جیتا

○

دیکھئے ہونا بھی ہے کوئی قبول
سجدہ کرتے کرتے ماتھا چھل گیا
اپنے مطلب کی غیر کہتے ہیں
ان کی باتوں میں تم نہ آجانا

حسینوں کا مجمع مری جان دیکھا　　تری بزم دیکھی پرستان دیکھا

○

گفتگو میں غیر مجھ سے جیت سکتا تھا کہیں؟
آپ نے پچر لگائی بھی تو آخر کیا ہوا

○

لو لگائے خدا سے بیٹھے تھے　　آگیا بیچ میں خیال ترا

○

کبھی آتی ہے کام آزادی　　دل کی کہتا ہوں بولی ٹھولی میں

○

میرے رونے سے ماتم دل میں　　سخت پٹّس پڑی ہے محفل میں

○

جلی جو شمع تو دم بھر نہ اس کو تاب آئی　　پتنگ تھا کہ پتنگا تھا اڑ کے جل ہی گیا

○

اس شوخ نے پردے سے جھلک جس کو دکھا دی
اس تشنہ دیدار نے، پانی بھی نہ مانگا
پٹیاں جمتی ہیں مسّی کی دھڑی جمتی ہے
آج سامان کدھر کا ہے؟ کہاں جائیے گا؟

○

سلام

ہائے یوں پیاس میں مانگے علی اصغرؑ پانی
آبِ پیکاں سے ملے بوند برابر پانی

وائے حسرت کہ پئیں اہلِ حرم خونِ جگر
اور اعدا کا پئے سامنے لشکر پانی

اتنی مدت رہے بے آب وہ پیاسے بچے
یاد ان کو نہ رہا پیتے ہیں کیونکر پانی

شاہ کی تشنہ لبی یاد جو آئی اس وقت
پھینکا عباسؑ نے چلو میں اٹھا کر پانی

ہائے وہ بحرِ کرم، ابرِ عطا یوں ترسے
تیسرے دن بھی نہ ہو شہ کو میسر پانی

ڈوب جاتی عرقِ شرم سے تو بہتر تھا
اے زمیں، تجھ میں رہا نام کو کیونکر پانی

العطش سب کی زباں پر تھا کوئی دے نہ سکا
باپ بیٹے کو، برادر کو برادر پانی

آبرو خاک ہو دنیا میں تری نہرِ فرات
آلِ احمدؐ کو دیا تو نے نہ بڑھ کر پانی

یہ دعا داغ کی ہے میں نہ رہوں تشنہ لب
مجھ کو دیں ساقیٔ کوثر لبِ کوثر پانی



نى
نى
نى
نى
نى
نى
نى
نى

قیمت ٦ روپیه